1253

ایجنڈا

برائے اجلاس صوبائی اسمبلی پنجاب

منعقدہ،16۔فروری 2009

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ اور نعت رسول مقبول ﷺ

سوالات (محکمہ جات سکول ایجوکیشن اور ہائر ایجوکیشن)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

غیر نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

توجہ دلاؤ نوٹس

علیٰحدہ فہرست میں شامل توجہ دلاؤ نوٹسوں میں درج سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے زبانی جوابات دیئے جائیں گے۔

سرکاری کارروائی

صوبہ میں کھاد کی دستیابی کے خصوصی حوالہ سے زراعت پر عام بحث جاری رہے گی۔

1255

صوبائی اسمبلی پنجاب

پندرھویں اسمبلی کا گیارہواں اجلاس

سوموار، 16۔فروری 2009

(یوم الاثنین، 20۔صفر المظفر 1430ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز، لاہور میں سہ پہر 3 بج کر 50 منٹ پر زیر صدارت جناب سپیکر رانا محمد اقبال خان منعقد ہوا۔

تلاوت قرآن پاک و ترجمہ قاری نور محمد نے پیش کیا۔

اعوذ باللہ من الشیطن الرجیمO

بِسۡمِ ٱللَّهِ ٱلرَّحۡمَٰنِ ٱلرَّحِيمِO

وَٱعۡبُدُواْ ٱللَّهَ وَلَا تُشۡرِكُواْ بِهِۦ شَيۡـًٔاۖ وَبِٱلۡوَٰلِدَيۡنِ إِحۡسَٰنًا وَبِذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ
وَٱلۡيَتَٰمَىٰ وَٱلۡمَسَٰكِينِ وَٱلۡجَارِ ذِي ٱلۡقُرۡبَىٰ وَٱلۡجَارِ ٱلۡجُنُبِ وَٱلصَّاحِبِ
بِٱلۡجَنۢبِ وَٱبۡنِ ٱلسَّبِيلِ وَمَا مَلَكَتۡ أَيۡمَٰنُكُمۡۗ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُحِبُّ مَن كَانَ
مُخۡتَالًا فَخُورًاO ٱلَّذِينَ يَبۡخَلُونَ وَيَأۡمُرُونَ ٱلنَّاسَ بِٱلۡبُخۡلِ وَيَكۡتُمُونَ مَآ
ءَاتَىٰهُمُ ٱللَّهُ مِن فَضۡلِهِۦۗ وَأَعۡتَدۡنَا لِلۡكَٰفِرِينَ عَذَابًا مُّهِينًاO

سُوۡرَةُ النِّسَاء آیات 36تا 37

اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ اور ماں باپ اور قرابت والوں اور یتیموں اور محتاجوں اور رشتے دار ہمسایوں اور اجنبی ہمسایوں اور رفقائے پہلو (یعنی پاس بیٹھنے والوں) اور مسافروں اور جو لوگ تمہارے قبضے میں ہوں سب کے ساتھ یکساں کرو کہ اللہ احسان کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے اور تکبر کرنے والے، بڑائی مارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔ جو خود بھی بخل کریں اور لوگوں کو بھی بخل سکھائیں اور جو (مال) اللہ نے ان کو اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا ہے اسے چھپا چھپا کر رکھیں اور ہم نے ناشکروں کے لئے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

وماعلینا الاالبلاغO

نعت رسول مقبول ﷺ جناب سرور حسین نقشبندی نے پیش کی۔

نعت رسول مقبول ﷺ

روک لیتی ہے آپ کی نسبت تیر جتنے بھی ہم پہ چلتے ہیں
یہ کرم ہے حضور کا ہم پر آنے والے عذاب ٹلتے ہیں
وہی سنتے ہیں بولیاں سب کی وہی بھرتے ہیں جھولیاں سب کی
آؤ بازارِ مصطفیٰ کو چلیں کھوٹے سکے وہیں پہ چلتے ہیں
اب کوئی کیا ہمیں گرائے گا ہر سہارا گلے لگائے گا
ہم نے خود کو گرا دیا ہے وہاں گرنے والے جہاں سنبھلتے ہیں
اپنی اوقات صرف اتنی ہے کچھ نہیں بات صرف اتنی ہے
کل بھی ٹکڑوں پہ ان کے پلتے تھے اب بھی ٹکڑوں پہ ان کے پلتے ہیں

سوالات (محکمہ جات سکول ایجوکیشن اور ہائر ایجوکیشن)

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

جناب سپیکر: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اب وقفہ سوالات شروع ہوتا ہے آج کے ایجنڈے پر سکول ایجوکیشن اور ہائر ایجوکیشن سے متعلقہ سوالات پوچھے جائیں گے اور ان کے جوابات دیئے جائیں گے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب محمد اعجاز شفیع: شکریہ۔ جناب سپیکر! میرے دو points ہیں۔ پہلے نمبر پر میں یہ گزارش کروں گا کہ اس ایوان میں بیٹھے ہوئے ہم لوگ تقریباً آٹھ کروڑ سے زیادہ آبادی کے نمائندہ ہیں۔ پہلے بھی اس ایوان کے اندر بہت سے معزز اراکین نے یہ point out کیا کہ ہر روز اجلاس ایک ڈیڑھ گھنٹہ کی تاخیر سے شروع ہوتا ہے۔ اگر ہمارا ہی یہ attitude رہے گا تو ہماری بیوروکریسی اور ہماری یہ عوام جس نے ہمیں منتخب کر کے اس ایوان میں بھیجا ہے تو ان کا attitude یا behaviour کیا ہو گا اور وہ ہم سے کیا learn کریں گے؟ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ اس کو ایک گھنٹہ مزید extend کر دیں یعنی تین کی بجائے چار بجے کر دیں اور نو بجے کی بجائے دس بجے کر دیں تاکہ جو معزز اراکین اگر نہیں آتے تو وہ آ جائیں۔ آپ نے وقت پر آنے کی ایک اچھی روایت شروع کی تھی۔ آپ آ جاتے تھے تو ایوان کی کارروائی شروع ہو جاتی تھی۔

دوسری میری گزارش یہ ہے کہ ہم نے Chair سے request کی تھی کہ آج پورے پنجاب کے کاشتکار کھاد کے ایک ایک دانے کے لئے ترس رہے ہیں تو آپ نے مہربانی کرتے ہوئے اس پر بحث کے لئے جمعرات کا دن fix کیا تھا لیکن بڑی بدقسمتی کی بات کہ اس دن گورنمنٹ کی طرف سے lack of interest تھا چونکہ میں نہیں سمجھتا کہ حکومت اتنی نااہلی اور کم عقلی کا ثبوت دے گی کہ انہوں نے ایک تو خود کورم کی نشاندہی کی اور دوسرا اس دن ایوان میں بیٹھے ہوئے حکومتی ممبران کی حالت بھی آپ نے دیکھی کہ وہ چار/پانچ ہی تھے۔ آج ہمارے پنجاب کا base زراعت پر ہے اور اس کا main issue یہ تھا کہ کاشتکار تباہ و برباد ہو رہا ہے۔ اس دن Chair پر رانا مشہود صاحب نے

commit کیا تھا کہ سوموار کے دن اور کوئی business نہیں ہو گا اور صرف کھاد اور زراعت پر بحث ہو گی۔ پھر وہی حالات ہو جائیں گے جو اس دن ہوئے تھے تو میری یہ گزارش ہے اور Chair نے اس دن commit کیا تھا۔۔۔

جناب سپیکر: آج زراعت پر بحث ہے اور آپ اس میں حصہ لیں لیکن قواعد و ضوابط کے مطابق ہی آپ اس ایوان کی کارروائی چلا سکتے ہیں۔ سر دست تو نہیں ہو سکتی جو آپ کہہ رہے ہیں۔ گورنمنٹ کا اپنا اور کوئی business نہیں ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں جو business take up کرنے آپ جا رہے ہیں یہ اتنا اہم نہیں ہے جتنا کہ کھاد کا ہے۔

جناب سپیکر: لاء منسٹر صاحب آتے ہیں تو اس پر بات کرتے ہیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! اس پر ہم نے یہ request کی تھی کہ یہ اتنا اہم issue ہے کہ دوسرے کسی business کی اتنی اہمیت نہیں ہے۔

جناب سپیکر: I agree with you لیکن وزیر زراعت اور وزیر قانون آلیں تو پھر ان کی بات سن کر ہی مزید کوئی بات ہو سکے گی۔ جہاں تک آپ نے تین کی بجائے چار بجے کی بات کی ہے تو یہ ہم نہیں کر سکتے۔ آپ کو پتا ہونا چاہئے۔ قواعد و ضوابط کو بھی آپ پڑھ لیا کریں۔ جہاں تک میری ذات کا تعلق ہے تو میں انتہائی کوشش کرتا ہوں کہ اجلاس سے پہلے یہاں موجود ہوں اور اکثر و بیشتر میں اسی طرح کرتا ہوں لیکن آپ جیسے دوستوں کو میں مجبور تو نہیں کر سکتا بلکہ request ہی کر سکتا ہوں کہ وہ وقت پر آ جایا کریں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میں قواعد و ضوابط پڑھ کر ہی آپ سے بات کر رہا ہوں۔ گزارش یہ ہے کہ اگر آپ Chair پر تشریف لے آیا کریں تو میں سمجھتا ہوں کہ House میں جتنے بھی دوست موجود ہوں گے، کارروائی، شروع ہو کر ایک tradition بن جائے گی کیونکہ ہم نے ہی یہ ثابت کرنا ہے کہ ہم لوگ وقت کی پابندی کرتے ہیں اور ذمہ دار قوم کا ثبوت پیش کریں۔

کرنل (ر) شجاع خانزادہ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

کرنل (ر) شجاع خانزادہ: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں دو موضوعات پر بات کرنا چاہتا ہوں اور دونوں موضوع پاکستان کی سالمیت سے متعلقہ ہیں۔ پاکستان کے لئے پہلی بہت اچھی چیز جو ضروری ہے کہ جو مالاکنڈ میں پرسوں between the locals اور حکومت کے مابین معاہدہ ہوا ہے۔ یہ شرعی معاہدہ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: خانزادہ صاحب! اس کے لئے آپ کوئی تحریک لائیں یا قرارداد لائیں۔ اس طرح سے point of order پر بات تو نہیں ہو سکے گی۔

کرنل (ر) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! میں صرف صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ، ان کی کابینہ اور اس اسمبلی کو جس نے دن رات محنت کر کے اس معاہدہ کو effective کیا ہے تو میں اس پر انہیں خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آج اس معاہدے کو 24 گھنٹے ہو گئے ہیں تو اس کے بعد اب تک اس علاقے میں کوئی گولی تک نہیں چلی۔ لوگ اس پر خوش ہیں اور میں چاہتا ہوں کہ یہ معاہدہ چلے اسی لئے میں نے کہا کہ اس معزز ایوان میں، میں انہیں خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں تاکہ یہ معاہدہ چلے اور پاکستان کی سالمیت کو فائدہ ہو۔۔۔

جناب سپیکر: خانزادہ صاحب! آپ لاء منسٹر صاحب سے مل لیں۔

کرنل (ر) شجاع خانزادہ: جناب سپیکر! میری دوسری بات ڈرون حملوں سے متعلق ہے کہ ہم نے ہمیشہ اس اسمبلی میں کئی بار کہا ہے کہ ڈرون حملوں سے پاکستان کی sovereignty خطرے میں ہے اور وہ elite ہو رہی ہے لیکن ابھی پتا لگا ہے کہ ڈرون کی فلائٹس پاکستان کی bases سے ہو رہی ہیں وہ foreign base سے نہیں ہو رہیں۔۔۔

جناب سپیکر: خانزادہ صاحب! اس بات کی لوگ تردید دے رہے ہیں لیکن مجھے نہیں پتا اس بارے میں جب لاء منسٹر صاحب آئیں گے تو وہی کچھ بتائیں گے۔ آپ ان سے بیٹھ کر بات کر لیں۔

ملک محمد عباس راں: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

ملک محمد عباس راں: شکریہ۔ جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پنجاب میں کرپٹ پٹواریوں کے خلاف ایک مہم چلائی گئی ہے کہ جو پٹواری زیادہ کرپٹ ہیں ان کو نکال دیا جائے۔ ان کی لسٹ خفیہ طریقے سے بنی ہے اور انہیں black listed قرار دے دیا ہے۔ میرے حلقہ ملتان سے پٹواری عبدالقیوم شاہ جسے تعینات ہوئے دو سال ہو گئے ہیں اور وہ نو مہینے NTO برانچ میں رہے ہیں یعنی کھڈے لائن میں تو ایک سال اور دو مہینے field میں رہے ہیں تو مجھے سمجھ نہیں آتی کہ اس پٹواری کو بھی black list میں شامل کر دیا گیا ہے جو بیس بیس، پچیس پچیس سال رہے ہیں تو اس نے سال میں کیا کرپشن کر لی ہو گی؟ اس کی انکوائری کروائی جائے تاکہ پتا چلے کہ اس کے اثاثہ جات کتنے ہیں؟

جناب علی حیدر نور خان نیازی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب علی حیدر نور خان نیازی: شکریہ۔ جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ ہمارے معزز رکن نے ایک انتہائی اہم معاملے کی طرف آپ کی توجہ دلائی ہے کہ اس وقت امریکہ کی انٹیلی جنس کمیٹی کے سربراہ نے on record یہ بیان دیا ہے کہ ڈرون حملوں کے attacks کے لئے پاکستان کی bases استعمال ہو رہی ہیں اور میرا خیال ہے کہ اس سے اہم اور کوئی point نہیں ہو سکتا۔ لا منسٹر صاحب تو موجود نہیں ہیں اور انہوں نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کرنا۔ اس سلسلے میں اس ایوان کے اندر This is the matter یہ پاکستان کی سالمیت کا مسئلہ ہے اور اس وقت اس سے اہم مسئلہ اور کوئی نہیں ہے کہ ہمارے اپنے شہریوں کو ہلاک کرنے کے لئے ہماری اپنی bases استعمال ہو رہی ہیں تو آپ اس بارے میں تمام ممبران کو بولنے کی اجازت دیں۔ لا منسٹر صاحب نے اس سلسلے میں کچھ نہیں کرنا کیونکہ یہ کوئی اس طرح کا issue نہیں ہے جو پہلے ہم حکومت سے اجازت لیں اور اس پر کرنل صاحب نے جو بات کی ہے تو یہ انتہائی حساس بات ہے اور اس پر ہر ممبر کو بولنے کی اجازت دی جائے۔ ہمارا یہ حق

ہے۔ حکومت کو ہمیں یہ بتانا چاہئے کہ امریکن انٹیلی جنس جھوٹ بول رہی ہے یا ہماری حکومت جھوٹ بول رہی ہے؟

چوہدری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چوہدری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں اتنی گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں ہمارے بھائیوں نے جس issue پر توجہ دلائی ہے یہ Federal Government سے related ہے۔ اب question hour شروع ہو چکا ہے ہمارے سوال لگے ہوئے ہیں اگر ان کی باری نہیں آتی تو براہ مہربانی ان کو pending فرمائیں یا پھر question hour کی بجائے point of order کر لیں۔

جناب سپیکر: اب کوئی صاحب پوائنٹ آف آرڈر نہ کرے، بڑی مہربانی۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: محترمہ! پلیز تشریف رکھیں۔ اب میں ایجنڈے کے مطابق چلتا ہوں۔

محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری: جناب سپیکر! یہاں اس ہاؤس میں one sided بات کرنے کی اجازت نہیں ہونی چاہئے۔ میرا خیال ہے کہ جن صاحبان نے ان ڈرون حملوں کے بارے میں بات کی انہوں نے ہمارے Defense Minister کی statement نہیں پڑھی۔ Defense Minister نے بڑی categorically کہا ہے اور ہمارے Foreign Minister کی statement بھی ریکارڈ پر موجود ہے کہ ایسے ڈرون حملوں میں پاکستان کی سرزمین استعمال نہیں ہو رہی ہے۔ لہٰذا اس قسم کے controversial issues create کر کے اگر یہ media کے لئے کھیلنا چاہتے ہیں تو ان کی مرضی ہے لیکن اس وقت question hour ہے اور پنجاب اسمبلی کا وقت اور پیسا question hour کے لئے استعمال ہونا چاہئے۔

جناب سپیکر: شکریہ، سن لیا محترمہ! آپ تشریف رکھیں۔ اب کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوگا۔ سید حسن مرتضیٰ آپ کا سوال ہے اپنا سوال نمبر پکاریئے گا۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں بھی پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔ (قہقہہ)

جناب سپیکر: میں نے کہا کہ اب پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو گا آپ مہربانی کریں اس طرح دوسروں کی باری ہی نہیں آئے گی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میری ایک گزارش سن لیں۔ کل یہاں گوجرانوالہ روڈ پر ایک ڈکیتی ہوئی ہے جس میں سات آدمی مر گئے۔

جناب سپیکر: آپ اس کے لئے Call Attention Notice دیں جو طریقہ ہے اور اس وقت آپ اپنے سوال پر آئیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جب تک Call Attention Notice کی باری آئے گی اس وقت تک بہت لیٹ ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: کیوں لیٹ ہو جائے گا؟ آپ Call Attention Notice دیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کیا وہ ابھی take up ہو جائے گا؟

جناب سپیکر: آپ دیں گے تو پھر اس کے بعد بتائیں گے۔

سید حسن مرتضیٰ: ٹھیک ہے، میں دے دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: پہلے آپ اپنے سوال کا نمبر بولیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 37 ہے۔

راؤ کاشف رحیم خان: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: راؤ صاحب! بہت مہربانی۔ میں نے سب سے گزارش کی ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر نہ کریں اس طرح پھر یہ ایجنڈا نہیں چل پائے گا۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ کو دو گھنٹے کا ٹائم دے رہا ہوں اس میں آپ بحث کیجئے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرا سوال نمبر 37 ہے۔ اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جائے۔

جناب سپیکر: اس کو پڑھا ہوا تصور کیا جاتا ہے۔

تحصیل چنیوٹ، 2003 تا حال محکمہ تعلیم
میں بھرتی سے متعلقہ تفصیلات

*37(الف): سید حسن مرتضیٰ: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) یکم جنوری 2003 سے آج تک تحصیل چنیوٹ محکمہ تعلیم میں جن افراد کو بھرتی کیا گیا ہے، ان کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، مستقل پتا اور ڈومیسائل کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ب) یکم جنوری 2003 سے آج تک تحصیل چنیوٹ محکمہ تعلیم میں جن افراد کو معذور کوٹا کے تحت بھرتی کیا گیا ان کے نام، ولدیت، عہدہ، گریڈ، مستقل پتا اور ڈومیسائل کی تفصیل فراہم کی جائے؟

(ج) اگر جز (ب) میں بھرتی کردہ افراد کو میرٹ پر بھرتی کیا گیا تو میرٹ کی تفصیل میرٹ بنانے کا طریق کار اور میرٹ بنانے والے افسران واہلکاران کے نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ تعیناتی کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) تحصیل چنیوٹ محکمہ تعلیم میں 2003 سے آج تک ڈی ای او (ایس ای) آفس نے 300 اور ڈی ای او (ڈبلیو ای ای) آفس نے 329 افراد کو بھرتی کیا، ان کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، مستقل پتا اور ڈومیسائل کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) تحصیل چنیوٹ محکمہ تعلیم میں 2003 سے آج تک جن افراد کو معذور کوٹا کے تحت بھرتی کیا گیا ان کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت، مستقل پتا اور ڈومیسائل کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) جز (ب) میں معذور افراد کو گورنمنٹ کی مرتب کردہ پالیسی کے مطابق اسامیوں کا 2 فیصد کوٹا نکال کر ان کو بھرتی کیا گیا ہے، میرٹ کی تفصیل، میرٹ کا طریق کار اور میرٹ بنانے

والے افسران واہلکاران کے نام، عہدہ، گریڈ اور موجودہ تعیناتی کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

جناب سپیکر: کوئی ضمنی سوال؟ Order in the House, I say order in the House, order in the House جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرے پہلے بھی ایک دو محکموں کے سوالات تھے ان میں، میں گزارش کر چکا ہوں کہ یہ جو تقرریاں ہوئی تھیں یہ غلط ہوئی تھیں۔ اس میں میرٹ کو violate کیا گیا تھا اور اس پر ایک کمیٹی بھی بنی تھی۔ اگر آپ مہربانی فرمائیں اور اس کی اگر میٹنگ ہو جائے تو میں اس میں ثبوت دے سکتا ہوں کہ یہ تقرریاں غلط ہوئی ہیں۔ اس سوال میں بھی وہی مسئلہ ہے کہ معذور کوٹے پر جو لوگ بھرتی ہوئے ہیں، کئی ایسے لوگ جن کا صرف ناخن اکھڑا ہوا ہے ان کو بھی معذور کوٹے میں سیٹ ملی ہوئی ہے اور جو اصل مستحق ہیں ان کا حق مارا گیا ہے۔ آپ مہربانی فرمائیں اگر وزیر صاحب یہ بتادیں کہ وہ اس میں کوئی کارروائی کرنا چاہتے ہیں یا نہیں کرنا چاہتے؟ یہ تو لکھے پڑھے جواب محکموں کے آجاتے ہیں اگر یہ ہر دفعہ جواب غلط دیتے رہے۔۔۔

(اذان عصر)

جناب سپیکر: اب عصر کی نماز کا وقفہ کیا جاتا ہے۔ انشاء اللہ پونے پانچ بجے ہم دوبارہ ملیں گے۔

(اس مرحلہ نماز عصر کے لئے آدھ گھنٹہ کے لئے اجلاس کی کارروائی ملتوی کی گئی)

(نماز عصر کے وقفہ کے بعد 16.45 پر جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! سوالات شروع کر دیں اور جو ممبران موجود نہیں ہیں ان کے سوالات dispose of کرتے جائیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! This is not the way. چیئر کو انتظار نہیں کرنا چاہئے، آپ کارروائی شروع کریں۔ پارلیمانی سیکرٹری صاحبہ موجود ہیں وہ جواب دینا چاہتی ہیں۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کلچر اینڈ یوتھ افیئرز (محترمہ عظمیٰ زاہد بخاری):جناب سپیکر!دیکھ لیں کہ یہ کتنے serious ہیں اور ان سے پچھلے توان سے بھی زیادہ serious ہیں۔لہذا یہ پہلے اپنے آپ کو serious behave کرائیں پھر ہمارے بارے میں بات کریں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب محمد اعجاز شفیع:جناب سپیکر!ذمہ داری کا مظاہرہ کرنا چاہئے۔آپ تمام سوالات dispose of کر دیں۔

جناب سپیکر:ایسی بات نہیں ہے۔پارلیمانی سیکرٹری بیٹھے ہیں اور جن کا سوال ہے وہ بھی بیٹھے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری:پھر وہ جواب دے دیں۔

جناب سپیکر:گھبرائیں نہیں،منسٹر صاحب آ گئے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!یہ ان کی بات کریں جنھوں نے جواب دینا ہے لیکن میرے سوال تو dispose of نہ کرائیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع:جناب سپیکر!آپ انھیں warning دیں۔

جناب سپیکر:جی،شاہ صاحب!دیکھیں،آج آگے important باتیں آ رہی ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!میں تو serious ہوں اور کھڑا ہوں۔میری طرف سے تو کوئی دیر نہیں ہے۔

جناب سپیکر:جی،ضمنی سوال کریں۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!میں نے منسٹر صاحب سے گزارش کی تھی لیکن اس وقت نماز کا وقفہ ہو گیا تھا۔

جناب سپیکر:منسٹر صاحب!شاہ صاحب کہہ رہے ہیں کہ کچھ ایسے بندے بھی تھے جن کا ناخن اترا ہوا تھا اور انھیں disable سیٹ پر بھرتی کیا گیا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ:جو ملازمین کے بچوں کا کوٹا تھا اسے بھی نظر انداز کیا گیا ہے اس طرح اس میں کافی violation ہوئی ہے۔ پہلے لوکل گورنمنٹ کے سوال کے سلسلے میں جناب کے حکم سے کمیٹی بھی

بنی تھی لیکن آج تک اس کی میٹنگ نہیں ہو سکی۔اگر وزیر صاحب مہربانی فرما کر ensure کروادیں کہ اس پر بھی کمیٹی بنتی ہے یا اسی کمیٹی میں ڈال دیتے ہیں۔

جناب سپیکر: جی، بہتر ہے کہ اس کو اسی کمیٹی میں ڈال دیا جائے۔ شاہ صاحب! منسٹر صاحب کا جواب آ لینے دیں۔جی، منسٹر صاحب!

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن/تعلیم: (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ان کا جو regarding disable quota سوال ہے اس بارے میں عرض کروں گا کہ ایک District Disability Board بنا ہوا ہے۔District Headquarter Hospital کا ایم۔ایس اس بورڈ کا سربراہ ہوتا ہے۔اس میں criteria finalize کیا جاتا ہے اور یہ سارا عمل بالکل transparent طریقے سے مکمل کیا جاتا ہے۔اگر حسن مرتضیٰ صاحب کی پھر بھی کوئی reservations ہیں تو آپ بے شک اس معاملے کو کمیٹی میں بھیج دیں، وہ اس سارے معاملے کو چیک کر لے گی۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ اس بارے میں کوئی particular case بتائیں تاکہ وہ آپ کو صحیح طریقے سے جواب دے سکیں۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن/تعلیم: (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): اس کا جو merit criteria ہے وہ سارا میرے پاس ہے اگر یہ ہاؤس میں اس کی تفصیل چاہتے ہیں تو میں دے سکتا ہوں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں اس بارے میں کوئی نام تو نہیں بتانا چاہتا۔ میں نے تو یہ گزارش کی ہے کہ already جو ایک کمیٹی بنی ہوئی ہے اسی میں یہ معاملہ بھجوادیں، میں وہاں ثبوت دے سکتا ہوں۔اب یہاں پر میں کسی کا بھلا کرتے کرتے کسی دوسرے کو نوکری سے نکلوانے کی کوشش کیوں کروں اور پھر یہ نکال بھی نہ سکیں گے اس لئے مجھے ایسی بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میں تو کہہ رہا ہوں کہ اس سے مجھے کوئی نقصان ہوا، میرا کوئی بچہ بھرتی ہونا تھا اور نہ ہی میرا کوئی بھائی بھرتی ہونا تھا۔یہ لوگوں کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے۔اگر وزیر صاحب سمجھتے ہیں کہ زیادتی ہوئی ہے تو اس کو کمیٹی میں discuss کر لیں۔ کمیٹی تو already رانا ثناء اللہ خان صاحب کی سربراہی میں بنی ہوئی ہے۔یہ ایک علیٰحدہ بات ہے کہ ایک سال سے اس کی میٹنگ نہیں ہو سکی۔ذرا اس کمیٹی کی میٹنگ کی کوئی

exact date ہی ہمیں دے دیں۔ میں وہاں یہ ساری چیزیں پیش کروں گا۔ مجھے ابھی معلوم ہوا ہے کہ آپ نے جو کمیٹی بنائی تھی وہ ابھی تک notify نہیں ہوئی، یہ تو آپ کی طرف سے دیر ہے اگر آپ اس کو notify کر دیں تو ہمارا یہ سارا مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! جو کمیٹی بنی تھی اس بارے میں آپ کو کوئی معلومات ہیں؟

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم: (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! اس وقت میرے پاس یہ portfolio نہیں تھا۔ وزیر قانون صاحب بہتر بتا سکیں گے۔ میں overall بتانا چاہوں گا کہ ضلع کا disability quota دو فیصد ہوتا ہے۔ معزز رکن نے جس ضلعے کا پوچھا ہے ہم نے اس کی exact calculation 2.4 percent نکالی ہے یعنی اس ratio سے وہاں پر disable لوگوں کو بھرتی کیا گیا ہے۔ District Disability Board کی recommendations پر transparent طریقے سے محکمے نے ان لوگوں کو بھرتی کیا ہے۔ اس کے باوجود بھی ان کی کوئی reservations ہیں تو آپ بے شک کمیٹی میں اسے بھجوا دیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! منسٹر صاحب نے تو کہہ دیا ہے کہ بے شک اس معاملے کو اس کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ٹھیک ہے، اسے کمیٹی کے سپرد کر دیں لیکن پہلے اس کمیٹی کو notify تو کریں۔ اس دن لوکل گورنمنٹ کا question day تھا اور اسی حوالے سے یہ کمیٹی بنی تھی۔ اس میں ملازمین کے بچوں کا جو کوٹا ہوتا ہے وہ بھی سابق حکومت کھا گئی تھی، اس disable quota میں بھی یہی کچھ ہوا ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! کیا اس معاملے کو بھی اسی کمیٹی میں بھجوا دیا جائے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے تو اس کمیٹی کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے کہ وہ کمیٹی کب بنی تھی اور کہاں پر اس کا وجود ہے؟ سیکرٹری صاحب اس بارے میں وضاحت کر دیں کہ آیا کوئی کمیٹی بنی بھی تھی یا نہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! جب رانا صاحب حج پر گئے تھے تو اس سے کوئی مہینہ پہلے یہ کمیٹی بنی تھی۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: یہ کیا ہو رہا ہے، کیا یہ کوئی legislation ہو رہی ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! محترمہ کو بتائیں کہ اسمبلی میں کیسے بولتے ہیں، کھڑے ہو کر پہلے اجازت لی جاتی ہے اور پھر بات کی جاتی ہے۔

جناب سپیکر: Please, no cross talk محترمہ! آپ خاموش بیٹھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: یہ cross talk بھی کرتے ہیں اور پھر اس پر شور اور واویلا بھی کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: ان کو چھوڑیں، آپ اپنی بات کریں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! کیسے کروں؟ میں بات کر رہا ہوں اور وہ درمیان میں بولنا شروع ہو جاتی ہیں۔ میں نے آپ سے درخواست کی ہے کہ انھیں حکم دیں کہ کسی طریقے سے بات کیا کریں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! کیا آپ کو اس تاریخ کا علم ہے جس دن یہ کمیٹی بنی تھی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے عرض کیا ہے کہ جب رانا صاحب حج پر گئے تھے تو اس سے کوئی ایک مہینہ پہلے کی بات ہے۔

جناب سپیکر: آپ کوئی exact date بتادیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! مجھے confirm date معلوم نہیں ہے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! منڈی بہاؤالدین کے ڈی سی او اور ایک معزز ممبر کی آپس میں جو بدمزگی ہوئی تھی اس حوالے سے بھی آپ نے ایک کمیٹی بنائی تھی اس نے اپنا کام پورا کیا اور نہ کبھی وہ دوبارہ meet ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: کیا آپ اس کے ممبر نہیں تھے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جی، میں ممبر تھا لیکن اس کمیٹی نے اپنا کام پورا نہیں کیا۔ اس میں اور issues بھی تھے جو کہ ابھی pending تھے، ہم نے ان میں سے صرف ایک کام کیا اور دوبارہ اس کی کوئی میٹنگ نہیں ہوئی۔

جناب سپیکر: چلیں، رانا صاحب! جو جو committees بنی ہوئی ہیں ان کی کوئی رپورٹ پیش کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گا کہ یا تو آپ کمیٹی بنایا نہ کریں اگر بنائیں تو پھر ان کے ذمے جو کام لگے اسے پورا کروایا کریں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ شاہ صاحب! اس کمیٹی کو چیک کر لیتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ کمیٹی پچھلے اجلاس میں بنی تھی۔ پچھلے اجلاس میں لوکل گورنمنٹ کا دن تھا اور وقفہ سوالات میں یہ کمیٹی بنی تھی۔ میرا سوال لوکل گورنمنٹ کے متعلق ہی تھا اور اسی پر آپ نے یہ کمیٹی بنائی تھی۔

جناب سپیکر: چلیں، اس کو چیک کر لیتے ہیں اگر وہ notify نہیں ہوئی تو پھر اس کو notify کرواتے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: تو میرے اس سوال کو اتنی دیر تک pending فرما دیں۔

جناب سپیکر: چلیں، اس سوال کو pending کیا جاتا ہے۔

جناب سعید اکبر خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! کچھ عرصہ پہلے کالجوں میں بھرتیاں ہوئیں اور ان میں بہت بڑی دھاندلی اور کرپشن کی گئی۔ اس بارے میں وزیر اعلیٰ صاحب نے بڑی سختی سے نوٹس لیا اور سیکرٹری (کالجز) کو ہدایت کی کہ اس شکایت کو آپ probe کریں اور اس پر ایکشن لیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ جو کمیٹی تشکیل دے رہے ہیں اس معاملے کو بھی اس کمیٹی میں ڈال دیں۔ یہ بھی ایک اسی طرح کا معاملہ ہے، بھرتیوں سے related ہے۔ کمیٹی اس بارے میں بھی thrash out کرے اور اس میں پائی جانے والی خامیوں اور خرابیوں کو اس ہاؤس کے سامنے لائے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! اس بارے میں جواب دیں کہ کیا وزیر اعلیٰ صاحب نے ایسی کوئی ہدایت جاری کی تھی؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! کس بارے میں؟

جناب سپیکر: بھرتیوں کے بارے میں، جیسا کہ سعید اکبر خان صاحب فرما رہے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! بھرتیاں تو merit پر ہو رہی ہیں۔

جناب سپیکر: سعید اکبر نوانی صاحب نے جو کچھ فرمایا ہے کیا وہ آپ نے نہیں سنا؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): سعید اکبر خان صاحب نے جو کچھ بھی فرمایا ہے انھوں نے بالکل بجا فرمایا ہے لیکن جو بھرتیاں ہو رہی ہیں ان کے متعلق باقاعدہ ایک criteria set کیا گیا ہے اور سب بھرتیاں merit پر ہو رہی ہیں۔

جناب سعید اکبر خان: جناب سپیکر! جو بھرتیاں ابھی ہو رہی ہیں میں ان کی بات نہیں کر رہا بلکہ جو بھرتیاں ہو چکی ہیں میں ان کی بات کر رہا ہوں۔ رانا صاحب سیکرٹری (کالجز) سے inquire کر سکتے ہیں۔ وہ ان کو بتائیں گے definitely ایک direction وزیر اعلیٰ صاحب کی طرف سے آئی تھی۔ ان کو کافی زیادہ لوگوں نے یہ شکایات کی تھیں، ایم پی اے صاحبان نے بھی شکایات کی تھیں چنانچہ انھوں نے اس پر direction دی تھی کہ اس بارے میں انکوائری کر کے ایکشن لیا جائے۔ میری خود سیکرٹری سے بات ہوئی تھی اور انھوں نے یہ admit کیا کہ اس میں خرابیاں ہیں، غلط بھرتیاں ہوئی ہیں اور انھوں نے کہا کہ میں اس پر انکوائری mark کر رہا ہوں۔ یہ بات تین چار مہینے پہلے کی ہے۔ اب معلوم نہیں کہ اس انکوائری کا کیا بنا اور وزیر اعلیٰ صاحب کی اس direction کا کیا result نکلا ہے اسی لئے میں on the floor of the House گزارش کر رہا ہوں کہ اس بارے میں وزیر قانون صاحب مفصل رپورٹ منگوائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! جہاں تک نوانی صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ سیکرٹری ہائر ایجوکیشن نے admit کیا تھا کہ غلطیاں ہوئی ہیں اس کو تو میں concede نہیں کرتا لیکن یہ ضرور ہے کہ اس قسم کی complaints آئی تھیں اور ان کے اوپر وزیر اعلیٰ نے واقعی یہ direction دی تھی کہ اس کو چیک کیا جائے۔ اب اس میں آیا کوئی غلطی یا کرپشن پکڑی گئی ہے یا نہیں، آیا کوئی ایکشن ہوا ہے یا نہیں تو میں سیکرٹری ہائر ایجوکیشن سے اس بارے میں پوری تفصیل لے کر انشاءاللہ تعالیٰ کل ہاؤس کے سامنے پیش کر دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، ٹھیک ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! جب وزیراعلیٰ صاحب نے یہ orders pass کئے تھے کہ اسے transparent بنایا جائے تو اس وقت ہمارے ضلع میں بھی بھرتی ہو رہی تھی، جو ان کے اس حکم کی وجہ سے رُک گئی تھی۔ ہمارے جھنگ کے جو (D.E.O(Colleges تھے انھیں تبدیل بھی کر دیا گیا تھا۔ آج تک وہ انکوائری ہو رہی ہے، میرے خیال میں کئی اضلاع میں بھرتی ہو گئی تھی جبکہ ہمارے ضلع میں ابھی تک وہ بھرتی رُکی ہوئی ہے تو وزیر قانون صاحب اس معاملے کی رپورٹ منگوانے کے ساتھ ساتھ اس چیز کو بھی ensure کروا دیں کہ وہ بھرتیاں جلدی ہو جائیں گی۔ یہ بھرتیاں class-IV کی ہیں، جو لوگ بے چارے بے روزگار ہیں انھیں روزگار تو ملے۔

جناب سپیکر: یہ تو میرے خیال میں آپ کے نوٹس میں بھی نہیں ہے کہ کہاں کہاں اور کس کس گریڈ میں یہ بھرتیاں کی گئی ہیں۔ بس وہ ہو گئی ہیں، اب کیا کرنا ہے، پتا نہیں اس میں کیا جواب آتا ہے؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! یہ بالکل اس طرح سے نہیں ہے۔ کوئی بھی آفیسر اس طرح سے اپنی مرضی سے کوئی بھرتی نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر: پلیز، اس کی ذرا مفصل انکوائری کروائیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس میں جو complaints آئی تھیں ان کو thoroughly check کیا گیا ہے اور اس کے متعلق رپورٹ موجود ہے، جو انھوں نے جھنگ کی بات کی ہے تو اس وقت جھنگ کے جو (DEO(Colleges تھے ان کے خلاف بھی انکوائری ہوئی ہے اور اس انکوائری کی رپورٹ پر final action approve ہو چکا ہے۔ یہ کوئی اس طرح سے معاملہ نہیں ہے لیکن اس کی جو specific report ہے وہ میں انشاء اللہ تعالیٰ کل اس معزز ایوان میں پیش کر دوں گا۔

محترمہ ساجدہ میر: جناب سپیکر! صفحہ نمبر 1 سے صفحہ نمبر 4 تک جو بھرتیاں ہوئی ہیں اس میں مخصوص نشستوں والی جو خواتین ہیں ان کو نظر انداز کیا گیا ہے اور ہمیں ایک بھی job نہیں ملی۔ میں یہ سمجھتی ہوں کہ ہمارے ساتھ زیادتی ہے اور اس سے پہلے آپ لوگوں نے ہمیں فنڈز نہیں دیئے، اب بھرتیوں کے معاملے میں بھی آپ ہمیں ignore کر رہے ہیں۔ جب ہم بات کرتے ہیں کہ ہم نے ڈیم

بنانے ہیں، ہم نے پل بنانے ہیں تو ہم سمجھتے ہیں کہ اس معاشرے میں ہم نے اچھے انسان بھی بنانے ہیں ۔ خدا کے لئے دس فیصد ہمارا کوٹا ہے اس پر ہی implementation کروادیں ۔ خواتین کا جو مخصوص کوٹا ہے وہی ہمیں دے دیں تاکہ ہم بھی اپنے علاقے میں ایک آدھ نوکری کسی کو دے سکیں، کسی کو چپڑاسی ہی لگوادیں۔(نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر: جی،راناصاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر! بھرتیوں کے لئے ایک criteria مقرر کیا گیا ہے۔اس کے مطابق پنجاب میں ہر وہ شخص جو required qualification رکھتا ہے اس کے لئے open field ہے اور اگر وہ merit کو touch کرے گا تو پنجاب حکومت اس بات کی bound ہے کہ اسے وہ نوکری دے۔اس میں pick and choose والی بات نہیں ہے اور نہ ہی یہ اس حکومت کا نقطہ نظر ہے اور نہ ہی pick and choose کیا جائے گا۔

جناب طاہر اقبال چودھری: جناب والا! اصل بات یہ ہے کہ یہاں پر صحیح بات نہیں کی جارہی، تقریباً آدھے گھنٹے سے جو تقریریں ہو رہی ہیں، اصل معاملہ یہ ہے کہ یہ جو appointments میں delay ہوئی ہے اس میں سب سے بڑا مسئلہ یہی ہے جو ادھر سے خاتون رکن اسمبلی نے بات کی ہے کہ ہمارا جو کوٹا ہے [**********]

جناب سپیکر: نہیں، یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ This is not a point of order. This is irrelevant. آپ تشریف رکھیں۔(قطع کلامیاں)

ان نازیباالفاظ کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: [**********]

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ مجھے جواب لینے دیں۔ وزیر قانون صاحب بات کا جواب دے رہے ہیں۔(قطع کلامیاں)

Order please. Order in the House.

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناءاللہ خان): جناب والا!جو بھرتیاں اس وقت تک ہوئی ہیں وہ میرٹ پر ہوئی ہیں اور پنجاب پبلک سروس کمیشن نے کی ہیں اور محکمہ تعلیم جو recruitment کر رہا ہے وہ criteria کے مطابق کر رہا ہے اور اس میں criteria open ہے۔ اس میں یہ لکھا ہوا ہے کہ میٹرک میں فرسٹ ڈویژن کے کتنے نمبر ہیں، سیکنڈ ڈویژن کے کتنے ہیں، گریجویشن میں کتنے نمبر ہیں۔ اس کے مطابق تمام procedure complete ہو رہا ہے ۔ انٹرویو کے بھی ہم نے نمبر کم سے کم کرکے صرف پانچ رکھے ہیں۔ اس بات کی گواہی اس بات سے بھی ملتی ہے کہ treasury benches سے جو دوست ہیں معزز ممبران ہیں ان کو بھی گلہ ہے لیکن وزیر اعلیٰ پنجاب نے یہ کہا ہے کہ نوکری حاصل کرنا جو ہے ہر پاکستانی کا، ہر شہری کا میرٹ پر حق بنتا ہے۔[**********](قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: انہوں نے کسی کا نام نہیں لیا۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب والا!بات تو class four کے ملازمین کی ہو رہی تھی۔ یہ انٹر اور میٹرک پاس کا criteria بتا رہے ہیں۔[*********]

جناب سپیکر: پھر آپ وہی بات کر گئے ہیں۔اس ماحول کو اچھا رہنے دیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب والا!بات تو class four کے ملازمین کی ہو رہی تھی۔(قطع کلامیاں)

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر![********] یہ غیر پارلیمانی لفظ ہے؟

جناب سپیکر: یقیناً۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!اگر یہ لفظ غیر پارلیمانی ہے۔(قطع کلامیاں)

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر:ان کی بات سنیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع:جناب والا!سید حسن مرتضیٰ خود یہ الفاظ بول رہے ہیں۔

جناب سپیکر:میں نے کہہ دیا ہے کہ یہ الفاظ غیر پارلیمانی ہیں۔(قطع کلامیاں)

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!بات بھی نہیں کرنے دیتے عجیب آدمی ہیں۔

جناب سپیکر:جی،آپ سنائیں۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!یہ جو پچھلے دور میں مونس الٰہی فورس بھرتی کی گئی تھی۔۔۔

جناب سپیکر:جی،نہیں۔.No personal attack۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!ان کے domicile۔۔۔

جناب سپیکر:شاہ صاحب!تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!یہ ساری باتیں کرلیں۔

جناب سپیکر:بس شاہ صاحب!آپ تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ:جناب سپیکر!ان کی ساری باتیں برداشت کرلیں۔

جناب سپیکر:ان کا مائیک بند کریں۔(قطع کلامیاں)

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف اپنی نشستوں پر کھڑے ہو گئے)

جناب سپیکر:آپ تشریف رکھیں۔(قطع کلامیاں)

شاہ صاحب!آپ تشریف رکھیں۔جس طرف سے بھی نازیباالفاظ آئیں گے ان کو حذف کیا جائے گا اور میں حذف کرنے کا حکم دے رہا ہوں۔(قطع کلامیاں)

سید حسن مرتضیٰ:جناب والا!اپوزیشن کی رکن نے مجھے گالی دی ہے۔

جناب سپیکر:آپ تشریف رکھیں۔

ایک آواز:کہا ہے جی،کہا ہے۔حسن مرتضیٰ کو گالی دی ہے۔

جناب سپیکر: یہ بری بات ہے۔

معزز ممبران حزب اختلاف: کسی نے گالی نہیں دی۔

جناب سپیکر: یہ بری بات ہے۔ بہت بری بات ہے۔ اگر آپ نے ایسی حرکت کی ہے تو بہت بری بات ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! کسی نے گالی نہیں دی۔

جناب سپیکر: ہراج صاحب! آپ اس معاملے کو کنٹرول کریں۔

ایک آواز: دانت نکالنے بند کریں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! انہوں نے گالی دی ہے۔ آپ ان کے خلاف جو بھی رولنگ دے سکتے ہیں یا بات کر سکتے ہیں۔ انہوں نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے اور ان کی یہ عادت بنتی جا رہی ہے۔

جناب سپیکر: اگر گالی دی ہے تو بہت بری بات ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! وہ پیچھے بیٹھ کر غلط اشارے بھی کرتی ہیں اور گالیاں بھی دیتی ہیں۔ (قطع کلامیاں)

(اس مرحلہ پر معزز خواتین حزب اختلاف احتجاجاً اپنی نشستوں سے کھڑی ہو گئیں)

پارلیمانی سیکرٹری (جناب شوکت محمود بسرا، ایڈووکیٹ): پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: تشریف رکھیں۔ You are a Parliamentary Secretary, Mr. Please sit down. I say please sit down۔ ماحول کو ٹھیک کیجئے آپ کی مہربانی۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں یہی گزارش کروں گا کہ ماحول کو ٹھیک رہنا چاہئے اور دونوں طرف سے میں گزارش کروں گا اپنے بنچوں سے اور treasury benches سے بھی گزارش کروں گا کہ سوالات کا وقت ہے اور ہمیں تہذیب کے ساتھ اس House کی کارروائی چلانی چاہئے۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: ہراج صاحب! بات یہ ہے کہ۔۔۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! یہاں جناب محسن لغاری صاحب بیٹھے ہیں، اعجاز شفیع صاحب بیٹھے ہیں پوچھیں ان سے ہمارا اتنا اچھا دوستانہ محبت پیار سے وقت گزرتا ہے لیکن جناب! ان کی خواتین ان کے کنٹرول میں نہیں ہیں۔(قہقہے)

وہ زیادتی کرتی ہیں اور ہمارے ساتھ ہر دفعہ زیادتی ہوتی ہے۔انہیں چاہئے کہ یہ ان کو سمجھائیں تاکہ اس House کے حالات خراب نہ ہوں۔(قطع کلامیاں)

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! میں یہ گزارش کروں گی کہ۔۔

جناب سپیکر: محترمہ آمنہ الفت صاحبہ! میں آپ سے بھی گزارش کروں گا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! انہوں نے کوئی ایسی بات نہیں کی۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: دیکھیں، آپ پہلے میری بات سنیں۔ دیکھیں، جس بات سے کسی معزز رکن کی دل آزاری ہوئی ہو، جس کے ساتھ کوئی زیادتی کسی معزز رکن نے کی ہو اس میں معذرت کرنے سے میں نہیں سمجھتا کہ اس کی شان میں فرق آتا ہے۔

معزز ممبران حزب اختلاف: نہیں کی۔

جناب سپیکر: جنہوں نے سنی ہے۔

معزز ممبران حزب اختلاف: نہیں کی۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: یہ بات مناسب نہیں لگتی۔(قطع کلامیاں)

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ۔۔۔

جناب سپیکر: اچھا آپ مجھے یہ بتائیں کہ مجھے آپ کیا سمجھتے ہیں؟ کھڑے ہو کر آپ بات کریں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! اگر اجازت دیں تو میں عرض کروں۔۔۔

جناب سپیکر: میری بات سنیں۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب سپیکر! میں وہ کروں گی جو آپ کہیں گے لیکن۔۔۔

جناب سپیکر: یہ آپ کے بھائی ہیں آپ یہاں ہمارے لئے نہایت ہی قابل احترام ہیں۔ اگر آپ سے کچھ ان کی دل آزاری ہوئی ہے۔

محترمہ ثمینہ خاور حیات: جناب والا! ایسی کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ یہ ہمارے معزز بھائی ہیں۔ یہ ہر بات پر خواتین کو criticize کرتے ہیں۔ یہ بتائیں کہ کیا نازیبا الفاظ استعمال کئے ہیں؟ غلط بیانی نہ کریں آپ بڑے ہیں ہمارے House کے custodian ہیں آپ جو بھی فیصلہ کریں گے۔۔۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں انہوں نے ایسی بات نہیں کی۔ آپ اس بات کو چھوڑ دیجئے گا، آپ کی مہربانی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میری مہربانی کوئی نہیں۔ آپ custodian ہیں، ہم آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہیں۔ ہم لوگ اس ہاؤس کا ماحول خراب کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ میں نے تو 5 سال ادھر بنچوں پر بیٹھ کر ان کے ساتھ گزارے ہیں ان سے پوچھیں، اس سے سخت وقت بھی گزرا ہے انہوں نے ہمیں زبردستی ہاؤس سے باہر پھینکا ہے، ہمارے خلاف پرچے کروائے ہیں لیکن ہم نے بدکلامی کی کبھی کوئی روایت ڈالی ہی نہیں ہے۔ انہیں چاہئے کہ یہ تھوڑی زبان شائستہ رکھیں، آنکھوں سے بھی اشارے، ہاتھوں سے بھی اشارے اور زبان سے بھی یہ ہمیں للکارتے ہیں، جب یہاں تک نوبت پہنچ جائے تو وہاں انسان کیا کر سکتا ہے؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ ماشاء اللہ سمجھدار ہیں۔ دیکھیں، ٹائم کہاں پہنچ گیا ہے؟ جی، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ کوئی چٹ مجھے بھیجی گئی ہے۔ doorman نے مجھے آکر پکڑائی ہے یہ زیادتی ہے۔

جناب سپیکر: یہ کیا ہے؟ یہ تو اچھی بات ہے، آپ کو اس میں کیا اعتراض ہے؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! یہ ماحول خراب کرنے والی بات ہے۔

ملک محمد وارث کلو: جناب سپیکر! یہ رقعہ ہاؤس کی property ہے لہذا میری استدعا ہے کہ یہ پڑھ کر سنائیں اس پر کیا لکھا ہوا ہے؟(قہقہے)

جناب سپیکر: میں نے آمنہ الفت صاحبہ کو floor دیا ہے۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: جناب سپیکر! آپ نے ہاؤس میں فوٹو اتارنے پر پابندی لگا رکھی ہے اور میں دیکھ رہا ہوں کہ بہت سے حضرات ہاؤس کی کارروائی کی فلم بنا رہے ہیں اور تصویریں اتار رہے ہیں۔ میرا خیال ہے کہ اس پر آپ کو ایکشن لینا چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، میں اس کا نوٹس لے رہا ہوں۔ جی، محترمہ!

محترمہ آمنہ الفت: بہت بہت شکریہ۔ جناب سپیکر! میں سمجھتی ہوں کہ آپ اگر پہلے مجھے point of order پر بات کرنے کی اجازت دے دیتے تو یہ مسئلہ وہیں ختم ہو جاتا۔ آج چونکہ ایجوکیشن کے سوالات کا دن ہے میں کافی دن سے انتظار کر رہی تھی کہ ایجوکیشن کے سوالات کا دن آئے اور میں کوئی کام کی بات کر سکوں۔

جناب والا! مورخہ 3۔ جولائی کو محکمہ تعلیم سے متعلقہ جو سوالات ہوئے تھے اس میں میاں نصیر صاحب کے سوال نمبر 14 کا جواب غلط آیا تھا اور اسی طرح کا سوال نمبر 180 میرا بھی تھا جس پر میں نے ایوان میں تحریک استحقاق بھی جمع کروائی تھی جو نامنظور ہوئی تھی۔ یہ کام عرصے سے لٹکا ہوا ہے، آپ نے شفقت فرمائی تھی اور 25۔نومبر کو دوبارہ محکمہ تعلیم کے سوالات کے دوران میں نے پوائنٹ آف آرڈر پر سوال نمبر 14 اور 180 سے متعلق آپ کی اور ہاؤس کی توجہ دلائی تھی اس وقت وزیر تعلیم اولکھ صاحب تھے تو آپ نے انہیں اس سوال سے متعلق میٹنگ کرنے کا فرمایا تھا۔ یہ مسئلہ ان 58 لوگوں کا ہے جو 1987 اور 1991 میں SS Physical Education تعینات ہوئے تھے اور جنہیں آج تک ترقی نہیں دی گئی تھی۔ ہم نے ان 58 لوگوں کو پورے صوبے سے بلا کر اولکھ صاحب سے اسمبلی میں میٹنگ کروائی تھی اس میٹنگ میں سیکرٹری ایجوکیشن نہیں آئے تھے اور جب میٹنگ ختم ہو گئی تھی تو SO صاحب آ گئے تھے۔ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ یہ متاثرہ SS Physical Education موجودہ وزیر تعلیم میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن اور میاں شہباز شریف

صاحب سے بھی ملے ہیں۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ یہ 58 لوگوں کی زندگی موت کا سوال ہے اس مسئلے کو کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ یہ کام ہونا چاہئے اس کو سختی سے کریں یا نرمی سے کریں اس کے اوپر عمل ہونا چاہئے اگر یہ چیزیں اسی طرح سے pending رہیں گی تو فضولیات میں وقت ضائع ہوتا رہے گا۔ آپ سے میری پرزور request ہے کہ اس معاملے کو کمیٹی کے حوالے کیا جائے۔ اس وقت بھی آپ نے وہ کمیٹی بنائی تھی اس لئے میں آپ سے گزارش کروں گی کہ اس مسئلے کو آگے لے کر چلیں، ان کا مسئلہ حل ہو جائے گا تو وہ لوگ آپ کو دعائیں دیں گے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر تعلیم صاحب!

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! معزز رکن جس کمیٹی کا ذکر کر رہی ہیں اس وقت میں اس کمیٹی میں نہیں تھا اور میرے پاس یہ portfolio بھی نہیں تھا۔ یہ جو 58 SS Physical Education کا مسئلہ ہے یہ مجھے بتائیں سیکرٹری صاحب کو میں بلا لوں گا، محترمہ بھی تشریف لے آئیں تو اس سلسلے میں بات کر لیں گے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اگر آپ اس معاملے پر اپنی ruling دے کر کمیٹی کے سپرد کر دیں گے تو میں سمجھتی ہوں کہ یہ کام آگے کی طرف چل پڑے گا اور میں چاہوں گی کہ اس میں speedy work ہونا چاہئے تاکہ یہ مسئلہ سرد خانے میں نہ چلا جائے۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب ذمہ داری لے رہے ہیں اگر پھر بھی اس میں آپ کوئی محسوس کریں تو مجھے بتا دیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! اگر وہاں پر منسٹر صاحب نہ ہوئے تو۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، وہاں منسٹر صاحب کیوں نہیں ہوں گے؟ آپ منسٹر صاحب سے مل کر ابھی ٹائم بنا لیں۔ شکریہ۔ next question میاں نصیر احمد صاحب کا ہے۔

میاں نصیر احمد: سوال نمبر 161۔

لاہور کالج فار وومن یونیورسٹی میں مذہبی فرائض کی ادائیگی کے لئے حصول رخصت کا مسئلہ

*161: میاں نصیر احمد: کیاوزیر ہائرایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور کالج فار وومن یونیورسٹی میں طالبات پر اعتکاف، عمرہ اور حج کے لئے رخصت لینے پر پابندی ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ لاہور کالج فار وومن یونیورسٹی کی انتظامیہ نے بی اے (آنرز) کی طالبہ کو عمرہ کی ادائیگی کے لئے رخصت دینے سے انکار کرتے ہوئے کہا تھا کہ ہم قانون کے تحت رخصت دینے کے مجاز نہ ہیں؟

(ج) اگر قانونی طور پر رخصت دینے پر پابندی ہے تو ایوان کو تفصیل سے اس قانون کے بارے میں آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست نہ ہے۔

(ب) درست نہ ہے بلکہ امتحانی قواعد وضوابط کو مدنظر رکھتے ہوئے طالبات کو راغب کیا جاتا ہے کہ اعتکاف، عمرہ وحج کی سعادت کے لئے رخصت تعلیمی سیشن آف ہونے پر لی جائے تاکہ ان مقدس عبادات کی ادائیگی دل جمعی وخشوع وخضوع سے ہو سکے۔

(ج) رخصت دینے پر پابندی نہ ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس سوال کے پہلے جز میں سوال تھا کہ کیا یہ درست ہے کہ لاہور کالج فار وومن یونیورسٹی میں طالبات پر اعتکاف، عمرہ اور حج کے لئے رخصت لینے پر پابندی ہے اس حوالے سے انہوں نے جز (الف) اور (ب) کا جواب بڑے طریقے کے ساتھ دیا ہے۔ اس سے پہلے میں بتانا چاہتا ہوں کہ 07-2006 کے اندر چند بچیوں نے اس کالج سے اجازت مانگی تھی تو انہیں ایک بڑا خوب صورت جواب دیا گیا تھا کہ اگر آپ حج، عمرہ یا اعتکاف اس طرح کی کوئی سرگرمی کرنا چاہتی ہیں تو

یونیورسٹی سے فارغ ہونے کے بعد کیجئے گا کیونکہ اس وقت ایک آمر کی مادر پدر آزادی کی ایک visionتھی جو اس وقت کالجوں اور یونیورسٹیوں کو دی ہوئی تھی۔(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر:آپ کو کیا ہو گیا ہے؟انہیں بات کرنے دیں۔آپ ان کی بات ہی نہیں سنتے،انہوں نے کسی کا نام لیا ہے؟(قطع کلامیاں)

انہوں نے کس کا نام لیا ہے؟(قطع کلامیاں)

ان کا پورا نام عامر سلطان چیمہ ہے،یہ "ع" سے لکھا جاتا ہے اور وہ "آ" سے لکھا جاتا ہے۔آپ ان کی بات سنیں۔میاں صاحب!میں آپ سے ملتمس ہوں،آپ questionکے بارے میں بات کریں،آپ تقریر شروع کر دیتے ہیں اس کا فائدہ کوئی نہیں ہے۔

میاں نصیر احمد:جناب سپیکر!یہ تقریر نہیں ہے میں اس questionکی تھوڑی سی historyبتا رہا ہوں۔

جناب سپیکر:آپ historyکو چھوڑ دیں،آپ اس سوال کا جواب لیں۔

میاں نصیر احمد:جناب سپیکر!میں supplementary questionکرنے جا رہا ہوں،یہ سن تو لیں کہ اس وقت ان بچیوں کو یہ جواب دیا گیا تھا کہ پاکستان کے اندر پاکستان کے پریذیڈنٹ کی visionروشن خیالی کی ہے اور ہم وہ روشن خیالی کی visionتمام کالجوں اور یونیورسٹیوں کے اندر لاگو کرنا چاہتے ہیں لیکن وہ visionتو لاگو نہ ہو سکی اور وہ visionلاگو کرنے والا بھی نہ رہا۔جناب منسٹر صاحب سے میرا یہ سوال ہے کہ 18۔فروری کے بعد جب یہ حکومت آئی ہے تو کیا ان اداروں کی اپنی کوئی پالیسی ہے جو وقت کے آمروں اور ڈکٹیٹروں کے مرہون منت نہ ہو بلکہ ان تعلیمی اداروں کی کوئی ایسی پالیسی ہے جو ہمارے معاشرے کی عکاس ہو؟

جناب سپیکر:جی،وزیر تعلیم!

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):جناب سپیکر!میرے فاضل دوست نے جو بات کی ہے تو میں ان کو بتانا چاہوں گا کہ پچھلے سال 2008میں ایک طالبہ کو عمرہ کے لئے،تین طالبات کو حج پر جانے کی اجازت دی گئی اور تقریباً ساٹھ طالبات اور اساتذہ کو اعتکاف کے لئے رخصت

دی گئی۔اگر ان کے پاس پچھلے دور کی کوئی مثال ہے تو ہم اس کے ذمہ دار نہیں ہیں۔اس کے علاوہ میں یہ بتانا چاہوں گا کہ لاہور کالج برائے خواتین میں ایف۔اے، ایف۔ایس۔سی کے علاوہ بی۔اے، بی۔ایس۔سی (آنرز) اور ماسٹر کی کلاسیں ہوتی ہیں جن میں سمیسٹر سسٹم ہوتا ہے اور اعتکاف اور حج کے دن مخصوص ہوتے ہیں اگر سمیسٹر سسٹم میں طالبات رخصت لیں تو ان کا سال ضائع ہونے کا خطرہ ہوتا ہے۔اس وجہ سے شاید طالبات رخصت نہیں لیتیں لیکن اگر کوئی رخصت apply کرے تو کالج کے قوانین میں اجازت ہے اور ان کو اس مقصد کے لئے رخصت ملتی ہے۔

جناب سپیکر: جی، ہراج صاحب!

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! انھوں نے کہا ہے کہ پابندی نہیں ہے۔اس پر میرا یہ ضمنی سوال ہے کہ کیا یہ پورے پنجاب میں ہے کہ کسی بھی سرکاری تعلیمی ادارے میں رخصت مانگنے پر رخصت مل جاتی ہے اس میں حکومت پنجاب کی کیا پالیسی ہے؟

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! یہ نیا سوال بنتا ہے لیکن میں اس کا جواب یہ دیتا ہوں کہ بالکل حکومت کی پالیسی ہے کہ مذہبی معاملات حج، عمرہ اور اعتکاف کے لئے اگر کوئی رخصت مانگتا ہے تو اساتذہ اور طلباء کو رخصت ملتی ہے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! یہ پالیسی کب سے ہے؟ انھوں نے یہ بھی کہا ہے کہ رخصت پر ممانعت نہیں ہے تو میں یہ پوچھنا چاہوں گا کہ یہ پالیسی ہے کہ اس کام کے لئے رخصت لی جا سکتی ہے اور رخصت پر جانا ہر کسی کا حق ہے یعنی اس رخصت کو روکا نہیں جا سکتا۔کیا یہ تحریری پالیسی ہے یا زبانی پالیسی ہے؟

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! یہ نیا سوال بنتا ہے۔یہ نیا سوال کریں گے تو میں ان کو جواب دے دوں گا۔مجھے اس کا جواب آتا ہے اور میں جواب دے سکتا ہوں مگر یہ ضمنی سوال نہیں بنتا۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! وزیر صاحب سے اگر تین لفظ پوچھے گئے ہیں تو کم از کم۔۔۔

جناب سپیکر: انھوں نے بتا تو دیا ہے، آپ اور کیا پوچھنا چاہتے ہیں؟

جناب محمد اعجاز شفیع: ہم پالیسی پوچھنا چاہ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ تو پالیسی کی dates پوچھ رہے ہیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! یہ متعلقہ سوال ہے۔وزیر صاحب سیکرٹری سے چٹ لے کر بتا دیں۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں کیوں سیکرٹری سے چٹ لوں۔یہ نیا سوال بنتا ہے۔آپ اس پر اپنی رولنگ دیں۔یہ طریق کار ٹھیک نہیں ہے کہ یہ اٹھ جاتے ہیں۔انھوں نے اسمبلی کو مذاق بنایا ہوا ہے۔

جناب سپیکر: یہ میں کنٹرول کروں گا۔

جناب محمد اعجاز شفیع: یہ سیکرٹری سے پوچھ کر بتادیں تاکہ ہاؤس میں یہ بات clear ہو جائے۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! یہ بھی پانچ سال وزیر رہے ہیں۔ان کو اس بات کا پتا ہونا چاہئے۔میں ان سے یہی گزارش کروں گا کہ یہ نیا سوال کریں تو ہم اس کا جواب دے دیں گے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! میں نے یہ پوچھا تھا کہ رخصت لینا حق ہے یا نہیں ہے۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں ان کے سارے سوالوں کا جواب دے سکتا ہوں لیکن ان کا نیا سوال بنتا ہے۔

جناب سپیکر: اگلا سوال سید حسن مرتضیٰ صاحب کا ہے۔جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: سوال نمبر 69۔

گورنمنٹ گرلز ہائی سکول چوبرجی گارڈنز لاہور میں
تعینات معلمات کی تعداد اور دیگر تفصیلات

*69: **سید حسن مرتضیٰ:** کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) گورنمنٹ گرلز ہائی سکول چوبرجی گارڈنز کوارٹرز لاہور میں تعینات معلمات کی تعداد کتنی ہے؟

(ب) ان معلمات کی سروس بکس اور دیگر معاملات نمٹانے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے؟

(ج) اس سکول میں تعنیات کتنے ملازمین کی سروس بکس مکمل ہیں اور کن کن کی نامکمل ہیں؟

(د) ان ملازمین کی سروس بکس مکمل کرنے کی ذمہ داری کس پر عائد ہوتی ہے اور سروس بکس مکمل نہ کرنے پر حکومت کیا ایکشن لے رہی ہے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) سکول ہذا میں معلمات کی تعداد 75 ہے۔

(ب) معلمات کی سروس بکس ودیگر معاملات نمٹانے کی ذمہ داری ہیڈمسٹریس / ڈی ڈی او پر عائد ہوتی ہے۔

(ج) سکول ہذا میں تعینات تمام ملازمین کی سروس بکس مکمل ہیں کسی کی سروس بک نامکمل نہیں ہے۔

(د) سروس بکس مکمل کرنے کی ذمہ داری ہیڈمسٹریس پر عائد ہوتی ہے اور مکمل نہ کرنے پر محکمانہ کارروائی کی جاتی ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں نے جس وقت یہ سوال دیا تھا تو اس وقت اساتذہ کی service books کا مسئلہ تھا۔ اب جواب میں ہے کہ ہیڈمسٹریس پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور وہ مکمل ہو گئی ہیں۔ وزیر صاحب یقین دہانی کروادیں کہ یہ جواب درست ہے اور مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ میں نے پتا نہیں کیا لیکن میں پتا کر لوں گا۔ اگر مسئلہ حل نہ ہوا تو میں دوبارہ پھر ہاؤس میں وزیر صاحب سے پوچھ لوں گا۔

جناب سپیکر: کیا آپ ان کے جواب سے مطمئن ہیں؟

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں ان کے جواب سے مطمئن ہوں۔ میں یہ کہہ رہا ہوں کہ یہ ہو گیا ہو گا اور مجھے پورا یقین ہے کہ وزیر صاحب غلط نہیں کہہ رہے۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! جب یہ سوال محکمے کو بھیجا گیا تھا تو اس وقت سکول ہذا میں تعداد 75 تھی جو آج 73 ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے سروس بک کی بات کی ہے تو ہیڈ مسٹریس کا مکمل طور پر اختیار ہوتا ہے۔ اگر کسی بھی قسم کی کوتاہی ہو تو P.E.D.A کے تحت disciplinary action لیا جاتا ہے۔ اس سوال کا جواب محکمے نے بالکل صحیح دیا ہے۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! وہ آپ کے جواب سے پہلے ہی مطمئن ہو چکے ہیں۔ شکریہ۔ اگلا سوال محترمہ عارفہ خالد پرویز صاحبہ کا ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتیں۔ اس لئے یہ سوال dispose of کیا جاتا ہے۔ اگلا سوال ڈاکٹر سامیہ امجد صاحبہ کا ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: On her behalf Q. No. 245 (معزز رکن نے ڈاکٹر سامیہ امجد کے ایماء پر طبع شدہ سوال نمبر 245 دریافت کیا)

جناب سپیکر: کیا یہ سوال پڑھا ہوا تصور کر لیں؟

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میری درخواست ہے کہ وزیر صاحب اس کا جواب پڑھ دیں۔

ایجوکیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت محکمہ تعلیم کی کارکردگی

*245: ڈاکٹر سامیہ امجد: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایجوکیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت محکمہ تعلیم کی کارکردگی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس پروگرام کے تحت صوبہ کے متعدد سکولوں کی عمارتوں، چار دیواری اور فرنیچر وغیرہ کی فراہمی میں نمایاں بہتری لائی گئی ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس پروگرام کے تحت سکولوں میں بچوں کے داخلہ جات، سکولوں میں بچوں کی حاضری اور ٹیچرز کی حاضری میں نمایاں بہتری ہوئی ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت یہ پروگرام جاری رکھنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) یہ درست ہے کہ پنجاب ایجوکیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت محکمہ تعلیم کی کارکردگی میں نمایاں اضافہ ہوا ہے۔(قطع کلامی)

میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ کے دور میں محکمہ تعلیم میں کیا ہوتا تھا۔

جناب سپیکر: آپ آرام سے بیٹھیں۔اور سنیں۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

اس پروگرام پر عملدرآمد سے نہ صرف سکولوں میں بچوں کے داخلوں میں اضافہ ہوا بلکہ سکولوں کو missing facilities کے لئے فنڈز بھی فراہم کئے گئے ہیں۔

علاوہ ازیں حکومت پنجاب تعلیم کے شعبہ میں خاطر خواہ بہتری کی خواہاں ہے اور اس مقصد کے لئے متعدد اقدامات کئے گئے ہیں۔ پنجاب ایجوکیشن سیکٹر ریفارمز پروگرام کے تحت میٹرک تک کے طلبہ کو مفت کتابوں کی فراہمی کی جاتی ہے۔صوبہ کے 15 کم شرح خواندگی والے اضلاع میں کلاس ششم سے دہم تک بچیوں کو کم از کم 80 فیصد حاضری کی بنیاد پر 200 روپے ماہوار وظیفہ بھی دیا جاتا ہے جس سے ان اضلاع میں سکول جانے والی بچیوں کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے۔ان اقدامات سے تعلیم کے سیکٹر میں حوصلہ افزاء نتائج سامنے آئے ہیں۔

(ب) یہ درست ہے کہ اس پروگرام کے تحت صوبہ کے متعدد سکولوں کی عمارتوں، چار دیواری ودیگر بنیادی ضروریات فراہم کی گئی ہیں۔تاہم پالیسی نقائص کی وجہ سے کسی بھی سکول کی تمام ضروریات پوری نہ کی جاسکی ہیں۔اس بناء پر موجودہ حکومت نے نئی پالیسی وضع کی ہے جس کے تحت اب کسی بھی سکول میں تمام ضروریات پوری کی جاسکتی ہیں۔

جناب سپیکر! میں اس میں یہ بتانا چاہوں گا کہ ان کے دور کے وزیراعلیٰ نے اس وقت پچاس کروڑ روپے اپنی ذاتی تشہیر کے اوپر خرچ کئے جو ایجوکیشن کا فنڈ تھا۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! یہ جواب تو پورا پڑھ لیں۔

جناب محمد یار ہراج: اب یہ کہیں اور سے شروع ہو گئے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ ان پر پابندی نہیں لگا سکتے کہ وہ آگے بات ہی نہ کریں۔ پلیز، تشریف رکھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! وہ صرف جواب ہی پڑھیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آپ نے کہا کہ جواب پڑھا جائے۔ وہ پڑھ رہے ہیں اور آپ سنتے جائیں۔ منسٹر صاحب! جس سے ان کو تکلیف نہ ہو ایسی بات کریں۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن/تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! مجھے حقائق تو بتانے چاہئیں۔

جناب سپیکر: نہیں۔ آپ ان کی دل آزاری نہ کریں۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن/تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! اس وقت کے وزیراعلیٰ نے پچاس کروڑ روپے سے زیادہ اپنی تشہیر پر پڑھے لکھے پنجاب کے نام پر خرچ کئے اور آج کے وزیراعلیٰ کو دیکھئے۔

معزز ممبران حزب اختلاف: شیم، شیم۔ (قطع کلامیاں)

MINISTER FOR EXCISE & TAXATION/EDUCATION (Mian Mujtaba Shuja ur Rehman): Shame for them, shame for their Leader, sir.

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! انہیں صرف جواب پڑھنے کے لئے کہا گیا تھا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: صرف جواب پڑھا جائے۔ policy statement نہ دیں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آپ بیٹھیں گے تو جواب سنیں گے، کیا آپ جواب نہیں سننا چاہتے؟

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! ورلڈ بنک سے قرضے پر لئے گئے پیسے ان کا وزیر اعلیٰ اپنی ذاتی تشہیر پر "پڑھے لکھے پنجاب" کے نام پر خرچ کرتا رہا، یہ کس منہ سے یہاں کھڑے ہو کر بات کرتے ہیں؟

جناب محمد اعجاز شفیع: جز(د) کا جواب تو پڑھ لیں۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! میں حقائق بتا رہا ہوں۔ ان میں سننے کی ہمت نہیں ہے۔ ان کے وزیر اعلیٰ پرویز الٰہی نے بچوں کی کتابوں کے اوپر قائد اعظم محمد علی جناح کی تصویر ہٹا کر اپنی تصویر لگا دی۔

جناب سپیکر: میاں مجتبیٰ صاحب! آپ سوالات کے جواب دے کر بات کو ختم کریں۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! جز(ج) یہ ہے کہ یہ بھی درست ہے کہ اس پروگرام کے تحت سکولوں میں بچوں کے داخلہ جات، بچوں کی حاضری اور ٹیچروں کی حاضری میں نمایاں بہتری ہوئی ہے اور اس کا credit ہمارے وزیر اعلیٰ میاں محمد شہباز شریف صاحب کو جاتا ہے جنہوں نے 14-اگست 2008 کو پرائمری ایجوکیشن کے نام پر enrolment شروع کی۔ (قطع کلامیاں)

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! ان کے وزیر اعلیٰ کو نہیں بلکہ ہمارے وزیر اعلیٰ کو جاتا ہے۔ منسٹر صاحب کو صرف پڑھنے کے لئے کہا گیا تھا اور یہ اپنی طرف سے statement دے رہے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جز(د) بھی پڑھیں۔ وہ تو ایسے ہی چھوڑ دیا ہے۔

جناب سپیکر: لغاری صاحب! آپ ان کی وضاحت تو سنیں۔ This is not good. Really I am not allowing you. Please sit down and listen to the Minister.

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! جز(د) کا جواب ہے کہ حکومت پنجاب نہ صرف اس پروگرام کو جاری رکھے گی بلکہ اس میں مزید بہتری کے اقدامات کر رہی ہے۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔ میرا منسٹر صاحب سے اسی سوال سے relatedضمنی سوال ہے۔(قطع کلامیاں)

MR. SPEAKER: Order please. Order in the House. No comments and no cross talk.

جی، میاں صاحب! تشریف رکھیں۔

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! میں ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ اپنے سوال سے خوش نہیں ہوئے ؟

میاں نصیر احمد: جناب سپیکر! اس پر میرا بڑا ضروری ضمنی سوال ہے جو میں کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ صرف آپ کا ضمنی سوال ہوگا اور اس کے بعد سوالات کا وقت ختم ہو جائے گا۔

میاں نصیر احمد: شکریہ۔ جناب سپیکر! منسٹر صاحب نے جز(ج) کا جواب دیا ہے کہ ان سکولوں میں بچوں کے داخلہ جات، بچوں کی حاضری اور ٹیچیر وں کی حاضری کے حوالے سے بات کی ہے تو آج سے ٹھیک ڈیڑھ مہینہ پہلے ورلڈ بنک کی ایک رپورٹ آئی ہے۔ میں منسٹر صاحب کی اس بات سے بالکل اتفاق نہیں کرتا کیونکہ ورلڈ بنک کی رپورٹ میں یہ کہا گیا ہے کہ اس وقت کے وزیر اعلیٰ نے اپنی modeling پر 60 کروڑ روپیہ لگایا تھا اور اس کے ساتھ ساتھ پنجاب کے urban areas کے 33 فیصد بچوں کی رجسٹریشن drop ہوئی ہے جناب منسٹر صاحب اس کا جواب دے دیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ صرف ضمنی سوال کریں۔ This is not a relevant question پلیز، تشریف رکھیں۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن/تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن): جناب سپیکر! معزز رکن میاں نصیر صاحب نے جو بات کی ہے وہ درست ہے۔ سابق وزیر اعلیٰ نے قرضے پر لیا گیا پچاس کروڑ روپیہ اپنی ذاتی تشہیر اور نمود و نمائش پر خرچ کیا جو تعلیم کے لئے مختص تھا۔۔۔

جناب سپیکر: تمام اراکین تشریف رکھیں۔ وقفہ سوالات ختم ہوتا ہے۔

وزیر ایکسائز اینڈ ٹیکسیشن / تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمن): جناب سپیکر! میں بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھتا ہوں۔

جناب سپیکر: بقیہ سوالات کے جوابات ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے۔

نشان زدہ سوالات اور ان کے جوابات

(جو ایوان کی میز پر رکھے گئے)

پنجاب یونیورسٹی کی طرح کالجز میں بھی سمسٹر سسٹم رائج کرنے کا معاملہ

*278: محترمہ عارفہ خالد پرویز: کیا وزیر ہائر ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ پنجاب یونیورسٹی نے دو سال سے ایم ایس سی سٹوڈنٹس کے لئے امتحان کا سمسٹر سسٹم رکھا ہوا ہے جبکہ یونیورسٹی نے اپنے affiliated کالجز میں annual سسٹم کر رکھا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ پنجاب یونیورسٹی کا یہ عمل affiliated کالجز کے سٹوڈنٹس کے لئے انصاف پر مبنی نہ ہے؟

(ج) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت یونیورسٹی کی طرح اس کے affiliated کالجز میں بھی ایم ایس سی کے سٹوڈنٹس کے لئے سمسٹر سسٹم رائج کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست ہے۔

(ب) درست نہ ہے۔

(ج) سمسٹر سسٹم کے مؤثر اطلاق کے لئے تدریسی عملہ کی تعداد، جدید کمپیوٹر لیبارٹریز، لائبریریز اور شفاف امتحانی نظام کا حصول اولین ترجیحات ہیں۔حکومت پنجاب کی کوشش

ہے کہ سمسٹر سسٹم کے اجراء کے لئے سرکاری کالجوں میں مذکورہ ضروریات کو پورا کر کے یونیورسٹیوں اور کالجوں میں یکساں تعلیمی نظام رائج کر دیا جائے۔

گورنمنٹ ہوم اکنامکس کالج لاہور میں پرائیویٹ کمپیوٹر سنٹر کے قیام کا مسئلہ

*328: میاں نصیر احمد: کیا وزیر ہائر ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ہوم اکنامکس کالج لاہور میں کسی پرائیویٹ کالج کو کمپیوٹر کورسز کرانے کے لئے کمپیوٹر سنٹر بنا کر دیا گیا ہے، مذکورہ کالج کا نام و مالکان کے ناموں سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ گورنمنٹ ہوم اکنامکس کالج میں سرکاری طور پر بھی کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ کا آغاز ہو چکا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ پرائیویٹ کمپیوٹر سنٹر کی فیس اور سرکاری کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ کی فیس میں بہت زیادہ فرق ہے، دونوں کی فیسوں کی مکمل تفصیلی فہرست پیش کی جائے نیز دونوں سنٹرز میں داخلہ لینے والی طالبات کی تعداد علیٰحدہ علیٰحدہ بتائی جائے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ کالج میں پرائیویٹ کمپیوٹر سنٹر چلانے والے مالکان دیگر سرکاری کالجوں میں بھی سنٹرز چلا رہے ہیں، مذکورہ کالجوں کے ناموں سے بھی ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ہ) گورنمنٹ ہوم اکنامکس کالج میں پرائیویٹ کمپیوٹر سنٹر بنانے کے لئے کب اور کس اتھارٹی نے اجازت نامہ جاری کیا تھا، کاپی فراہم کی جائے؟

(و) کیا یہ بھی درست ہے کہ ہوم اکنامکس کالج کا نام استعمال کر کے پرائیویٹ کمپیوٹر سنٹر کے مالکان وانتظامیہ اپنے داخلوں میں اضافہ کرتے ہیں؟

(ز) کیا حکومت سرکاری کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ کے قیام کے بعد پرائیویٹ کمپیوٹر سنٹر کو بند کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست ہے۔ گورنمنٹ ہوم اکنامکس کالج لاہور میں 1998 سے کمپیوٹر سنٹر کو ایک پرائیویٹ ادارہ (WISE) برائے خواتین چلا رہا تھا جس کی مالکہ کا نام مسز حامدہ طارق تھا اور ایڈریس 48۔مین گلبرگ تھا۔

(ب) درست ہے۔

(ج) درست ہے۔پرائیویٹ کمپیوٹر سنٹر کی فیس-/2400 روپے فی طالبہ سالانہ جبکہ سرکاری کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ کی فیس-/1000 روپے فی طالبہ سالانہ ہے۔ سرکاری کمپیوٹر ڈیپارٹمنٹ میں طالبات کی تعداد 295 ہے۔(دونوں کمپیوٹر سنٹرز کا تقابلی جائزہ منسلکہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے)

(د) درست ہے۔گورنمنٹ کالج آف ہوم اکنامکس گلبرگ میں پرائیویٹ کمپیوٹر سنٹرز چلانے والے مالکان لاہور اور دیگر سرکاری کالجوں میں بھی اپنے کمپیوٹر سنٹرز چلا رہے ہیں۔لاہور کے سرکاری کالجز میں گورنمنٹ فاطمہ جناح کالج اور دیال سنگھ کالج بھی شامل ہیں۔

(ہ) گورنمنٹ کالج آف ہوم اکنامکس میں پرائیویٹ کمپیوٹر سنٹر کے قیام کا آغاز حکومت پنجاب محکمہ تعلیم کی پالیسی 1998 کے تحت کیا گیا۔کالج ہذا کی اس وقت کی پرنسپل صاحبہ پروفیسر مسز نسیم تسنیم اللہ اور مس حامدہ فاروق چیف ایگزیکٹو بوائز کالج 48 مین گلبرگ کے درمیان ایک تحریری معاہدہ طے پایا تھا۔(تحریری معاہدہ منسلکہ (ب) برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے)

(و) محکمہ تعلیم کے مطابق کالج میں پرائیویٹ کمپیوٹر سنٹر بند کر دیا گیا ہے۔(فیصلہ منسلکہ (ج) برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے)

(ز) چونکہ گورنمنٹ کالج آف ہوم اکنامکس میں آئی سی ایس پروگرام کے تحت کلاسز نہیں ہوتیں جس کی وجہ سے حکومت پنجاب محکمہ تعلیم نے 27-08-2007 سے کالج ہذا کو

اس پالیسی سے مستثنیٰ کر دیا ہے۔محکمہ تعلیم نے پرائیویٹ پارٹی کو سنٹر بند کرنے کا حکم دیا جس کے بعد کالج میں پرائیویٹ کمپیوٹر سنٹر بند کر دیا گیا ہے۔

لاہور میں بڑے سرکاری سکولوں کی این جی اوز
کو سپردگی و دیگر تفصیلات

*277: محترمہ عارفہ خالد پرویز: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ لاہور شہر میں بڑے سرکاری سکولوں کو این جی اوز کے سپرد کر دیا گیا ہے۔ جو سکول این جی اوز کو دیئے گئے ہیں ان کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے نیز سکول این جی اوز کو دینے کے حکومتی آرڈر کی کاپی بھی فراہم کی جائے؟

(ب) کیا بھی یہ درست ہے کہ این جی اوز، سکولوں اور طلباء کے نام پر مالی امداد اور فنڈز حاصل کرتی ہیں، اگر ہاں تو لاہور میں جو سکول این جی اوز کے کنٹرول میں ہیں، انھوں نے جو مالی امداد اور فنڈز حاصل کئے ہیں، ان کے متعلق تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مالی امداد اور فنڈز سے حاصل ہونے والی رقم کا کوئی آڈٹ نہیں ہوتا، اگر ہوتا ہے تو اس کی تفصیل کے متعلق بھی ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست ہے سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور میں ایک باضابطہ معاہدہ کے تحت 30 این جی اوز نے 390 سکولوں کو adopt کیا ہوا ہے۔معاہدے کی کاپی اور سکولوں کی لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) ہر این جی او اپنے source سے خود فنڈ اور امداد مختلف donors سے حاصل کرتی ہے جس کا محکمہ کے ساتھ کوئی تعلق نہ ہے۔مزید یہ کہ معاہدے کی شق نمبر 3 کے تحت کوئی بھی این جی او طلبا سے کسی قسم کی مالی امداد اور فنڈز حاصل نہیں کر سکتی نہ ہی کسی این جی او کے خلاف کوئی شکایت موصول ہوئی ہے۔

(ج) جز(ب) کی روشنی میں مزید وضاحت کی ضرورت نہ ہے۔

بورڈ آف انٹر میڈیٹ اور سیکنڈری ایجوکیشن فیصل آباد کے اکاؤنٹ کی تبدیلی کا معاملہ

*604: **محترمہ رفعت سلطانہ ڈار:** کیا وزیر ہائر ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن فیصل آباد کا بنک اکاؤنٹ تبدیل کر دیا گیا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ اکاؤنٹ پہلے کسی اور بنک میں تھا؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ بنک اکاؤنٹ کی تبدیلی چند مفاد پرست عناصر کے ذاتی ایماء پر کی گئی؟

(د) اگر جز ہائے بالا کے جواب اثبات میں ہیں تو بنک اکاؤنٹ تبدیل کرنے کی وجہ بیان کی جائے دونوں بنک اکاؤنٹس کے نمبر اور اکاؤنٹ کھولنے کی تاریخیں نیز اکاؤنٹ تبدیل کرتے وقت بنک بیلنس اور موجودہ بنک میں موجود رقم کی مکمل تفصیلات بیان کی جائیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست نہ ہے۔ بورڈ آف انٹر میڈیٹ اینڈ سیکنڈری ایجوکیشن فیصل آباد کے بنک اکاؤنٹس اور تواریخ اجراء مندرجہ ذیل ہیں:-

نیشنل بنک آف پاکستان

1۔ اکاؤنٹ نمبر 53187-2 مورخہ 16-05-1992

2۔ اکاؤنٹ نمبر 17-9(NIDA) مورخہ 10-4-2000

یو بی ایل کوتوالی روڈ:

1۔ اکاؤنٹ نمبر 010-1625-6 مورخہ 13-2-1988

2۔ اکاؤنٹ نمبر 120-0001-5 (یونی سیور) مورخہ 2-3-2002

3۔ اکاؤنٹ نمبر 122-0001-6 (یونی سیور پلس) مورخہ 19-02-2008

(ب) یہ درست نہ ہے۔

(ج) جواب بحوالہ جز (ب) غیر متعلقہ ہے۔

(د) جزہائے بالا (الف) اور (ب) کی روشنی میں غیر متعلقہ ہے۔

ایجوکیشن فاؤنڈیشن کا قیام و دیگر تفصیلات

*370: محترمہ ثمینہ نوید: کیاوزیر سکولزایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ محکمہ کے تحت ایجوکیشن فاؤنڈیشن قائم کی گئی ہے؟

(ب) ایجوکیشن فاؤنڈیشن کب قائم ہوئی، آخری بار اس کے قواعد میں کب ترمیم ہوئی، فاؤنڈیشن کا ڈھانچہ کیا ہے؟

(ج) ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے سکولوں اور کالجوں کے لئے مالی معاونت کی کون کون سی سکیمیں بنا رکھی ہیں، تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(د) 2003 تا 2007 مذکورہ فاؤنڈیشن کو سال وار کتنا فنڈ دیا گیا، کتنا عملہ کی تنخواہ کی مد میں خرچ ہوا اور کتنا فنڈ پرائیویٹ اداروں کو بطور مالی معاونت دیا گیا، تفصیلاً ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست ہے۔پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن 1991 میں پنجاب اسمبلی کے منظور کردہ ایکٹ کے تحت قائم ہوئی اور 2004 میں ایک نئے ایکٹ کے تحت اس کی تشکیل نو کی گئی اور اس کو خود مختاری دی گئی۔

(ب) پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن 1991 میں پنجاب اسمبلی کے منظور کردہ ایکٹ کے تحت قائم ہوئی اور 2004 میں ایک نئے ایکٹ XII آف 2004 کے تحت فاؤنڈیشن کی تشکیل نو کی گئی۔ نئے ایکٹ کے تحت پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے قواعد و ضوابط 2005 اور 2006 میں بنائے گئے جو کہ محکمہ قانون، محکمہ فنانس اور S&GAD سے vetting کے بعد محکمہ تعلیم حکومت پنجاب نے بذریعہ نوٹیفکیشن جاری کئے۔

1991 کے ایکٹ کے تحت اس کا مقصد غیر سرکاری تنظیموں کے غیر تجارتی بنیادوں پر چلنے والے پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی حوصلہ افزائی تھی۔ جس میں ان اداروں کو امداد قرضہ کے علاوہ زمین کی فراہمی شامل تھی جبکہ 2004 میں تشکیل نو کے بعد فاؤنڈیشن

کی ذمہ داری پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے تحت معیاری تعلیم کا فروغ ہے جس میں پرائیویٹ سیکٹر کی طرف سے کی گئی کاوشوں کی تکنیکی اور معاشی معاونت کے ذریعے حوصلہ افزائی ہے تاکہ معاشرے کے پسماندہ اور غیر ترقی یافتہ طبقہ کے لوگوں کو حصول تعلیم کے مواقع میسر آ سکیں۔ فاؤنڈیشن کا بورڈ آف ڈائریکٹرز تمام مالی اور انتظامی معاملات میں خود مختار ہے۔ فاؤنڈیشن کا بورڈ آف ڈائریکٹرز سیکرٹری ایجوکیشن، سیکرٹری پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ، سیکرٹری فنانس، سیکرٹری لٹریسی، سیکرٹری سوشل ویلفیئر، وائس چانسلر یونیورسٹی آف ایجوکیشن کے علاوہ آٹھ غیر سرکاری ممبران پر مشتمل ہے جبکہ فاؤنڈیشن کا انتظامی سربراہ مینجنگ ڈائریکٹر ہوتا ہے جس کے نیچے دو ڈپٹی مینجنگ ڈائریکٹرز اور پانچ پروگرام ڈائریکٹرز کام کر رہے ہیں۔

(ج) پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے 2004 کے بعد سے پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے تحت مختلف پروگرام شروع کئے ہیں جو درج ذیل ہیں:-

1- فاؤنڈیشن اسسٹڈ سکول (FAS)

2- ایجوکیشن ووچر سکیم (EVS)

3- کنٹی نیوئنس پروفیشنل ڈویلپمنٹ پروگرام (CPDP) اس پروگرام میں سکول لیڈرشپ ڈویلپمنٹ پروگرام (SLDP)، کنٹی نیوئنس ٹیچرز ڈویلپمنٹ پروگرام (CTDP) ٹیچنگ ان کلسٹر بائے سبجیکٹ سپیشلسٹ (TICSS)، سیکنڈری لیول مینٹورنگ (SLM) شامل ہیں۔

4- نیو سکول پروگرام (NSP)

(د) تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی میں کنٹریکٹ پر کام کرنے والے ملازمین کی تعداد و دیگر تفصیلات

*737: محترمہ زوبیہ رباب ملک: کیا وزیر ہائر ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی میں اس وقت جو ملازمین ریٹائرمنٹ کے بعد کنٹریکٹ پر کام کر رہے ہیں، ان کے نام، ولدیت، تعلیمی قابلیت، عہدہ، گریڈ، ماہانہ تنخواہ اور کنٹریکٹ پر عرصہ ملازمت کی تفصیل بتائیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ موجودہ حکومت نے ریٹائرمنٹ کے بعد کام کرنے والے ملازمین کا کنٹریکٹ ختم کر دیا ہے؟

(ج) کیا حکومت اس یونیورسٹی میں ریٹائرمنٹ کے بعد بھی ملازمت کرنے والے ملازمین کی جگہ نئے بے روزگار افراد کو بھرتی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی میں جو ملازمین ریٹائرمنٹ کے بعد کنٹریکٹ پر کام کر رہے ہیں ان کے نام، ولدیت، تعلیمی قابلیت، عہدہ، گریڈ، ماہانہ تنخواہ اور کنٹریکٹ پر عرصہ ملازمت کی تفصیل (الف) ایوان کی پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) حکومت پنجاب نے ریٹائرمنٹ کے بعد کام کرنے والے سول سرونٹ کا کنٹریکٹ ختم کر دیا ہے۔ لیٹر کی کاپی (ب) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی ایک خود مختار ادارہ ہے جو کہ پنجاب اسمبلی کے منظور شدہ ایکٹ کے مطابق کام کرتا ہے۔ یونیورسٹی کی سنڈیکیٹ ایک بااختیار اتھارٹی ہے جو مختلف اسامیوں کی تخلیق کرتی ہے اور اخبارات میں اشتہارات کے ذریعے سلیکشن بورڈ کی سفارشات پر تعیناتی کرتی ہے۔ مذکورہ یونیورسٹی میں جو ملازمین ریٹائرمنٹ کے بعد کنٹریکٹ پر کام کر رہے ہیں ان کی تقرری بھی سنڈیکیٹ کی منظوری کے بعد کی گئی ہے۔

لاہور۔ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت سکول و کالجوں کی معاونت کا مسئلہ

*371: محترمہ ثمینہ نوید: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ایجوکیشن فاؤنڈیشن کے تحت نجی سکول و کالج چل رہے ہیں؟

(ب) سابق دور حکومت نے لاہور میں کن کن سکولوں اور کالجوں کی مالی معاونت کی ہے، سکولوں کے مالکان کے نام مع ولدیت، ایڈریس کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے نیز ایجوکیشن فاؤنڈیشن نے تاحال کتنی رقم مختلف سکولوں اور کالجوں کو دی ہے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن تنظیم نو کے بعد پبلک پرائیویٹ پارٹنرشپ کے تحت کام کر رہی ہے۔ پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن پرائیویٹ سکولوں کا فاؤنڈیشن اسسٹڈ سکول (Foundation Assisted School) (FAS) ایجوکیشن ووچر سکیم (Education Voucher Scheme -EVS) اور نیو سکول پروگرام (New School Program-NSP) کے تحت اپنے ساتھ الحاق کرتی ہے۔ان پروگراموں کے تحت فاؤنڈیشن سکول میں داخل بچوں کی تعداد کے پیش نظر فی طالب علم 300 روپے ماہوار دیئے جاتے ہیں۔فاؤنڈیشن بچوں کے تعلیمی معیار کو جانچنے کے لئے ششماہی بنیادوں پر سکول کے بچوں کا کوالٹی ایشورنس ٹیسٹ (کیوائے ٹی) لیتی ہے، ماہانہ اور کیوائے ٹی کے رزلٹ سے مشروط ہوتی ہے۔یعنی سکول کے دو تہائی بچوں کا ٹیسٹ میں پاس ہونا ضروری ہے۔فاؤنڈیشن کے ساتھ الحاق کے بعد سکول بچوں سے کسی بھی مد میں کوئی رقم وصول نہیں کرتا۔تین ہائر سیکنڈری سکول بھی فاؤنڈیشن کے ساتھ الحاق کے بعد بچوں سے کسی بھی مد میں کوئی رقم وصول نہیں کرتے اور یہ سکول بھی فاؤنڈیشن کے تحت لڑکیوں کو انٹرمیڈیٹ لیول تک تعلیم دے رہے ہیں۔

(ب) پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن کی تشکیل نو 2004 کے بعد فاؤنڈیشن نے لاہور میں 19 سکولوں کے ساتھ اپنے پروگرام فاؤنڈیشن اسسٹڈ سکول (ایف اے ایس) کے تحت جبکہ ایجوکیشن ووچر سکیم (ای وی ایس) کے تحت 52 سکولوں کے ساتھ معاہدہ کیا گیا ہے جس کے تحت سکول میں داخل بچوں کی تعداد کے حساب سے فی طالب علم 300 روپے دیئے جاتے ہیں۔سکولوں کی مکمل لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے نومبر 2005 (تشکیل نو

کے بعد) سے لے کر اب تک سکولوں کو مبلغ 1369638730 روپے بطور مالی امداد دیئے گئے ہیں نیز ڈویلپمنٹ اور نان ڈویلپمنٹ کا تناسب درج ذیل ہے:-

Development Expenditure	=	99.29
Non Development Expenditure	=	0.71
Total	=	100

لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی میں نان ٹیچنگ سٹاف کی اسامیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*738: **محترمہ زوبیہ رباب ملک**: کیا وزیر ہائر ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی میں نان ٹیچنگ سٹاف میں گریڈ 17 اور اوپر کی کتنی اسامیاں ہیں؟

(ب) ان اسامیوں پر کام کرنے والے ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور ان کو حاصل مراعات کی تفصیل بتائیں؟

(ج) اگر ان ملازمین کو حکومت پنجاب کی طرف سے دی گئی مراعات کے علاوہ بھی کوئی مراعات حاصل ہیں تو اس کی تفصیل بتائیں؟

(د) اس وقت ان اسامیوں پر ڈیپوٹیشن پر کام کرنے والے ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور ڈیپوٹیشن پر تعیناتی کا عرصہ بتائیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) لاہور کالج برائے خواتین یونیورسٹی میں نان ٹیچنگ سٹاف گریڈ 17 اور اس سے اوپر کی کل 65 اسامیاں ہیں۔

(ب) مذکورہ 65 میں سے 37 اسامیوں پر تعیناتی ہو چکی ہے جبکہ بقیہ 28 اسامیاں خالی ہیں۔ ان اسامیوں پر کام کرنے والے ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ، تعلیمی قابلیت اور ان کو حاصل مراعات کی تفصیل منسلکہ (الف) برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ان ملازمین کو جواب (ب) میں بیان کردہ مراعات کے علاوہ کوئی اضافی مراعات حاصل نہ ہیں۔

(د) ڈیپوٹیشن پر کام کرنے والے ملازمین کے نام، عہدہ، گریڈ اور ڈیپوٹیشن پر تعیناتی کے عرصہ کے بارے میں تفصیل منسلکہ (ب) برائے ملاحظہ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

لاہور۔گورنمنٹ کمپری ہینسو گرلز ہائی سکول سنگھ پورہ کی صورتحال و دیگر تفصیلات

*401: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ کمپری ہینسو گرلز ہائی سکول سنگھ پورہ برائے طالبات لاہور میں تقریباً 20 سیکشنز میں طالبات زیر تعلیم ہیں لیکن اس سکول میں پینے کا صاف پانی، بیت الخلاء اور لیبارٹری وغیرہ کا کوئی انتظام نہیں؟

(ب) مذکورہ کتنے کلاس رومز ہیں اور طالبات کی موجودہ تعداد کتنی ہے اور کیا اساتذہ کو فرنیچرز مہیا کیا گیا ہے؟

(ج) کیا ان طالبات کو پریکٹیکل کے لئے سائنس لیبارٹری کی سہولت موجود ہے؟

(د) مذکورہ سکولز میں لیبارٹری کے لئے کتنا سالانہ فنڈ مہیا کیا جاتا ہے؟

(ہ) مذکورہ سکول میں اس وقت کتنے اساتذہ ہیں، ان کے نام، عہدہ کی تفصیل سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(و) اس وقت سکول میں کتنی اسامیاں خالی ہیں اور حکومت ان کو پر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے یا نہیں؟

(ز) اس سکول میں موجود تمام اساتذہ، مالی، چوکیدار اور دیگر عملے کی تفصیل سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) یہ درست نہ ہے۔ محکمہ تعلیم سٹی ڈسٹرکٹ گورنمنٹ لاہور میں گورنمنٹ کمپری ہینسو گرلز ہائی سکول سنگھ پورہ کے نام سے کوئی ادارہ نہ ہے۔ تاہم سنگھ پورہ کے علاقے میں گورنمنٹ گرلز ہائر سیکنڈری سکول سنگھ پورہ کے نام سے قائم ہے جس میں 54 سیکشن میں طالبات زیر تعلیم ہیں۔ پینے کے پانی کے لئے تین عدد ڈونکی پمپس موجود ہیں اور چالو

حالت میں ہیں-ادارہ میں 20 عدد بیت الخلا چالو حالت میں موجود ہیں نیز لیبارٹریز بھی موجود ہیں جن میں ادارہ کی تمام طالبات پریکٹیکلز سے مستفید ہوتی ہیں-

(ب) ادارہ ہذا میں کلاس رومز کی تعداد 48 ہے-طالبات کی تعداد 3260 ہے-اساتذہ کے لئے 107 کرسیاں ہیں اور کلاس رومز کی میزیں بھی موجود ہیں-ادارہ دو شفٹوں میں کام کر رہا ہے جس کی وجہ سے فرنیچر اور کلاس رومز کی تعداد کافی ہے-

(ج) ادارہ ہذا میں طالبات کے لئے لیب برائے سائنس مضامین موجود ہیں۔ جن میں طالبات پریکٹیکل کرتی ہیں-

(د) مذکورہ سکول میں لیب کی ضروریات کو پورا کرنے کے لئے سالانہ سائنس فنڈز سے سامان مہیا کیا جاتا ہے-رواں سال میں مبلغ 12150 روپے استعمال کئے گئے ہیں-

(ہ) اس وقت سکول میں 83 اساتذہ کام کر رہے ہیں-فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے-

(و) ادارہ ہذا میں سبجیکٹ سپیشلسٹ کی دو اسامیاں خالی ہیں اور ایک خاکروبہ کی اسامی بوجہ ریٹائرمنٹ خالی ہے باقی تمام اسامیاں پر ہیں-

(ز) ادارہ ہذا میں کل 102 اسامیاں ہیں جن میں 85 اسامیاں اساتذہ کی ہیں جن میں سے صرف دو اسامیاں خالی ہیں-باقی مالی، چوکیدار اور دیگر عملے کی 17 اسامیاں ہیں-جن میں سے صرف خاکروبہ کی ایک اسامی بوجہ ریٹائرمنٹ خالی ہے-عنقریب بھرتی کا عمل شروع ہونے پر یہ اسامیاں پر ہو جائیں گی

پنجاب پبلک لائبریری میں کتابوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*785: مہر اشتیاق احمد: کیا وزیر ہائر ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پنجاب پبلک لائبریری میں کتابوں کی کل تعداد کیا ہے؟

(ب) کیا مذکورہ لائبریری کو عطیہ میں بھی کتابیں ملتی ہیں؟

(ج) کیا مذکورہ لائبریری کے لئے اوپن مارکیٹ سے پوری قیمت پر کتابیں خرید کی جاتی ہیں یا اشاعتی ادارے سے رعایت بھی لی جاتی ہے؟

(د) مذکورہ لائبریری کے لئے کتابوں کی خرید کی اجازت کون سی اتھارٹی دیتی ہے؟

(ہ) کیامذکورہ لائبریری کا کبھی کوئی آڈٹ ہوا ہے، اگر ہاں تو گزشتہ چار سال کی تفصیل کے متعلق ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(و) اگر پچھلے پانچ سال میں مذکورہ لائبریری میں کسی بھی اہلکار وافسر کے خلاف بد عنوانی پر کوئی کارروائی کی گئی ہے تو اس سے بھی ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) پنجاب پبلک لائبریری میں کتابوں کی کل تعداد221082 ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) وزارت تعلیم حکومت پاکستان کے محکمہ لائبریریز اسلام آباد کے جاری کردہ نوٹیفکیشن کے مطابق اوپن مارکیٹ سے رعایت حاصل کر کے کتابیں خرید کی جاتی ہیں منسلکہ (الف) ایوان کی میز پر رکھ دیا گیا ہے نیز اشاعتی اداروں سے مزید رعایت بھی حاصل کی جاتی ہے۔

(د) مذکورہ لائبریری کے لئے بک پرچیز کمیٹی کے ذریعے کتابیں خریدی جاتی ہیں۔

(ہ) لائبریری کا ہر سال آڈٹ ہوتا ہے اور محکمہ لوکل فنڈ حکومت پنجاب کا عملہ آڈٹ کرتا ہے۔ گزشتہ سال کے آڈٹ پر188 اعتراضات ہیں جنہیں جلد فنانس کمیٹی کے ایجنڈے میں شامل کر دیا جائے گا۔(کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

(و) پچھلے پانچ سال میں لائبریری سے کسی بھی اہلکار یا افسر کے خلاف بد عنوانی پر کوئی کارروائی نہ ہوئی ہے تاہم کچھ ملازمین کے خلاف انکوائریاں زیر التواء ہیں۔(کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

جی ٹی روڈ گڑھی شاہو تا شالامار باغ لاہور پر واقع رجسٹرڈ و غیر رجسٹرڈ سکولوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*402: محترمہ راحیلہ خادم حسین: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) جی ٹی روڈ گڑھی شاہو تا شالامار باغ لاہور میں واقع کتنے ایسے سکولز ہیں جو غیر قانونی اور غیر رجسٹرڈ ہیں؟

(ب) کیا مذکورہ سکولز کی فیسوں میں حدود کا تعین کیا گیا ہے؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ یہ سکولز فی بچہ چار سے پانچ ہزار روپے فیس وصول کر رہے ہیں؟

(د) مذکورہ علاقے میں غیر قانونی چلنے والے سکولز کی تفصیل دی جائے اور فی بچہ کتنی فیس لی جاتی ہے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(ہ) جو آفیسر زان تمام بے قاعدگیوں کے ذمہ دار ہیں، کیا محکمہ ان کے خلاف کوئی کارروائی کر رہا ہے، اگر نہیں تو کیوں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) جی ٹی روڈ سنگھ پورہ باغبانپورہ میں کل 14 سکول غیر رجسٹرڈ تھے جن میں سے پانچ سکول رجسٹرڈ ہو چکے ہیں جس کی لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) رجسٹریشن آرڈیننس میں فیسوں کی حدود کا تعین نہ کیا گیا ہے۔

(ج) درست نہ ہے۔ان سکولز کا دسمبر 2008 میں سروے کروایا گیا ہے جس میں کم از کم 100 روپے اور زیادہ سے زیادہ 600 روپے ماہانہ فیس بتائی گئی ہے۔

(د) علاقے کے سکولز کا دسمبر 2008 میں سروے کروایا گیا ہے جس میں کم از کم 100 روپے اور زیادہ سے زیادہ 600 روپے ماہانہ فیس بتائی گئی ہے غیر رجسٹرڈ سکولوں کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) محکمہ کی طرف سے کروائے گئے سروے کے مطابق غیر رجسٹرڈ اداروں کے مالکان کو نوٹس جاری کر دیئے گئے ہیں۔ جن کے نوٹس نمبر 10336 بتاریخ 25-06-2008 سیکنڈ نوٹس نمبر 14177 بتاریخ 22-09-2008، پرسنل ہیرنگ نمبر 16574 بتاریخ 15-11-2008 فرسٹ ریمائنڈر پرسنل ہیرنگ نمبر 17606 بتاریخ 15-12-2008 اور آخری ریمائنڈر پرسنل ہیرنگ نمبر 418 تا 406 مورخہ 15-01-2009 کو رجسٹرڈ کروائے گئے ہیں۔

کاپیاں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں اور پرسنل ہیرنگ کی تاریخ 31-01-2009 بوقت 9-00 بجے رکھی گئی ہے۔ مزید کارروائی پنجاب پرائیویٹ ایجوکیشنل دی انسٹیٹیوشن پرائیویٹ اینڈ ریگولیشن رولز1984 کی شق نمبر12 کے تحت قانونی کارروائی عمل میں لائی جائے گی۔

قائداعظم لائبریری میں کتابوں کی کل تعداد و دیگر تفصیلات

*786: مہر اشتیاق احمد: کیاوزیر ہائر ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) قائداعظم لائبریری میں کتابوں کی کل تعداد کیا ہے؟

(ب) کیامذکورہ لائبریری کو عطیہ میں بھی کتابیں ملتی ہیں؟

(ج) کیا مذکورہ لائبریری کے لئے اوپن مارکیٹ سے پوری قیمت پر کتابیں خرید کی جاتی ہیں یا اشاعتی ادارے سے رعایت بھی لی جاتی ہے؟

(د) مذکورہ لائبریری کے لئے کتابوں کی خرید کی اجازت کون سی اتھارٹی دیتی ہے؟

(ہ) کیامذکورہ لائبریری کا کبھی کوئی آڈٹ ہوا ہے اگر ہاں تو گزشتہ چار سال کی تفصیل کے متعلق ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

(و) پچھلے پانچ سال میں مذکورہ لائبریری میں کسی بھی اہلکار وافسر کے خلاف بدعنوانی پر کوئی کارروائی کی گئی ہے تو اس سے بھی ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) قائداعظم لائبریری میں کتابوں کی کل تعداد 126683 ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) وزارت تعلیم حکومت پاکستان محکہ لائبریریز اسلام آباد کے جاری کردہ نوٹیفکیشن کے مطابق اوپن مارکیٹ سے رعایت حاصل کر کے کتابیں خریدی جاتی ہیں۔(کاپی جز (الف) ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

(د) کتابوں کی خریداری کی حتمی منظوری ڈائریکٹر جنرل پبلک لائبریریز پنجاب / سیکرٹری بورڈ آف گورنرز قائداعظم لائبریری دیتے ہیں۔

(ہ) لائبریری کا ہر سال آڈٹ ہوتا ہے اور محکمہ لوکل فنڈ حکومت پنجاب کا عملہ آڈٹ کرتا ہے۔ گزشتہ چار سال سے آڈٹ پر چار اعتراضات ہیں جن کے جوابات محکمہ کو ارسال کئے جا چکے ہیں۔اس سال کے آڈٹ میں ان اعتراضات کو ختم کروالیا جائے گا۔

(و) 2007 میں قواعد و ضوابط کی خلاف ورزی پر ایک سکیورٹی آفیسر اشرف تنویر (بی ایس15) کو جبری ریٹائر کیا گیا۔ (کاپی جز(ب)ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے)

پی پی۔217میاں چنوں میں گرلز پرائمری، مڈل، ہائی وہائر سیکنڈری سکولوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*599: رانا بابر حسین: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) حلقہ پی پی۔217 میاں چنوں میں کتنے گرلز پرائمری، مڈل اور ہائی / ہائر سیکنڈری سکولز ہیں ان کے نام اور جگہ کی تفصیل بیان کریں؟

(ب) کیا اس حلقہ کی ہر یونین کونسل میں گرلز ہائی اور مڈل سکول ہیں، اگر نہیں تو جن یونین کونسلز میں سکولز ہیں ان کے نام اور مقام سے آگاہ فرمائیں؟

(ج) کیا یہ درست ہے کہ اس حلقہ کے دیہی علاقہ جات میں گرلز سکولز کی تعداد آبادی سے کافی کم ہے اور 10/8 چکوک کے لئے ایک گرلز مڈل سکول ہے؟

(د) کیا یہ بھی درست ہے کہ پرائمری کے بعد بچیوں کے مڈل اور ہائی سکول کافی دور واقع ہونے کی وجہ سے بچیوں کی 90 فیصد تعداد پرائمری کے بعد تعلیم حاصل نہ کر پاتی ہے؟

(ہ) کیا حکومت اس حلقہ میں مزید گرلز مڈل اور ہائی سکول کھولنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) حلقہ پی پی۔217 میں گرلز پرائمری، مڈل اور ہائی / ہائر سیکنڈری سکولز کی تفصیل حسب ذیل ہے:۔

گرلز پرائمری	مڈل	گرلز ہائی	ہائر سیکنڈری	کل سکولز
50	20	06	01	70

نیز سکولز کی جائے مقام کی لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ب) اس حلقہ کی ہر یونین کونسل میں گرلز ہائی اور مڈل سکول نہیں ہیں۔ جن یونین کونسلز میں گرلز ہائی / ہائر سیکنڈری سکول ہیں ان کی تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) یہ درست نہ ہے کیونکہ اس حلقہ میں 20 مڈل سکول موجود ہیں۔

(د) یہ درست ہے کہ گرلز مڈل سکول سکولوں کی تعداد پرائمری سکولوں کی نسبت کم ہے مگر یہ درست نہ ہے کہ 90 فیصد بچیاں پرائمری سکول کے بعد تعلیم حاصل نہیں کر پاتی ہیں۔

(ہ) حلقہ پی پی 217 میاں چنوں میں کسی نئے گرلز مڈل اور ہائی سکول کے اجرأ کے لئے اگر کوئی درخواست موصول ہوئی تو ایگزیکٹو ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر خانیوال قواعد و ضوابط کے مطابق اس کی فزیبلٹی رپورٹ اپنے محکمہ کو پیش کرے گا۔

ڈی جی خان۔تحصیل ٹرائبل ایریا میں ڈگری کالج کے قیام کا مسئلہ

*804: جناب محمد محسن خاں لغاری: کیا وزیر ہائر ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ تحصیل ٹرائبل ایریا ضلع ڈی جی خان میں کوئی ڈگری کالج نہیں ہے؟

(ب) اگر جواب اثبات میں ہے تو عوامی مفاد کے لئے اس پسماندہ علاقے کے لئے کب تک ڈگری کالج کا اجرا کیا جائے گا، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست ہے۔

(ب) محکمہ اعلیٰ تعلیم حکومت پنجاب نے ڈسٹرکٹ ایجوکیشن آفیسر (کالجز)ڈی جی خان سے تحصیل ٹرائیبل ایریا میں گرلز ڈگری کالج کے لئے feasibility report بھجوانے کے لئے کہا ہے۔ feasibility report آنے پر محکمہ اپنے مقرر کردہ criteriac کے مطابق اس علاقہ میں کالج کے قیام کے منصوبے کا جائزہ لے گا اور اسی رپورٹ کی روشنی میں کالج بنانے کا فیصلہ کیا جائے گا۔

حلقہ پی پی۔225 کے سکولوں میں اساتذہ کی کمی کا مسئلہ

*671: چودھری محمد ارشد: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) تحصیل چیچہ وطنی ضلع ساہیوال پی پی۔225 میں کتنے ایسے ہائی سکول ہیں جن میں ہیڈ ماسٹر نہ ہیں؟

(ب) کتنے ہائی سکول ایسے ہیں جن میں طلبا کے لئے لیبارٹریز نہ ہیں؟

(ج) کتنے ہائی سکول ایسے ہیں جن میں اساتذہ کی تعداد ریٹائرمنٹ یا ٹرانسفر کے سبب پوری نہ ہے؟

(د) کیا حکومت مذکورہ ہائی سکولز میں اساتذہ کی تعداد پورا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ہ) تحصیل چیچہ وطنی پی پی۔225، 107/12-ایل ہائی سکول میں اساتذہ کی تعداد کتنی ہے اگر کم ہے تو محکمہ نے کیا اقدامات کئے ہیں کہ وہ تعداد پوری ہو سکے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) ضلع ساہیوال حلقہ پی پی۔225 میں مندرجہ ذیل 5 ہائی سکولوں میں ہیڈ ماسٹر کی اسامیاں خالی ہیں۔ گورنمنٹ ہائی سکول 39/14-L,121/7-ER,120/13-AL,119/7 DR, 113/12-L

(ب) ضلع ساہیوال حلقہ پی پی۔225 میں مندرجہ ذیل 7 ہائی سکول میں سائنس لیبارٹریز موجود نہ ہیں۔ گورنمنٹ رائے نیاز ہائی سکول چیچہ وطنی-121/7 ,39/14-L,50/12-L ER, 109/12-L, 120/13-L 104/12-L

(ج) ضلع ساہیوال حلقہ پی پی۔225 میں مندرجہ ذیل 5 ہائی سکول میں اساتذہ کی تعداد بوجہ ریٹائرمنٹ/تبادلہ پوری نہ ہے۔ گورنمنٹ ہائی سکول 104/12-L، 120/13-L، 107/12-L، 113/12-L، 119/7-DRان سکولوں میں خالی اسامیوں پر درخواستیں موصول ہو چکی ہیں بھرتی کل عمل زیر تکمیل ہے۔

(د) ان سکولوں میں خالی اسامیوں پر درخواستیں موصول ہو چکی ہیں۔ بھرتی کا عمل زیر تکمیل ہے۔

(ہ) ضلع ساہیوال حلقہ پی پی۔225 چک نمبر107/12-L، ہائی سکول میں 8 اسامیاں خالی ہیں۔بذریعہ نئی تقرری اسامیاں پر ہو سکیں گی۔ایک ایس ایس ٹی،ایک اے ٹی،ایک ڈی ایم، دو ای ایس ٹی اور دو پی ایس ٹی ہیں۔

گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین طفیل روڈ لاہور کینٹ کی کنٹین اور بک شاپ کے ٹھیکہ کی تفصیل

*860: چودھری محمد طارق گجر: کیا وزیر ہائر ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین طفیل روڈ لاہور کینٹ کی کنٹین اور بک شاپ کا ٹھکیہ کب کن افراد کو الاٹ ہوا؟

(ب) اگر یہ ٹھکیہ باقاعدہ نیلام عام کے تحت الاٹ ہوا ہے تو یہ کس اخبار میں مشتہر ہوا، اس کی نقل فراہم کریں؟

(ج) اس ٹھکیہ میں کن کن پارٹیوں نے حصہ لیا ان کے نام بتائیں؟

(د) ٹھیکہ کس قاعدہ اور قانون کے تحت الاٹ ہوا؟

(ہ) اگر اس ٹھیکہ کے لئے کوئی کمیٹی تشکیل دی گئی تو اس کمیٹی کے ممبران کے نام، عہدہ، گریڈ بتائیں؟

(و) موجودہ ٹھیکیداران کے نام بتائیں اور ان کو کب سے ٹھیکہ الاٹ ہوا، تفصیل بتائی جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف)

(1) گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین طفیل روڈ لاہور کینٹ کی کنٹین اور بک شاپ کا ٹھیکہ مورخہ 04-08-1998 کو مسماۃ رضیہ بیگم کو دیا گیا۔

(11) دوسری نشست کی طالبات کے لئے کنٹین کا ٹھیکہ مورخہ 27-09-2007 سے مسماۃ شمیم اختر کو دیا گیا۔

(111) کالج میں کوئی بک شاپ موجود نہ ہے۔

(ب) کنٹین کا ٹھیکہ باقاعدہ روزنامہ جرأت مورخہ 31۔جولائی 1998 میں مشتہر ہوا۔اشتہار کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) ٹھیکہ میں حصہ لینے والوں کے نام درج ذیل ہیں۔

(1) مسماۃ رضیہ بیگم ساکن بیگم واڑہ مولے واسیاں بر کی روڈ لاہور

(2) فوزیہ محمد خورشید ساکن مکان نمبر 5 گلی نمبر 3 بوستان سٹریٹ لاہور

(3) مسرت فاروق ساکن مکان نمبر 9 گلی نمبر 2 محمد نگر گڑھی شاہو لاہور

(4) حنیفہ بی بی کوٹ لکھپت لیاقت آباد لاہور

برائے کنٹین دوسری نشست

(1) یاسمین بیگم مکان نمبر 4 سی ایم ایچ حسین شاہ لائن 145/T لاہور کینٹ

(2) نازیہ ریاض ریلوے گیس کوارٹر ریلوے کالونی مغل محلہ ریلوے روڈ لاہور

(3) فہمیدہ اختر مکان نمبر 13/1455 گلی عید گاہ صدر بازار لاہور کینٹ

(4) شمیم اختر MES کالونی شامی روڈ لاہور کینٹ

(5) صفیہ نصیر مکان نمبر 2 گلی نمبر 2 لال پل مغل پورہ لاہور

(د) ٹھیکہ گورنمنٹ کی جاری کردہ پالیسی بذریعہ نوٹیفیکیشن نمبر SO(SE-III)21-1/97 مورخہ 11-06-1998 کے تحت دیا گیا۔کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) کالج کنٹین کے لئے کمیٹی تشکیل دی گئی تھی جن کے نام مع عہدہ درج ذیل ہیں:۔

1	مسز خالدہ خالد	اسسٹنٹ پروفیسر	گریڈ18
2	مس راشدہ رضوانہ	لیکچرار	گریڈ17

3	مسز خالدہ رفعت زبیر	ایسوسی ایٹ پروفیسر	گریڈ19
4	چیئرپرسن مسز آصفہ خالد	پرنسپل	گریڈ19

برائے کنٹین دوسری نشست

1	مس صنوبر جمیل	اسسٹنٹ پروفیسر	گریڈ18
2	مسز انجم واحد	ایسوسی ایٹ پروفیسر	گریڈ19
3	مسز آصفہ خالد	پرنسپل	گریڈ19

(و) ٹھیکیداران کے نام درج ذیل ہیں:-

پہلی نشست مسماۃ رضیہ بیگم مورخہ 1998-8-04 سے تاحال

دوسری نشست مسماۃ شمیم اختر مورخہ 2007-09-01 سے تاحال

گورنمنٹ پرائمری سکول یونین کونسل سانگ جنڈہارنی تحصیل گوجرخان میں سہولیات کی فراہمی

*676: راجہ شوکت عزیز بھٹی: کیاوزیر سکولزایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) گورنمنٹ پرائمری سکول یونین کونسل سانگ جنڈہارنی تحصیل گوجرخان میں مختلف کلاسوں میں بچے زیر تعلیم ہیں، کیامختلف کلاسوں میں انہیں پڑھانے کے تمام مضامین کے لئے سرکاری ٹیچر ہیں؟

(ب) جز بالا کا جواب اگر نہ میں ہے تو ایسا کیوں ہے جبکہ سکول ہذا میں تقریباً 65 بچے مختلف کلاسوں میں داخل ہیں اور گزشتہ پانچ سالوں سے کوئی سرکاری ٹیچر نہ ہے؟

(ج) سکول ہذا کی عمارت کتنے عرصہ سے متعلقہ یونین کونسل میں موجود ہے اور کیااس میں بجلی، چار دیواری، ٹائیلٹ، پینے کا پانی موجود ہے اگر نہیں، تو آج کے جدید دور میں اس سکول میں بجلی، چار دیواری، ٹائیلٹ، پینے کا پانی حکومت کی طرف سے کیوں مہیا نہ کیا گیا ہے؟

(د) سکول ہذا میں حکومت کی طرف سے مذکورہ بالا بیان کردہ ضروریات کب تک مہیا کرنے کا ارادہ ہے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) گورنمنٹ پرائمری سکول یونین کونسل سانگ جنڈہارنی تحصیل گوجر خان جو مسجد مکتب سکول تھا اور سال 2006 میں گرلز پرائمری سکول میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔عارضی طور پر ٹیچر تعینات کی گئی ہے جس کی وجہ سے سکول باقاعدگی سے چل رہا ہے۔ تعداد طالبات انچاس ہے چونکہ بغیر ایس این ای کے گرلز پرائمری سکول میں تبدیل ہوا ہے۔ایس این ای کی منظوری کے لئے فنانس ڈیپارٹمنٹ کو متعدد بار خطوط لکھے ہیں جن کی کاپیاں ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں۔جونہی ایس این ای کی منظوری آئے گی تو مستقل سرکاری ٹیچرز تعینات ہو جائیں گی۔

(ب) گورنمنٹ پرائمری سکول یونین کونسل سانگ جنڈہارنی تحصیل گوجر خان جو مسجد مکتب سکول تھا اور سال 2006 میں گرلز پرائمری سکول میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔عارضی طور پر ٹیچر تعینات کی گئی ہے جس کی وجہ سے سکول باقاعدگی سے چل رہا ہے۔تعداد طالبات انچاس ہے۔ایس این ای کی منظوری کے لئے فنانس ڈیپارٹمنٹ کو لکھا گیا ہے۔ (لیٹرز کی نقول ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں)

(ج) سکول ہذا کی عمارت یو سی ساہنگ میں 1995 سے موجود ہے چار دیواری اور ٹائیلٹ دو عدد موجود ہیں۔پانی کے پمپ اور بجلی کے انتظام کی فراہمی کے لئے متعلقہ افسران کو لکھا گیا ہے۔امید ہے کہ موجودہ مالی سال میں فنڈز کی منظوری کے بعد پانی اور بجلی کی سہولیات بھی مل جائیں گی۔

(د) موجودہ مالی سال کے دوران مندرجہ بالا ضروریات مہیا کر دی جائیں گی۔

گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین طفیل روڈ لاہور کینٹ کی آمدن و دیگر تفصیلات

*861: چودھری محمد طارق گجر: کیا وزیر ہائر ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) گورنمنٹ اسلامیہ کالج برائے خواتین طفیل روڈ لاہور کو سال 2005 سے آج تک کتنی رقم سالانہ حکومت کی جانب سے دی گئی اور کتنی آمدن اس کالج کے اپنے ذرائع سے وصول ہوئی؟

(ب) اس عرصہ کے دوران یہ رقم کن کن اشیاء کی خریداری پر خرچ ہوئی ان اشیاء کے نام اور قیمت خرید بتائیں؟

(ج) اگر اس خریداری کے لئے کوئی پرچیز کمیٹی تشکیل دی گئی تھی تو اس کمیٹی کے ممبران کے نام، عہدہ اور گریڈ بتائیں؟

(د) اگر اس رقم کا آڈٹ ہوا ہے تو یہ کن کن افسران نے کیا تھا ان کے نام، عہدہ اور گریڈ بتائیں؟

(ہ) کالج ہذا میں زیر تعلیم بچیوں کی تعداد کی تفصیل فراہم کی جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) حکومت پنجاب محکمہ تعلیم کی جانب سے کالج ہذا کو مالی سال 06-2005 تا 09-2008 میں مندرجہ ذیل گرانٹ ملی ہے۔

2005-06	31651640روپے
2006-07	39488035روپے
2007-08	38580900روپے
2008-09	41715800روپے

کالج ہذا نے اپنے ذرائع سے کالج کی طالبات سے مندرجہ ذیل فنڈز میں آمدن حاصل کی ہے۔

جنرل فنڈ	728016روپے
میڈیکل فنڈ	15167روپے
ریڈ کریسینٹ فنڈ	15167روپے
ویلفیئر فنڈ	910020روپے
سائنس بریکیج فنڈ	346320روپے

(ب) کالج ہذا میں ملازمین کی تنخواہوں اور یوٹیلٹی بلز پر مذکورہ سالوں میں مندرجہ ذیل اخراجات کئے گئے۔

2005-06	27119354روپے
2006-07	39488035روپے
2007-08	40599114روپے
2008-09	

کالج کے فنڈز میں سے بابت متفرق اشیاء خرید کی تفصیل درج ذیل ہے:-

(1) نرل فنڈ-/1915959روپے

تعلیمی پروگرام سپورٹس، گرلز گائیڈ، بین الکلیاتی پروگرام، یوم آزادی، یوم قائداعظم اور یوم اقبال کے سلسلے میں خرچ کئے جاتے ہیں۔

(2) میڈیکل فنڈ-/438991روپے

طالبات کی طبی امداد پر خرچ کئے جاتے ہیں۔

(3) ریڈکریسینٹ فنڈ-/533250روپے

غریب طالبات کی مالی امداد یعنی خرید کتب اور یونیفارم وغیرہ کی خرید پر خرچ کئے جاتے ہیں۔

(4) سائنس پریکٹیکل فنڈ-/869850روپے

طالبات کے سائنس کے پریکٹیکل کا سامان خریدا جاتا ہے۔

(5) ویلفیئر فنڈ-/980049روپے

کالج اور طالبات کی فلاح و بہبود کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

(ج) جی ہاں۔ کالج پرچیز کمیٹی درج ذیل افسران پر مشتمل تھی:-

1	مسز نیلوفر سہیل ایسوسی ایٹ پروفیسر	گریڈ19
2	مسز تنویر ابراہیم ایسوسی ایٹ پروفیسر	گریڈ19
3	مسز روبینہ ظہور ایسوسی ایٹ پروفیسر	گریڈ19
4	مسز عامرہ وحید ایسوسی ایٹ پروفیسر	گریڈ19
5	مسز آصفہ خالد پرنسپل	گریڈ19

(د) جی ہاں۔مذکورہ کالج کا آڈٹ برائے سال 2002 تا 2007 درج ذیل افسران نے کیا ہے۔

1	جناب ارشد محمود الحسن آڈٹ آفیسر	گریڈ 18
2	جناب ارشد صفوان اسسٹنٹ آڈٹ آفیسر	گریڈ 17

آڈٹ رپورٹ کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ہ) کل تعداد

طالبات	5190
سال اول	1630
سال دوئم	1650
سال سوئم	965
سال چہارم	945

حلقہ پی پی۔4 گوجر خان کے سکولوں میں اساتذہ کی کمی کا مسئلہ

*677: راجہ شوکت عزیز بھٹی: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) تحصیل گوجر خان حلقہ پی پی۔4 میں کتنے ایسے ہائی سکول ہیں جن میں ہیڈ ماسٹر نہ ہیں؟

(ب) کتنے ہائی سکول ایسے ہیں جن میں طلباء کے لئے لیبارٹریز نہ ہیں؟

(ج) مختلف مضامین کے کتنے اساتذہ ریٹائر ہو چکے ہیں اور کیا ان کی جگہ پر حکومت کی طرف سے ان مضامین کے اساتذہ مہیا کئے گئے ہیں، اگر نہیں تو کب تک مہیا کرنے کا ارادہ ہے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) تحصیل گوجر خان حلقہ پی پی۔4 میں بغیر ہیڈ ماسٹر کے بیس سکول ہیں۔سکول وار فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔تاہم ان سکولوں میں سینئر اساتذہ کو ہیڈ ماسٹر کے فرائض دیئے گئے ہیں۔

(ب) حلقہ پی پی۔4 گوجر خان میں سولہ بوائز ہائی سکولوں میں سائنس لیبارٹری نہ ہے۔فہرست ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) اساتذہ کی ریٹائرمنٹ سے مندرجہ ذیل اسامیاں خالی ہیں۔

ہیڈماسٹر	ایس ایس ٹی	ای ایس ٹی	پی ای ٹی	پی ٹی سی
20	20	19	11	31

میزان
101

نئی بھرتی کرنے کے سلسلے میں 06-10-2008 کو تقرریوں کا اشتہار اخبار میں شائع ہو چکا ہے۔کارروائی مکمل ہونے پر ان مضامین کے اساتذہ مہیا کر دیئے جائیں گے۔

سابق وزیر اعلیٰ کی جانب سے اساتذہ کے لئے مراعات کا اعلان و دیگر تفصیلات

*703: رانا بابر حسین: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ سابقہ وزیر اعلیٰ پنجاب نے ٹیچرز کے لئے کچھ incentive کا اعلان کیا تھا جس کا باقاعدہ نوٹیفکیشن بھی جاری ہو چکا ہے؟

(ب) یہ اعلان کب ہوا اور اس کا نوٹیفکیشن کب ہوا؟

(ج) اس اعلان کے مطابق اساتذہ کو جو incentive دیا گیا اس کی تفصیل بیان کریں؟

(د) کیا سابق وزیر اعلیٰ کے اس incentive پر صوبہ کے تمام اضلاع میں عملدرآمد ہو چکا ہے؟

(ہ) کیا یہ بھی درست ہے کہ ضلع خانیوال میں ان incentive پر عملدرآمد ہو چکا ہے اگر ابھی تک ضلع خانیوال میں عملدرآمد نہیں ہوا تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست ہے۔

(ب) یہ اعلان اور باقاعدہ نوٹیفکیشن مورخہ 24-09-2007 کو جاری ہوا کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(ج) آمدہ مراسلہ / پالیسی کے مطابق عمل کیا گیا ہے۔تفصیل مراسلہ کی کاپی ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

(د) اس incentive پر صوبہ کے تمام اضلاع میں عملدرآمد ہو چکا ہے تاہم چند اضلاع میں پیکج کے کچھ حصوں پر عملدرآمد ہونا باقی ہے جو عنقریب کر دیا جائے گا۔

(ہ) ضلع خانیوال میں عمل ہو چکا ہے۔

گورنمنٹ پرائمری سکول بستی مورن تحصیل صادق آباد کی اپ گریڈیشن

*739: جناب محمد اعجاز شفیع: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ پرائمری سکول بستی مورن تحصیل صادق آباد ضلع رحیم یار خان کافی عرصہ سے پرائمری سکول ہی چلا آ رہا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول سے کئی کئی کلومیٹر تک مڈل اور ہائی سکول نہ ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول اپ گریڈیشن کے معیار پر پورا اترتا ہے؟

(د) اگر جزہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت مذکورہ سکول کو اپ گریڈ کر کے مڈل کا درجہ دینے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، نہیں تو وجوہات سے ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست ہے۔

(ب) درست نہ ہے مذکورہ سکول کے نزدیک تین کلومیٹر کے فاصلے پر گورنمنٹ ماڈل ہائی سکول صادق آباد، گورنمنٹ ہائی سکول اجمل باغ صادق آباد، پانچ کلومیٹر کے فاصلے پر گورنمنٹ مڈل سکول چک نمبر 145/P اور چار کلومیٹر کے فاصلے پر گورنمنٹ ہائی سکول چندرامی واقع ہے۔

(ج) درست نہ ہے۔مذکورہ سکول اپ گریڈیشن کے معیار پر پورا نہ اترتا ہے۔

(د) مذکورہ سکول کے طلبا کی تعداد اپ گریڈیشن criteria سے بہت کم ہے اس کے نزدیک ترین مڈل اور ہائی سکول پہلے سے موجود ہیں لہذا مذکورہ سکول اپ گریڈیشن کے لئے موزوں نہ ہے۔

ضلع سرگودھا کے سکولوں کی اپ گریڈیشن کا مسئلہ ودیگر تفصیلات

*771: چودھری عامر سلطان چیمہ: کیاوزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیایہ درست ہے کہ درج ذیل سکولوں کی اپ گریڈیشن کی منظوری دی گئی تھی؟

1۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ گرلز مڈل سکول، چک نمبر38جنوبی سرگودھا
2۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول چک نمبر119جنوبی سرگودھا
3۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول چک نمبر112جنوبی سرگودھا
4۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ بوائز مڈل سکول چک نمبر104جنوبی سرگودھا
5۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول چک نمبر108جنوبی سرگودھا
6۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ گرلز مڈل سکول چک نمبر108جنوبی سرگودھا
7۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول چک نمبر190شمالی ترکوٹاسرگودھا
8۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول چک نمبر103جنوبی سرگودھا
9۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول چک نمبر75شمالی سرگودھا
10۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول چک نمبر94شمالی سرگودھا
11۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول چک نمبر105شمالی سرگودھا
12۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ بوائز مڈل سکول چک نمبر107جنوبی سرگودھا
13۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول چک نمبر136جنوبی سرگودھا
14۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ گرلز مڈل سکول چک نمبر74شمالی سرگودھا
15۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول مٹھہ لک سرگودھا
16۔ اپ گریڈیشن گرلز مڈل سکول چک نمبر8ریمونٹ ڈپو سرگودھا
17۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ بوائز پرائمری سکول چک نمبر106جنوبی سرگودھا
18۔ اپ گریڈیشن گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول چک نمبر190شمالی ترکوٹاسرگودھا

(ب) کیایہ بھی درست ہے کہ حکومت پنجاب نے ان سکولوں کے لئے مطلوبہ فنڈز ڈسٹرکٹ گورنمنٹ سرگودھا کو فراہم کردیئے ہیں؟

(ج) اگر جز(ب)کا جواب اثبات میں ہے تو ان سکولوں کے لئے ٹینڈر کس تاریخ کو طلب کئے گئے اور ورک آرڈر کب دیئے گئے، اگر ورک آرڈر نہیں دیئے گئے تو اس کی کیا وجوہات ہیں؟

(د) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے ان سکولوں کے لئے دوبارہ ٹینڈر طلب کرنے پر پابندی عائد کر دی ہے اور اگر ایسا ہے تو عوام کو بہتر تعلیمی سہولیات سے محروم رکھنے کی کیا وجوہات ہیں؟

(ہ) یہ کام کب تک شروع کر دیئے جائیں گے اور کتنے عرصہ میں مکمل ہوں گے ؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) سوال میں شامل اٹھارہ مدارس کا درجہ بڑھانے کی منظوری ہو چکی ہے۔

(ب) حکومت پنجاب کی طرف سے فنڈز مہیا کئے گئے جو ضلعی حکومت نے اپنے سالانہ ترقیاتی پروگرام میں شامل کر لئے ہیں۔

(ج) حکومت پنجاب کی طرف سے نئی سکیموں پر پابندی کی وجہ سے ٹینڈر روک لئے گئے تھے۔

(د) حکومت پنجاب کی طرف سے پابندی ہٹالی گئی ہے لہذا پہلے سے منظور شدہ سکیموں کی تجدید ضروری ہو گئی ہے۔سکیموں کی تجدید کے لئے تخمینہ جات تیار کئے جا رہے ہیں۔محکمہ عمارات کی طرف سے تخمینہ جات کی موصولی کے بعد انہیں دوبارہ District Government Committee کی میٹنگ میں رکھا جاتا ہے۔

(ہ) District Government Committee کی منظوری کے بعد ان کاموں کے ٹینڈر طلب کئے جائیں گے، جبکہ عرصہ چھ ماہ میں مکمل ہونے کا امکان ہے۔

لاہور۔جوہر ٹاؤن میں واقع پرائیویٹ سکولوں کی فیسوں کا تعین

*796: محترمہ محمودہ چیمہ: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ حکومت نے جوہر ٹاؤن کے بلاک ڈی 1 اور 11 میں واقع پرائیویٹ سکولوں کی فیسوں کی حدود کا تعین نہیں کیا، اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ پرائیویٹ سکولوں میں ایک بچے سے پانچ ہزار سے آٹھ ہزار تک فیس وصول کر رہے ہیں، کیا حکومت ان کو کنٹرول کرنے کا ارادہ رکھتی ہے؟

(ج) کیا حکومت سرکاری ملازمین کے بچوں کو ان سکولوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے کوئی سہولیات دینے کا ارادہ رکھتی ہے یا کوئی ایسی پالیسی بنانے کا ارادہ رکھتی ہے جس میں سرکاری ملازمین کے بچوں کو پچاس فیصد تک فیس دے کر داخلہ مل سکے، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست ہے کیونکہ رجسٹریشن ایکٹ میں فیسوں کا تعین نہیں کیا گیا۔

(ب) درست ہے۔ حکومت نے ان کو کنٹرول کرنے کے لئے ایک کمیٹی تشکیل دی ہے جو اس کے لئے سفارشات وزیر اعلیٰ کو پیش کرے گی۔

(ج) کمیٹی کی سفارشات کے بعد یہ طے ہو سکے گا کہ سرکاری ملازمین کے بچوں کو پچاس فیصد تک فیس دے کر داخلہ مل سکتا ہے یا نہیں۔

گورنمنٹ ہائی سکول تو لیکی ورکاں تحصیل کامونکی میں کلاسوں کا اجراء

*844: محترمہ محمودہ چیمہ: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ہائی سکول تو لیکی ورکاں تحصیل کامونکی کی عمارت تعمیر ہوئے تقریباً پانچ سال کا عرصہ ہو چکا لیکن کلاسوں کا اجراء نہیں ہو سکا؟

(ب) کیا حکومت اس سکول میں کلاسوں کے اجرا کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

(ج) کیا حکومت مذکورہ سکول میں اساتذہ کی فوری تعیناتی کے لئے کوئی اقدامات اٹھانے کا ارادہ رکھتی ہے، تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے ایوان کو آگاہ فرمائیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) یہ درست نہ ہے۔اس نام کا کوئی سکول تحصیل کامونکی میں نہ ہے۔

(ب) جز(الف) کے جواب کی روشنی میں مزید وضاحت کی ضرورت نہ ہے۔

(ج) تحصیل کامونکی میں گورنمنٹ ہائی سکول تولیکی ورکاں نام کا کوئی سکول اپ گریڈ نہ ہوا ہے۔

صوبہ پنجاب کی تعلیمی پالیسی و دیگر تفصیلات

*870:چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) حکومت پنجاب کی تعلیمی پالیسی کیا ہے؟

(ب) پنجاب کی تعلیمی پالیسی کب بنائی گئی اور کس نے بنائی؟

(ج) حکومت پنجاب طبقاتی نظام تعلیم کو بدلنے کے لئے کیا اقدامات اٹھا رہی ہے اور اس کے تعلیمی اہداف کیا ہیں اور کن کن علاقوں میں ترجیحاً کام کیا جا رہا ہے؟

(د) صوبہ پنجاب کے فرسودہ نظام تعلیم کو کب تک تبدیل کر کے مساوی اور بامقصد تعلیم کا ٹارگٹ پورا کیا جائے گا؟

(ہ) کیا یہ درست ہے کہ تعلیم کے شعبہ کو سکولز، کالجز، سپیشل ایجوکیشن اور لٹریسی جیسے شعبوں میں تقسیم کرنے سے بہتری آنے کی بجائے، انحطاط کا شکار ہو گیا ہے؟

(و) ضلع پاک پتن کے پرائیویٹ تعلیمی اداروں رجسٹرڈ یا غیر رجسٹرڈ کی تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔ان پرئیویٹ تعلیمی اداروں کی فیس کیا ہیں، اس کی تفصیل مع نام ادارہ سے آگاہ فرمائیں، ان میں زیر تعلیم طلباو طالبات کی تعداد کیا ہے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) تعلیمی پالیسی وفاقی حکومت بناتی ہے۔صوبہ پنجاب وفاقی حکومت کی طرف سے مرتب کردہ تعلیمی پالیسی پر عمل کرتا ہے۔تاہم حکمت کی موجودہ تعلیمی پالیسی کوالٹی ایجوکیشن ہے جس کے تحت تعلیم کے شعبہ سے متعلقہ تمام امور کا جائزہ لینا اور تعلیمی معیار میں بہتری اور تمام ایسے بچوں کو جو اس وقت سکول سے باہر ہیں ان کو سکولوں میں لانا شامل ہے۔

(ب) وفاقی حکومت کی طرف سے تعلیمی پالیسی 1998 سے 2010 ترتیب دی گئی ہے جس پر صوبہ پنجاب میں عمل کیا جارہاہے تاہم اس تعلیمی پالیسی کو مرتب کرنے میں صوبہ پنجاب نے اہم اور مؤثر کردار ادا کیا۔

(ج) حکومت پنجاب طبقاتی نظام تعلیم کے خلاف ہے اور یکساں نظام تعلیم رائج کرنے کی خواہاں ہے۔تاہم اس پر بتاریج ہی عمل کیا جاسکتا ہے تاکہ یہ لاکھوں طلباو طالبات جو مختلف نظام تعلیم کے تحت تعلیم حاصل کررہے ہیں تبدیلی سے متاثر نہ ہیں۔ تعلیمی نظام میں بہتری کے لئے اقدامات کئے جا رہے ہیں۔ عوامی نمائندگان کی سربراہی میں ایلیمنٹری تعلیم اور دیگر شعبوں میں اصلاحات تجویز کرنے کے لئے ٹاسک فورسز قائم کر دی گئی ہیں جو نظام تعلیم میں اصلاحات تجویز کرنے کے لئے حکومت کو سفارشات پیش کریں گے۔

(د) پورے تعلیمی نظام کو فرسودہ کہنا درست نہ ہوگا۔تاہم تعلیمی نظام کو جدید تقاضوں کے مطابق لانے کے لئے مؤثر اقدامات کئے جارہے ہیں جبکہ تعلیمی شعبہ میں بھی یہ on going process ہے۔

(ہ) حکومت نے کام کے زیادہ پھیلاؤ اور بہت زیادہ حجم کے پیش نظر اور کارکردگی بڑھانے کے لئے اسے مختلف شعبوں میں تقسیم کیا ہے۔حکومت کے اس اقدام سے مختلف شعبوں کی کارکردگی میں بہتری پیدا ہوئی ہے۔

(و) ضلع پاکپتن میں اس وقت کل پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی تعداد 222 ہے۔جس میں سے 192 پرائیویٹ تعلیمی ادارے رجسٹرڈ ہیں اور 30 غیر رجسٹرڈ ہیں۔ پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی طرف سے وصول کی جانیوالی فیسوں کی تفصیل اور ان کے نام ایوان کی میز پر رکھ دیئے گئے ہیں۔

ضلع خوشاب کے سکولوں میں خالی اسامیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

*907: **ملک محمد جاوید اقبال اعوان**: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع خوشاب میں واقع پرائمری، مڈل اور ہائی سکولوں میں اساتذہ کی کتنی اسامیاں خالی پڑی ہیں؟

(ب) خالی اسامیوں کی تفصیلات سکول وائز ہاؤس میں پیش کی جائے نیز کیا حکومت ان اسامیوں کو پر کرنے کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک، اگر نہیں تو اس کی وجوہات کیا ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) ضلع خوشاب میں واقع پرائمری، مڈل اور ہائی سکولوں میں اساتذہ کی 505 اسامیاں خالی پڑی ہیں۔

(ب) خالی اسامیوں کی تفصیلات سکول وائز ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہیں ان خالی اسامیوں میں سے 346 اسامیوں کو پر کرنے کے لئے کارروائی عنقریب مکمل ہو جائے گی۔

ضلع خوشاب میں ہائی سکولوں میں سائنس لیبارٹریوں کے معاملات

*911: **ملک محمد جاوید اقبال اعوان**: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) ضلع خوشاب میں کتنے ہائی سکولز ہیں ان میں سے کتنے سکولوں میں سائنس لیبارٹریز موجود ہیں؟

(ب) کیا جن ہائی سکولوں میں سائنس لیبارٹریاں موجود ہیں، ان میں ضرورت کے مطابق سامان موجود ہے، کیا حکومت مذکورہ سکولوں میں سائنس لیبارٹری کا سامان مکمل کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک، اگر نہیں تو وجوہات سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف)

بوائز سکول	بوائز لیبارٹریز	گرلز سکول	گرلز لیبارٹریز
61	22	25	9

(ب) جن ہائی سکولوں میں سائنس لیبارٹریز موجود ہیں ان میں ضرورت کے مطابق سامان موجود ہے۔

غیر نشان زدہ سوالات اوران کے جوابات

ہیڈماسٹروں / سینئر ہیڈماسٹروں کے بغیر سکولوں کی تعداد

1: انجینئر قمرالاسلام راجہ: کیاوزیر سکولزایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

صوبے میں کتنے ہائر سیکنڈری اور سیکنڈری سکول کل وقتی سربراہوں یعنی سینئر ہیڈ ماسٹروں اور ہیڈماسٹروں کے بغیر چل رہے ہیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

صوبہ میں کل ہائر سیکنڈری سکول کی تعداد406 ہے، جس میں سے بوائز ہائر سیکنڈری سکول کی تعداد218 گرلز ہائر سیکنڈری سکول کی تعداد188 ہے۔اسی طرح کل ہائی سکول کی تعداد4729 ہے جس میں سے بوائز ہائی سکول2996اور گرلز ہائی سکول1733 کام کررہے ہیں۔

اس وقت صوبہ میں تقریباً52 بوائز ہائر سیکنڈری سکول اور 74 گرلز ہائر سیکنڈری سکول کل وقتی پرنسپل کے بغیر چل رہے ہیں جبکہ 1314 بوائز ہائی سکول اور 729 گرلز ہائی سکول کل وقتی سربراہوں یعنی سینئر ہیڈ ماسٹروں، ہیڈ ماسٹروں، سینئر ہیڈ مسٹریس اور ہیڈمسٹریس کے بغیر چل رہے ہیں۔تفصیل ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔

پنجاب کے کالجوں میں کنٹریکٹ پر مرد و خواتین لیکچراروں کی تعداد

18: انجینیر قمرالاسلام راجہ: کیاوزیر ہائرایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

پنجاب کے کالجوں میں کنٹریکٹ پر کام کرنے والے (مرد اور خاتون) لیکچراروں کی کل تعداد کتنی ہے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

پنجاب کے کالجوں میں کنٹریکٹ پر کام کرنے والے (مرد اور خواتین) لیکچراروں کی کل تعداد1818 ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

نمبر شمار	سال	خواتین	مرد	کل تعداد
1	2002	344	392	736
2	2005	543	539	1082
	کل تعداد	887	931	1818

گورنمنٹ مڈل سکول، درکالی شیر شاہی ضلع راولپنڈی کا رقبہ و دیگر تفصیلات

7: راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ): کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :-

(الف) گورنمنٹ مڈل سکول درکالی شیر شاہی تحصیل کلر سیداں، ضلع راولپنڈی کل کتنی اراضی پر قائم ہے؟

(ب) مذکورہ سکول کے گراونڈ پر کچھ لوگوں نے ملی بھگت کر کے قبضہ کر لیا ہے؟

(ج) اگر ایسا ہے تو سکول کی اراضی کی پیمائش کب عمل میں آئی نیز سکول کی اراضی کو دوبارہ سکول انتظامیہ کے حوالے کرنے کے لئے کیا اقدامات اٹھائے جا رہے ہیں، اگر نہیں تو اس کی وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) گورنمنٹ مڈل سکول درکالی شیر شاہی 9 کنال 16 مرلے پر قائم ہے۔

(ب) مذکورہ سکول کے خسرہ نمبر 653 جو کہ 3 کنال 9 مرلے ہے۔ اس خسرہ نمبر کی 2 مرلے زمین پر محمد اشرف ولد گلاب خان اور مجید ولد گلاب خان نے قبضہ کر رکھا ہے خسرہ نمبر 652 جو کہ 5 کنال 13 مرلے ہے اس نمبر کی 4 مرلے زمین پر بھی مندرجہ بالا لوگ قابض ہیں۔

(ج) آج سے دو سال قبل اراضی کی پیمائش ہوئی تھی اب دوبارہ پیمائش کے لئے ڈی ڈی او (آر) کو درخواست دی ہوئی ہے۔

گورنمنٹ ہائی سکول کلر سیداں (راولپنڈی) کی گراونڈ پر غیر قانونی پارکنگ کا مسئلہ

9: راجہ حنیف عباسی (ایڈووکیٹ): کیاوزیر سکولزایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ہائی سکول کلر سیداں ضلع راولپنڈی کا گراؤنڈ غیر قانونی طور پر پرائیویٹ گاڑیوں کی پارکنگ میں تبدیل کر دیا گیا ہے؟

(ب) اگر ایسا ہے تو اس کی وجوہات کیا ہیں اور گراؤنڈ کو پارکنگ میں تبدیل کرنے کی اجازت کس نے دی ہے؟

(ج) اس گراؤنڈ کو کب تک سکول انتظامیہ کے حوالے کر دیا جائے گا؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ہائی سکول کلر سیداں ضلع راولپنڈی کا گراؤنڈ غیر قانونی طور پر پرائیویٹ گاڑیوں کی پارکنگ میں تبدیل ہو چکا ہے۔

(ب) گراؤنڈ پر ناجائز قبضے کا مقدمہ بعدالت راجہ خرم علی سول جج راولپنڈی کی عدالت میں زیر سماعت ہے جبکہ گراؤنڈ میں پارکنگ کی اجازت کسی بھی انتظامی افسر نے نہیں دی۔

(ج) عدالت کے فیصلے کے بعد ہی مکمل گراؤنڈ سکول انتظامیہ کے حوالے ہو سکتا ہے۔

پی پی۔144 لاہور میں پرائمری سکول کو اپ گریڈ کرنے کا مسئلہ

27: جناب وسیم قادر: کیاوزیر سکولزایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) پی پی۔144 میں کتنے گورنمنٹ پرائمری سکول ہیں ان میں کتنے پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ دیا گیا اور جن پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ نہ دیا گیا اس کی وجہ بیان فرمائیں؟

(ب) کیا یہ درست ہے کہ ان گورنمنٹ کے سکولوں میں پینے کا صاف پانی، بچوں کے بیٹھنے کے لئے ڈیسک و دیگر سہولیات موجود نہیں؟

(ج) اگر جواب اثبات میں ہے تو حکومت کب تک ان تمام پرائمری سکولوں کو مڈل کا درجہ اور سہولیات دینے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر نہیں تو وجہ بیان فرمائی جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) پی پی۔144میں گورنمنٹ کے انیس پرائمری سکول ہیں جن کی لسٹ ایوان کی میز پر رکھ دی گئی ہے۔کسی بھی سکول کو مڈل کا درجہ نہ دیا گیا ہے۔گورنمنٹ نارم کے مطابق ایک مڈل سکول کے لئے چار کنال کا رقبہ درکار ہوتا ہے چونکہ کسی بھی پرائمری سکول کا رقبہ 4 کنال نہ ہے اس وجہ سے سکول کو اپ گریڈ نہ کیا گیا ہے۔

(ب) تمام سکولوں میں پینے کے صاف پانی کی سہولت موجود ہے تاہم مندرجہ ذیل سکولوں میں فرنیچرز کی تمام طلبا کو سہولت نہ ہے تاہم نئے مالی سال میں گرانٹ ملنے صورت میں سہولیات فراہم کر دی جائیں گی۔

1- گورنمنٹ زریاب پرائمری سکول مدینہ کالونی شالیمار کالونی لاہور
2- گورنمنٹ ماڈرن گرلز پرائمری سکول بیگم پورہ لاہور
3- گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول کچا باغ لاہور
4- گورنمنٹ رشید گرلز پرائمری سکول باغبانپورہ لاہور
5- گورنمنٹ جنرل ماڈل پرائمری سکول بیگم پورہ لاہور
6- گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول مادھولال حسین باغبانپورہ لاہور
7- سی ڈی جی گرلز پرائمری سکول محمود بوٹی لاہور
8- گورنمنٹ گرلز پرائمری سکول خضر آباد لاہور

(ج) جواب (الف) اور (ب) کی روشنی میں مزید وضاحت کی ضرورت نہ ہے۔

ضلع رحیم یار خان میں او ٹی اور اے ٹی ٹیچرز کی بھرتی

34: مخدوم سید احمد محمود: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ :۔

(الف) ضلع رحیم یار خان میں او ٹی اور اے ٹی ٹیچرز کی کتنی اسامیاں خالی پڑی ہیں؟

(ب) ضلع رحیم یار خان میں کتنے عرصہ سے او ٹی اور اے ٹی ٹیچرز کی اسامیوں پر بھرتی نہ کی گئی ہے؟

(ج) کیا حکومت ان او ٹی اور اے ٹی ٹیچرز کی خالی اسامیوں پر بھرتی کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک اور اگر نہیں تو معزز ایوان کو وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) ضلع رحیم یار خان میں او ٹی اور اے ٹی ٹیچرز کی 325 خالی اسامیاں ہیں جس کی تفصیل درج ذیل ہے:-

جنس	او ٹی ٹیچرز	اے ٹی ٹیچرز
بوائز سکولز	81	39
گرلز سکولز	121	84
میزان	202	123

(ب) ضلع رحیم یار خان میں 1997 کے بعد او ٹی اور اے ٹی ٹیچرز کی اسامیوں پر بھرتی نہ کی گئی ہے۔

(ج) حکومت پنجاب نے موجودہ بھرتی پالیسی میں او ٹی اور اے ٹی ٹیچرز کی خالی اسامیوں پر بھرتی کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ عنقریب ان او ٹی اور اے ٹی ٹیچرز کی خالی اسامیوں پر بھرتی کر لی جائے گی۔

پنجاب کی تعلیمی پالیسی و دیگر تفصیلات

46: چودھری جاوید احمد (ایڈووکیٹ): کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) پنجاب کی تعلیمی پالیسی کیا ہے؟

(ب) تعلیمی سلیبس پنجاب کے تمام سکولوں میں کب تک یکساں کیا جائیگا اور اگر نہیں تو کیوں؟

(ج) طبقاتی نظام تعلیم کو بدلنے کے لئے حکومت کیا اقدامات اٹھا رہی ہے؟

(د) پنجاب کے پرائیویٹ تعلیمی اداروں کے لئے کیا حکومتی تعلیمی پالیسی ہے؟

(ہ) پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں علیٰحدہ علیٰحدہ سلیبس پڑھایا جاتا ہے، ان میں یکسانیت کب تک پیدا کی جائیگی؟

(و) پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی فیس مقرر کرنے کا کیا طریق کار وضع کیا گیا ہے؟

(ز) پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی فیسوں کو جائز بنانے اور بچوں کو سہولیات مہیا کرنے کے لئے حکومتی ضوابط وطریق کار سے آگاہ فرمائیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) تعلیمی پالیسی فیڈرل گورنمنٹ تشکیل دیتی ہے اور صوبے اس تعلیمی پالیسی پر عمل کرتے ہیں اس وقت تعلیمی پالیسی 1998-2010 پر عمل ہو رہا ہے۔

(ب) ایسے پرائیویٹ تعلیمی ادارے جو پنجاب کے بورڈز اور دیگر اداروں سے الحاق شدہ ہیں ان میں پنجاب کے سرکاری سکولوں میں رائج ایک جیسا نصاب پڑھایا جارہا ہے تاہم حکومت کوشش کر رہی ہے کہ تمام اداروں میں ایک جیسا نصاب پڑھایا جائے۔

(ج) حکومت یہ ارادہ رکھتی ہے کہ صوبے کے تمام سرکاری و پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں یکساں نظام تعلیم رائج ہو۔اس ضمن میں پرائیویٹ تعلیمی اداروں کو پنجاب اگزامینیشن کمیشن کے تحت امتحان عمل میں لانے، پنجاب پرائیویٹ سکولز (پروموشن اینڈ ریگولیشن) آرڈیننس 1984 کو مؤثر بنانے جیسے اقدامات شامل ہیں۔

(د) حکومت نجی سیکٹر میں تعلیمی اداروں کے قیام کی حوصلہ افزائی چاہتی ہے تاہم تعلیمی پالیسی سرکاری و پرائیویٹ ادارواں دونوں کے لئے یکساں ہے۔

(ہ) پرائیویٹ تعلیمی ادارے جن کی رجسٹریشن اور الحاق پنجاب کے بورڈز کے ساتھ ہے وہ حکومت کا منظور شدہ نصاب ہی پڑھا رہے ہیں کیونکہ ان کے طلبا کے امتحانات اس کے مطابق ہوتا ہیں۔تاہم وہ ادارے جن کا الحاق پنجاب سے ہٹ کر کسی دوسرے بورڈ یا بیرون ملک کسی ادارے سے ہے تو وہ اس کے مطابق سلیبس پڑھا رہے ہیں۔

(و) پرائیویٹ تعلیمی ادارے ٹیوشن فیس کا تعین خود کرتے ہیں تاہم رجسٹریشن کی شرائط میں یہ بات درج ہے کہ وہ ٹیوشن فیس مناسب حد کے اندر رکھیں گے۔سردست ٹیوشن فیس کا تعین کرنے کا کوئی طریقہ رائج نہ ہے۔

(ز) فی الوقت پرائیویٹ تعلیمی اداوں کیطرف سے ٹیوشن فیس کو جائز حد میں رکھنے اور ان فیسوں میں اضافہ کو روکنے کے لئے کوئی باقاعدہ طریقہ اور معیار مقرر نہ ہوا ہے تاہم حکومت والدین کی پریشانی سے آگاہ ہے اور پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی ٹیوشن فیسوں کو مناسب حد کے اندر رکھنے کے لئے اقدامات کرنے پر غور کر رہی ہے۔پرائیویٹ تعلیمی اداروں کی کارکردگی مانٹیر کرنے کے لئے پنجاب پرائیویٹ سکولز (پروموشن اینڈ ریگولیشن)ایکٹ1984رائج ہے۔

ضلع لاہور اور فیصل آباد میں اوٹی /اے ٹی ٹیچروں کی خالی اسامیوں کی تعداد و دیگر تفصیلات

76: محترمہ زیب جعفر:کیاوزیر سکولزایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ ضلع لاہور اور ضلع فیصل آباد میں عرصہ دراز سے اوٹی /اے ٹی ٹیچروں کی بھرتی نہ کی گئی ہے؟

(ب) ضلع لاہور اور ضلع فیصل آباد میں اوٹی /اے ٹی ٹیچروں کی کتنی اسامیاں کتنے عرصہ سے خالی پڑی ہیں؟

(ج) کیا حکومت ان خالی اسامیوں پر تعیناتی کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک اور اگر نہیں تو وجوہات سے معزز ایوان کو آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) یہ درست ہے کہ ضلع لاہور اور ضلع فیصل آباد میں عرصہ دراز سے اوٹی /اے ٹی ٹیچرز کی بھرتی نہ کی گئی ہے۔

(ب) ضلع لاہور میں او ٹی /اے ٹی ٹیچرز (مردانہ) کی خالی اسامیوں کی تعداد 89 اور او ٹی /اے ٹی ٹیچرز (زنانہ) کی خالی اسامیوں کی تعداد 37 ضلع فیصل آباد میں او ٹی /اے ٹی ٹیچرز (مردانہ) کی خالی اسامیوں کی تعداد 47 جبکہ او ٹی /اے ٹی ٹیچرز (زنانہ) کی خالی اسامیوں کی تعداد 78 ہے جو کہ 1997 سے خالی پڑی ہیں۔

(ج) حکومت پنجاب او ٹی /اے ٹی ٹیچرز کی خالی اسامیوں پر عنقریب بھرتی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔

صوبہ میں او ٹی /اے ٹی ٹیچرز کی بھرتی کا مسئلہ

77: **محترمہ زیب جعفر**: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ صوبہ بھر میں 1995 کے بعد سے او ٹی /اے ٹی ٹیچرز کی بھرتی نہ کی گئی ہے جبکہ ہزاروں او ٹی ٹیچرز کی اسامیاں خالی پڑی ہیں؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ 1995 کے بعد متعدد بار مختلف کیڈرز میں بھرتی کی گئی لیکن اس تیرہ سالہ عرصہ کے دوران او ٹی ٹیچرز کو یکسر نظر انداز کیا جاتا رہا ہے اس کی وجوہات سے آگاہ فرمائیں؟

(ج) کیا حکومت ان ہزاروں او ٹی ٹیچرز کی خالی اسامیوں پر بھرتی کا ارادہ رکھتی ہے، اگر رکھتی ہے تو کب تک اور اگر نہیں تو وجوہات بیان فرمائیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) جزوی طور پر درست ہے کیونکہ 1997 میں بھی کچھ اضلاع نے اے ٹی / او ٹی ٹیچرز کی بھرتی گورنمنٹ آف پنجاب کے ایجوکیشن ڈیپارٹمنٹ کی ہدایت کے مطابق کی تھی لیکن بعد ازاں بھرتی پر پابندی ہونے کی وجہ سے 2002 تک کسی اسامی پر بھرتی نہ کی گئی۔ 2002 کے بعد کنٹریکٹ پالیسی میں شامل نہ ہونے کی وجہ سے ان پوسٹوں پر بھرتی نہ کی جا سکی۔

(ب) جزوی طور پر درست ہے کیونکہ 1997 میں ان پوسٹوں پر متعدد اضلاع نے بھرتی کی جبکہ بعد ازاں 2002 میں کنٹریکٹ پالیسی پر صرف ESE، SESE اور SSE کی پوسٹوں پر ہی بھرتی کی جاتی رہی۔

(ج) حکومت پنجاب کی طرف سے جاری کردہ بھرتی پالیسی نمبر SO(SE-IV)2-34/08 مورخہ 30-08-2008 کے تحت اوٹی/اے ٹی سمیت مختلف کیڈرز کی اسامیوں پر بھرتی کا نوٹیفکیشن جاری کر دیا گیا ہے اور بہت سے اضلاع نے مذکورہ اسامیوں کے لئے درخواستیں بھی طلب کر لی ہیں۔

گورنمنٹ گرلز مڈل سکول سجہ تحصیل خانپور کی اپ گریڈیشن کا مسئلہ

78: محترمہ زیب جعفر: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ گرلز مڈل سکول سجہ تحصیل خان پور اپ گریڈیشن کے مطلوبہ معیار پر پورا اترتا ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ متذکرہ سکول کے آس پاس تقریباً دس کلومیٹر کے فاصلہ پر کوئی گرلز ہائی سکول نہ ہے؟

(ج) کیا حکومت متذکرہ سکول کی اپ گریڈیشن کا ارادہ رکھتی ہے تو کب تک اور اگر نہیں تو معزز ایوان کو تفصیلات سے آگاہ کیا جائے؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست ہے۔گورنمنٹ گرلز ایلیمنٹری سکول سجہ تحصیل خانپور کی فزیبلٹی رپورٹ برائے اپ گریڈیشن مڈل سے ہائی سکول بھجوائی جا چکی ہے اور سکول کا رقبہ تعداد طالبات کے لحاظ سے گورنمنٹ کے نارم کے مطابق پورا اترتا ہے۔

(ب) یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول کے آس پاس دس کلومیٹر کے فاصلے پر کوئی گرلز سکول نہ ہے۔

(ج) جیسے ہی منظوری ہوگی عملدرآمد کر دیا جائے گا۔

گورنمنٹ گرلز مڈل سکول بستی رحیم آباد تحصیل خانپور کے مسائل

85: محترمہ زیب جعفر: کیا وزیر سکولز ایجوکیشن ازراہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:-

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ گرلز مڈل سکول بستی رحیم آباد تحصیل خان پور میں بچیوں کی تعداد تقریباً پندرہ سو کے قریب ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ یہ سکول عام آبادی کی نسبت سطح زمین سے نیچا ہے اور آس پاس کی آبادی کا پانی برسات کے دنوں میں اس سکول میں جمع ہو جاتا ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ اس سال انتظامیہ مذکورہ سکول میں اس گندے پانی کے مسئلے کی وجہ سے چھٹی کلاس میں بچیوں کی تعلیم جاری نہ رکھ سکی ہے؟

(د) کیا حکومت مذکورہ سکول کا سروے کر کے اس میں بھرتی ڈال کر اس سکول کو اونچا کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اور اگر نہیں تو معزز ایوان کو وجوہات بتائی جائیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست نہ ہے۔ گورنمنٹ گرلز مڈل سکول بستی رحیم آباد تحصیل خان پور میں بچیوں کی تعداد 650 ہے۔

(ب) درست ہے۔ سکول مذکورہ کی جگہ سڑک / زمین کی سطح سے تقریباً چار فٹ نیچی ہے جس میں برسات کے علاوہ عام دنوں میں بھی محلے کے گٹروں کا گندا پانی جمع ہو جاتا ہے۔

(ج) درست ہے۔ اس گندے پانی کی وجہ سے سکول سے طالبات نے سرٹیفکیٹ لے کر دوسرے سکول میں داخلہ لینا شروع کر دیا تھا۔

(د) مذکورہ سکول کا رقبہ سات کنال تیرہ مرلے ہے۔ ایک کنال چھ مرے پر کمرے اور برآمدہ تعمیر ہے باقی چھ کنال سات مرلے پر مشتمل گراؤنڈ موجود ہے جو کہ سڑک / زمین کی سطح سے تقریباً چار فٹ نیچے ہے۔ سکول کونسل کی مد میں گراؤنڈ میں مٹی ڈالنے کے لئے مبلغ ایک لاکھ روپے دیئے گئے جس سے صرف دو کنال رقبہ پر مٹی ڈالی جا سکی مزید چار کنال رقبہ پر مٹی ڈالنا باقی ہے جس پر تقریباً تین لاکھ روپے خرچ آئیں گے، مزید رقم ملنے پر گراؤنڈ کی

سطح سڑک / زمین کے برابر ہو جائے گی۔ڈسٹرکٹ گورنمنٹ کو فنڈز کی فراہمی کے لئے لکھ دیا گیا ہے۔

گورنمنٹ ہائی سکول سہجہ تحصیل خانپور کے مسائل

86: **محترمہ زیب جعفر:** کیا وزیر سکولز ایجوکیشن از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:۔

(الف) کیا یہ درست ہے کہ گورنمنٹ ہائی سکول سہجہ تحصیل خان پور میں لڑکوں کی تعداد تقریباً ایک ہزار ہے؟

(ب) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول کے آس پاس 12 کلو میٹر کے فاصلہ پر کوئی ہائر سیکنڈری سکول نہ ہے؟

(ج) کیا یہ بھی درست ہے کہ مذکورہ سکول اپ گریڈیشن کے معیار پر پورا اترتا ہے؟

(د) کیا حکومت مذکورہ بالا سکول کو اپ گریڈ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، اگر ہاں تو کب تک اور اگر نہیں تو معزز ایوان کو وجوہات بتائی جائیں؟

وزیر تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):

(الف) درست نہ ہے۔گورنمنٹ ہائی سکول سہجہ تحصیل خان پور میں لڑکوں کی تعداد 478 ہے۔

(ب) درست ہے۔

(ج) مذکورہ بالا سکول کا رقبہ 5 ایکڑ 7 کنال اور 19 مرلہ ہے اگر سکول اپ گریڈیشن کے معیار پر پورا اترتا ہے۔

(د) سکول اپ گریڈ کے لئے فزیبل ہے اور رپورٹ حکومت پنجاب کو بذریعہ نمبر 14741 مورخہ 18-02-2008 بھجوا دی گئی ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

نشان زدہ سوال نمبر 37 (الف) کے غلط جواب کی فراہمی

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! وقفہ سوالات ختم ہو گیا ہے لیکن میں وزیر صاحب کے جواب سے مطمئن نہیں ہوں۔ یہ غلط جواب ہے اور میں اس پر تحریک استحقاق لاؤں گا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ منسٹر صاحب کے ساتھ ابھی بیٹھ جائیں یا کوئی time fix کر لیں۔ اگر آپ کے سوال کا جواب محکمے نے غلط دیا ہو گا تو یقیناً اس کا نوٹس منسٹر صاحب کو لینا چاہئے، نہیں تو یہ ہاؤس نوٹس لے گا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ابھی منسٹر صاحب نے جو جواب پڑھا ہے یہ غلط ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ ایک منٹ کے لئے ان کے ساتھ بیٹھ جائیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! منسٹر صاحب مانیں تو صحیح کہ یہ جواب غلط ہے یا درست ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ ان کے ساتھ بیٹھ کر بات کر لیں۔ اب توجہ دلاؤ نوٹس شروع کرتے ہیں۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: نیازی صاحب! آپ سے میں عرض کرتا ہوں کہ آپ پارلیمانی پارٹی کے لیڈر ہیں۔ آپ کو بڑے حساب سے چلنا چاہئے۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی: شکریہ۔ جناب سپیکر! ایک انتہائی اہم بات ہے۔۔۔

جناب سپیکر: نیازی صاحب! آپ پارلیمانی پارٹی کے لیڈر ہیں تو میں نے floor حسن مرتضیٰ صاحب کو point of order پر دیا ہوا ہے اور آپ interrupt کر کے درمیان میں بات کریں تو یہ مناسب نہیں لگتا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرے سوال کا محکمہ نے جواب صحیح نہیں دیا اس بارے میں منسٹر صاحب جواب دیں۔

جناب سپیکر: جی، منسٹر صاحب!

وزیر ایکسائز و ٹیکسیشن و تعلیم (میاں مجتبیٰ شجاع الرحمٰن):جناب سپیکر!اس میں بالکل محکمہ نے لکھا ہے کہ پالیسی نقائص کی وجہ سے کسی بھی سکول کی تمام ضروریات پوری نہ کی جا سکیں۔آخر میں بھی ہے کہ اس میں مزید بہتری کے لئے حکومت نہ صرف اس پروگرام کو جاری رکھے گی بلکہ اس میں مزید بہتری کے اقدامات کر رہی ہے۔اس کے علاوہ بھی اگر معزز رکن کو اعتراض ہے کہ اس سوال کا جواب محکمہ نے proper نہیں دیا تو اس پر ہم محکمہ کے خلاف کارروائی کریں گے۔

جناب علی حیدر نور خان نیازی:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی، نیازی صاحب!

جناب علی حیدر نور خان نیازی:شکریہ۔جناب سپیکر!میں ایوان کی توجہ ملک کی بہت بڑی علمی اور مذہبی شخصیت پیر نصیر الدین شاہ صاحب آف گولڑہ شریف کی طرف دلانا چاہتا ہوں جو کہ وفات پا گئے ہیں۔اب وقفہ سوالات ختم ہو گیا ہے تو ان کے لئے دعائے مغفرت فرمائی جائے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل:پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر:جی، فرمائیں!

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل:جناب سپیکر! ہم اس بارے میں resolution لا رہے ہیں۔

قرارداد پیش کرنے کے لئے قواعد کی معطلی کی تحریک

جناب سپیکر:جی، سید محمد رفیع الدین بخاری صاحب قواعد کی معطلی کی تحریک پیش کریں۔

سید محمد رفیع الدین بخاری:شکریہ۔جناب سپیکر!میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ:

> "قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے پیر نصیر الدین نصیر آف گولڑہ شریف کی وفات کے سلسلے میں قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

جناب سپیکر:یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے پیر نصیر الدین نصیر آف گولڑہ شریف کی وفات کے سلسلے میں قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

یہ تحریک پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1997 کے قاعدہ 234 کے تحت قاعدہ 115 اور دیگر متعلقہ قواعد کو معطل کر کے پیر نصیر الدین نصیر آف گولڑہ شریف کی وفات کے سلسلے میں قرارداد پیش کرنے کی اجازت دی جائے۔"

(تحریک متفقہ طور پر منظور ہوئی)

جناب سپیکر: جی، قرارداد پیش کریں۔

قرارداد

پیر نصیر الدین نصیر آف گولڑہ شریف کی وفات پر ایوان کا اظہار تعزیت

سید محمد رفیع الدین بخاری: میرے ساتھ ثناءاللہ مستی خیل صاحب اور میاں محمد شفیع صاحب بھی محرک ہیں۔

جناب سپیکر: ان کے نام بھی شامل کر دیں۔

سید محمد رفیع الدین بخاری: شکریہ جناب سپیکر!

"صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ ایوان خانوادہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے درخشندہ ماہتاب پیر نصیر الدین نصیر آف گولڑہ شریف کی وفات پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا عکس جمیل تھے اور تصوف کے نکات اور اسرار و رموز سے اچھی طرح آشنا تھے۔ پیر صاحب عصر حاضر کی معروف دینی، ادبی اور علمی شخصیت تھے۔ آپ کو نہ صرف اردو بلکہ عربی، فارسی، سرائیکی اور پنجابی زبان میں بھی منقبت، نعت اور غزل پر دسترس حاصل تھی۔ آپ متعدد دینی، ادبی اور علمی کتب کے

مصنف تھے۔ آپ درس نظامی کے ساتھ ساتھ فن تجوید و قرات کے بھی ماہر تھے۔ یہ ایوان پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم دینی، علمی اور ادبی خدمات پر ان کو شاندار خراج تحسین پیش کرتا ہے اور آپ کی وفات کو ایک بڑا سانحہ قرار دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ خلا صدیوں تک پر نہ ہو سکے گا۔ یہ ایوان پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بلندی درجات کے لئے دعا گو ہے اور آپ کے لواحقین اور مریدین سے اظہار ہمدردی بھی کرتا ہے۔"

جناب سپیکر: یہ قرارداد پیش کی گئی ہے کہ:

"صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ ایوان خانوادہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے درخشندہ ماہتاب پیر نصیر الدین نصیر آف گولڑہ شریف کی وفات پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا عکس جمیل تھے اور تصوف کے نکات اور اسرار و رموز سے اچھی طرح آشنا تھے۔ پیر صاحب عصر حاضر کی معروف دینی، ادبی اور علمی شخصیت تھے۔ آپ کو نہ صرف اردو بلکہ عربی، فارسی، سرائیکی اور پنجابی زبان میں بھی منقبت، نعت اور غزل پر دسترس حاصل تھی۔ آپ متعدد دینی، ادبی اور علمی کتب کے مصنف تھے۔ آپ درس نظامی کے ساتھ ساتھ فن تجوید و قرات کے بھی ماہر تھے۔ یہ ایوان پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم دینی، علمی اور ادبی خدمات پر ان کو شاندار خراج تحسین پیش کرتا ہے اور آپ کی وفات کو ایک بڑا سانحہ قرار دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ خلا صدیوں تک پر نہ ہو سکے گا۔ یہ ایوان پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بلندی درجات کے لئے دعا گو ہے اور آپ کے لواحقین اور مریدین سے اظہار ہمدردی بھی کرتا ہے۔"

اس قرارداد کی مخالفت تو کسی نے نہیں کی لیکن اگر کوئی معزز رکن اس سلسلے میں بات کرنا چاہیں تو وہ کر سکتے ہیں۔ جی، مستی خیل صاحب!

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میرا خیال ہے کہ پہلے فاتحہ خوانی کر لی جائے۔ پھر میں بات کروں گا۔

جناب سپیکر: فاتحہ خوانی کی جائے۔

(اس مرحلہ پر پیر نصیر الدین نصیر آف گولڑہ شریف کی
روح کے ایصال ثواب کے لئے فاتحہ خوانی کی گئی)

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ السلام علیٰ خاتم النبیین اما بعد۔ جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے اس موقع پر بولنے کی اجازت دی ہے۔ ہمارے پیر و مرشد سید نصیر الدین نصیر شاہ صاحب جو قضائے الٰہی سے دو دن قبل وفات پا چکے ہیں۔ یہ سانحہ نہ صرف پاکستان کے لئے بلکہ عالم اسلام کے لئے بھی ایک بہت بڑا سانحہ ہے۔ آپ رشد و ہدایت، علم و ادب کے پیکر تھے۔ آپ نہ صرف ادیب تھے بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ آپ عالم اسلام کے ایک سفیر تھے۔ آپ کی خدمات تا قیام قیامت یاد رکھی جائیں گی۔ آپ کا سلسلہ نسب حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب سے ہے۔ آپ ان کے پوتے تھے۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب وہ پیر ہو گزرے ہیں جنہوں نے سب سے پہلے مرزا قادیان کو چیلنج کرتے ہوئے کہا تھا کہ اگر تم سمجھتے ہو کہ تم صحیح ہو اور جو تم نے گستاخی کی ہے کہ میں آخری نبی ہوں تو میرے مقابلے میں آؤ، میں تمہیں وہیں جھوٹا ثابت کروں گا اور اللہ کا فضل اور کرم ہوا کہ مرزا قادیان کو جرات نہ ہوئی اور پیر صاحب کی کوششوں سے ذوالفقار علی بھٹو شہید نے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آج میرے پیر و مرشد جن کا روحانی سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔ ان کے رشد و ہدایت کے چشمے ہر علاقے میں پھوٹ رہے ہیں۔ پورے پاکستان کی عوام نے ملاحظہ کیا ہو گا کہ جب آپ کا جنازہ مبارک پڑھایا جا رہا تھا تو اخبار نویسوں نے لکھا کہ میں کہوں گا کہ پاکستان کی تاریخ کا حضرت قائداعظم کے بعد سب سے بڑا جنازہ تھا اور لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے۔ آپ کوئی حکمران نہیں تھے بلکہ

آپ صوفیائے کرام کی اس لڑی سے تھے۔ میں آپ کی مھک سمجھتا ہوں کہ وہ شہید ہوئے ہیں۔ پیر کبھی مردہ نہیں ہوتے اور ان کا سلسلہ انشاء اللہ تا قیامت چلتا رہے گا۔

(اذان مغرب)

جناب سپیکر: مستی خیل صاحب! wind up کریں۔۔۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! مجھے یہ اعزاز بھی حاصل ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کو تو اعزاز حاصل ہے ادھر اذان ہو گئی ہے اور دوستوں نے نماز پڑھنے کے لئے بھی جانا ہے۔ آپ جلدی کریں تاکہ اس قرارداد کو پیش کر دیا جائے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں wind up کر رہا ہوں۔ میں انتہائی احترام کے ساتھ کہتا ہوں کہ مجھے یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ۔۔۔

جناب والا! اگر بات نہیں سننی تو میں نہیں کرتا نماز پڑھنے کے بعد بات کر لیں گے۔

جناب سپیکر: اب انہوں نے خود ہی کہہ دیا ہے، اب میں کیا کروں؟ ٹھیک ہے اب نماز کا وقفہ کرتے ہیں۔ آدھ گھنٹہ کے لئے نماز کا وقفہ کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر نماز مغرب کے لئے اجلاس کی کارروائی آدھ گھنٹہ کے لئے ملتوی کر دی گئی)

(اس مرحلہ پر نماز مغرب کے وقفہ کے بعد 18 بج کر 21 منٹ پر
جناب سپیکر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

شیخ علاؤ الدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ چند دن پہلے آپ نے فرمایا تھا کہ پرائیویٹ چینلز کے بارے میں کل فیصلہ کر دیں گے۔ میرے خیال میں اس میں کوئی بجٹ کا مسئلہ تھا۔ لہذا میری استدعا ہے کہ آپ اس پر کوئی فیصلہ کر دیں اور اپنی رولنگ دے دیں تاکہ یہ پرائیویٹ چینلز یہاں آئیں اور اسمبلی کی maximum کارروائی کا لوگوں کو پتا چل سکے۔

جناب سپیکر: آج ہمارے سینئر وزیر صاحب تشریف فرما نہیں ہیں۔ان سے جو بات ہوئی ہے وہ آپ کو اس بارے میں مکمل بتا دیں گے۔اس معاملے کو جلد از جلد take up کر رہے ہیں، انشاء اللہ اس کا جلدی اور بہتر انداز سے فیصلہ ہو جائے گا۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! آپ نے اس میں صرف 11 لاکھ روپے کا بجٹ دینا تھا۔

جناب سپیکر: صرف بجٹ نہیں بلکہ بیچ میں اور بھی باتیں ہیں۔آپ میرے پاس بیٹھیں گے تو میں آپ کو بتاؤں گا۔آپ آتے تو ہیں نہیں۔

شیخ علاؤالدین: شکریہ

جناب سپیکر: جناب مستی خیل صاحب!

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! میں عرض کر رہا تھا کہ حضرت پیر نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ ایک کامل ولی تھے، کامل ولی کی اولاد تھے آپ کے خانوادہ نے نظام مصطفیٰ کی خاطر جو کوششیں اور کاوشیں کیں وہ کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔مجھے یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ حضرت خواجہ پیر نصیر الدین نصیر صاحب میری election campaign کے دوران میرے حلقے میں تین جگہ گئے اور انھوں نے کھڑے ہو کر کہا تھا کہ ثناء اللہ مستی خیل کو ووٹ دیں۔کیوں کہا تھا؟ جب پچھلی قومی اسمبلی میں حدود آرڈیننس کا بل پیش ہو رہا تھا تو میں نے ایوان صدر اور نیشنل اسمبلی میں کھڑے ہو کر مشرف کو کہا تھا کہ میرا ووٹ حدود آرڈیننس کے حق میں نہیں آ سکتا۔میں سمجھتا ہوں کہ ایسی آئین سازی، ایسی قانون سازی جو شریعت محمدی کے خلاف ہو، جو قرآن و سنت کے منافی ہو اس پر میں ایک ایم این اے تو کیا، میں ہزار ایم این اے قربان کر سکتا ہوں لیکن قرآن و سنت کے منافی ووٹ نہیں دے سکتا۔میں سمجھتا ہوں کہ ان کی رحلت پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

جناب سپیکر: آپ سیٹ بھول گئے تھے؟

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: جناب سپیکر! علی حیدر نور خان نیازی بھی اس پر بولے ہیں اگر آپ ان کا نام بھی اس میں شامل کر لیں تو میں آپ کا مشکور ہوں گا۔

جناب سپیکر: جی، نیازی صاحب کا نام بھی شامل کیا جائے۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: بہت مہربانی۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں اب put question کر دیا جائے۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! میں بھی بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: حضرت! ٹائم کا خیال رکھیں۔ آگے ایجنڈا بھی چلنا ہے اور آپ کو پتا ہونا چاہئے کہ آج important بحث بھی ہے۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! میں مختصر عرض کروں گا۔

جناب سپیکر: بہت مختصر کرنا۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب سپیکر! گولڑہ شریف میں جو حضرات آسودہ خاک ہیں ان میں خاص کر حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ختم نبوت کے محاذ پر ایک بہت بڑا مثالی کردار ہے جیسے میرے پیش رو بھائی مستی خیل صاحب نے فرمایا ہے۔ مرزا غلام قادیانی کے ساتھ ان کے براہ راست مناظرے رہے ہیں اگرچہ مرزا قادیانی ہر مناظرے سے پہلے ہی شکست کھا جاتا تھا اور بھاگ جاتا تھا لیکن میں سمجھتا ہوں کہ اللہ پاک نے حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اسلام کی حقانیت کی ایک واضح دلیل بنایا تھا۔ بے شک مرزا قادیانی نے ان کی ذات پر بہت کیچڑ اچھالا، بہت کچھ کیا لیکن انھوں نے اپنی ذات، اپنی انانیت سب کچھ ختم نبوت پر فدا کر دیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ خاندان آج تک اس مسئلہ ختم نبوت کو اپنے سینے سے تھامے ہوئے ہے۔ حضرت پیر نصیر الدین نصیر رحمۃ اللہ علیہ، حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پڑپوتے بنتے ہیں۔ ختم نبوت کے عنوان پر میری ان سے دو مرتبہ ملاقات ہوئی ہے وہ اس سلسلے میں بہت اچھے جذبات رکھتے تھے۔ میں بھی گزارش کروں گا کہ ان کے لئے دعائے مغفرت کی قرارداد ضرور منظور کی جائے۔

جناب سپیکر: جی، شکریہ۔ یہ قرارداد پیش کی گئی ہے اور سوال یہ ہے کہ:

"صوبائی اسمبلی پنجاب کا یہ ایوان خانوادہ پیر مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے درخشندہ ماہتاب پیر نصیر الدین نصیر آف گولڑہ شریف کی وفات پر اپنے گہرے رنج و غم کا اظہار کرتا ہے۔ پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا عکس جمیل تھے اور تصوف کے نکات اور اسرار و رموز سے اچھی طرح آشنا تھے۔ پیر صاحب عصر حاضر کی معروف دینی، ادبی اور علمی شخصیت تھے۔ آپ کو نہ صرف اردو بلکہ عربی، فارسی، سرائیکی اور پنجابی زبان میں بھی منقبت، نعت اور غزل پر دسترس حاصل تھی۔ آپ متعدد دینی، ادبی اور علمی کتب کے مصنف تھے۔ آپ درس نظامی کے ساتھ ساتھ فن تجوید و قرات کے بھی ماہر تھے۔ یہ ایوان پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظیم دینی، علمی اور ادبی خدمات پر ان کو شاندار خراج تحسین پیش کرتا ہے اور آپ کی وفات کو ایک بڑا سانحہ قرار دیتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ خلا صدیوں تک پر نہ ہو سکے گا۔ یہ ایوان پیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بلندی درجات کے لئے دعا گو ہے اور آپ کے لواحقین اور مریدین سے اظہار ہمدردی بھی کرتا ہے۔"

(قرارداد متفقہ طور پر منظور ہوئی)

توجہ دلاؤ نوٹس

ایڈیشنل سیشن جج شیخوپورہ کی عدالت میں قتل کی تفصیلات

جناب سپیکر: جی، رانا تنویر احمد صاحب کا Call Attention Notice ہے۔

رانا تنویر احمد ناصر: کیا وزیر اعلیٰ از راہ نوازش بیان فرمائیں گے کہ:

(الف) کیا یہ درست ہے کہ مورخہ 2009-2-11 کو شیخوپورہ ہیڈ کوارٹر میں ایڈیشنل سیشن جج کی عدالت کے اندر ایک خاتون نے اپنے مخالف کو بھری عدالت میں فائرنگ کرکے قتل کر دیا۔

(ب) مذکورہ بالا واقع کے بارے میں متعلقہ پولیس نے آج تک کیا کارروائی کی ہے؟مکمل تفصیلات سے آگاہ فرمائیں۔

جناب سپیکر: جی،راناصاحب!

وزیر قانون وپارلیمانی امور(راناثناءاللہ خان): جناب سپیکر!۔۔۔

یہ درست ہے کہ مورخہ 2009–2–11 کو ایک خاتون مسماۃ مشرف بی بی نے سابق دشمنی کی بناپر ایک شخص سکندر حیات کو ایڈیشنل ڈسٹرکٹ اینڈ سیشن جج کی عدالت میں بذریعہ آتشیں اسلحہ قتل کر دیا۔

اس وقوعہ کے فوری بعد مقدمہ نمبر 2009/94 مورخہ 2009–2–11 بجرم /148 149,109,302 ت پ تھانہ سٹی(بی) ڈویژن مستغیث محمد عاشق ولد محمد صالح قوم سندھو سکنہ دوہٹہ خورد تھانے کالے کی منڈی تحصیل پنڈی بھٹیاں ضلع حافظ آباد کی رپورٹ پر مقدمہ درج رجسٹر کیا گیا جس میں اس نے الزام لگایا کہ مسماۃ مشرف بی بی نے مورخہ 2009-2-11 کو بوقت 11-00 بجے دن مسٹر عاقب نذیر، ایڈیشنل سیشن جج ، شیخوپورہ کے کمرہ عدالت میں اپنے مخالف سکندر حیات ولد نور محمد،قوم بھٹی سکنہ سالار بھٹیاں جس کو مقدمہ نمبر 162/2008 مورخہ 25-5-2008 بجرم 302,324,148,149 ت پ تھانہ خانقاہ ڈوگراں ڈسٹرکٹ جیل شیخوپورہ سے لاکر پیش کیا گیا تھا کو بذریعہ pistol قتل کر دیا۔مزید الزام لگایا کہ ملزمان آصف،قمر،الطاف،سجاد، محمد عاشق اور فیاض احمد عدالت کی سیڑھیوں میں اور ان میں سے کچھ کار میں بیٹھے تھے جو وقوعہ کے بعد مسماۃ مشرف بی بی کو گاڑی میں ڈال کر فرار ہو گئے۔مستغیث نے دو پولیس ملازمین ایس آئی عبدالمجید اور ایس آئی محمد ارشد ہنگو پر اس وقوعہ کی اعانت کا الزام لگایا۔وجہ عناد یہ ہے کہ مابین فریقین دیرینہ قتل کی دشمنی چلی آرہی ہے۔دوران تفتیش مسماۃ مشرف بی بی کو تفتیشی افسر نے گرفتار کر لیا اور اس سے آلہ قتل بھی برآمد کر لیا گیا ہے۔ملزمہ مذکوریہ کو بعد ازاں حوالات جوڈیشل بھجوایا گیا۔باقی ملزمان کی گرفتاری کے لئے S.P, Investigation شیخوپورہ کی نگرانی میں کوشش کی جارہی ہے۔

رانا تنویر احمد ناصر: جناب سپیکر! I am not satisfied. جب میں نے یہ Call Attention Notice دیا تھا تو میں نے اس میں مرید کے میں ہونے والے ایک واقعے کا ذکر بھی کیا تھا جس میں باپ بیٹے کو اشتہاری ملزمان نے قتل کر دیا تھا اس کا جواب نہیں آیا۔ مزید میں یہ کہنا چاہوں گا کہ جب سے نئے D.P.O شیخوپورہ آئے ہیں مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ اُس وقت سے شیخوپورہ میں crime کی ratio میں بہت زیادہ اضافہ ہو گیا ہے۔ مرید کے والے واقعے کے علاوہ کل بھی ایک واقعہ ہوا ہے کہ جس میں ڈکیتی کے دوران بے گناہ لوگ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں شاید یہ ڈکیتی کا سب سے بڑا واقعہ ہو گا جس میں اتنے سارے لوگوں کو قتل کر دیا گیا۔ یہ وقوعہ تھانہ صدر شیخوپورہ میں ہوا ہے۔ وہاں وہ S.H.O تعینات ہے جو کبھی سیالکوٹ میں ہوتا تھا جب D.P.O شیخوپورہ سیالکوٹ میں تعینات تھے تو اس وقت یہ S.H.O ان کا کار خاص تھا۔ آخر کیا وجہ ہے کہ اس کو یہاں پر تعینات کیا گیا ہے، مجھے ایک بات کی سمجھ نہیں آتی کہ جتنے بھی نئے D.P.Os آتے ہیں وہ پیچھے سے چند S.H.Os کو کیوں لے کر آتے ہیں؟ یہ تو ویسے ہی بات ہو گئی جیسے کوئی خاتون اپنی پچھلی شادی سے جو بچے ہوتے ہیں وہ ساتھ لے آتی ہے تو یہ SHOs بھی "پچھلگ" کے طور پر اگلے ضلع میں آ جاتے ہیں۔ ایسے رویے کو condemn کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر! D.P.O شیخوپورہ کی لاپرواہی کا یہ عالم ہے کہ آج وہ خود تشریف نہیں لائے بلکہ انھوں نے S.P(Investigation) کو بھیج دیا جو یقیناً بہت competent ہیں۔ شکریہ

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جن "پچھلگوں" کا انھوں نے ذکر کیا ہے یہ مجھے ان کے نام لکھ کر دے دیں تو میں اس کی پوری طرح سے انکوائری کر لوں گا۔ اگر D.P.O شیخوپورہ پیچھے سے کسی کو لے کر آیا ہے تو اس کو واپس وہیں بھجوا دیں گے جہاں سے وہ لے کر آیا ہے۔ باقی جہاں تک انھوں نے یہ فرمایا ہے کہ D.P.O صاحب آج کیوں تشریف نہیں لائے؟ تو انھوں نے خود ہی اپنے ضمنی سوال میں ڈکیتی کے اس واقعے کا ذکر کیا ہے۔ واقعی یہ ایک بہت بڑا ڈکیتی کا واقعہ ہوا ہے۔ اس میں مالی نقصان تو نہیں ہوا لیکن انسانی جانوں کا بہت بڑا نقصان ہوا ہے تو اس سلسلے میں آج آئی جی صاحب اور ہوم سیکرٹری صاحب وزیر اعلیٰ صاحب کی خصوصی ہدایت پر وہاں پر

گئے ہیں اس لئے D.P.O صاحب نے مجھے فون پر مطلع کیا تھا کہ وہ اس ذمہ داری کے لئے وہاں پر موجود ہیں اور (S.P(Investigation کو بھجوار ہے ہیں۔چونکہ یہ معاملہ بھی investigation میں ہے اس میں کسی ملزم کے پکڑنے یا موقعے سے فرار ہونے کی کوئی بات نہیں تھی۔لہذا میں نے ان سے کہا تھا کہ آپ (S.P(Investigation کو بھیج دیں۔اب اس سوال سے متعلق توانھوں نے کوئی ضمنی سوال نہیں کیا لیکن اس میں آپ کو یاد ہو گا کہ جس دن یہ واقعہ ہوا ہے اس دن مشرف بی بی نے میڈیا کے لوگوں سے دو باتیں کہی تھیں۔اس نے کہا کہ اس آدمی نے میرے تین بھائیوں کو قتل کیا تھا، ہمارا گھر برباد کر دیا تھا اس لئے میں نے انتقاماً اس کو قتل کیا ہے اور اس نے ایک دوسری اور بہت بڑی بات بھی کہی تھی۔اس نے کہا کہ مجھے عدالتوں سے انصاف کی توقع نہیں۔یہ وہ بات ہے جو ہم روز یہاں پر کرتے ہیں، دہراتے ہیں اور لوگوں کو باور کرانے کی بھی کوشش کرتے ہیں کہ جب تک عدلیہ کا وقار بحال نہیں ہو گا، جب تک قانون کی حکمرانی نہیں ہو گی اس وقت تک اس قسم کے جرائم کو روکا نہیں جا سکتا۔اس وقت تک عدلیہ کا اعتماد بحال نہیں ہو سکتا جب تک عدلیہ میں ایسے لوگ بیٹھے ہوں کہ جن کے متعلق آج جنرل پرویز مشرف نے یہ کہا ہے کہ میں نے ایکشن کروانے کی غلطی کی ہے۔اگر مجھے معلوم ہوتا کہ یہ کچھ ہوتا ہے تو میں سپریم کورٹ سے پانچ سال کے لئے اور اجازت لے لیتا تو جب عدالتوں کی اس ملک میں یہ حالت ہو تو پھر اس کے بعد اگر جرائم پیشہ لوگ، جرائم یا امن وامان کی صورتحال قابو میں نہیں آ رہی تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کی صرف law enforcing agencies and police ہی ذمہ دار نہیں ہے بلکہ یہ پورا نظام اس کا ذمہ دار ہے۔

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ):جناب سپیکر!میں اس پر ضمنی سوال کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر:آپ ضمنی سوال نہیں پوچھ سکتے۔آپ تشریف رکھیں۔اس کے لئے صرف پندرہ منٹ کا وقت ہے اور ابھی مجھے اگلے سوال کو بھی take up کرنا ہے۔

پیر محمد اشرف رسول:جناب سپیکر!اس Call Attention Notice میں میرا بھی نام ہے۔میں وزیر قانون صاحب کے اس جواب سے مطمئن نہیں ہوں اس لئے کہ یہ جو لوگ قتل ہوئے ان کی ایک خاتون اس واقعے سے چار دن پہلے D.P.O شیخوپورہ کے پاس پیش ہوئی تھی، میں وہاں پر

موجود تھا اور اس خاتون نے یہ نشاندہی کی تھی کہ جناب! آپ نے جو نیا عملہ لگایا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ ہمارے دشمن ہمیں قتل کرنے کا پروگرام بنا رہے ہیں۔ ضلع کچہری شیخوپورہ میں قتل ہو سکتا ہے۔ مقتول کی رشتہ دار عورتیں پیش ہوئی تھیں اور یہ بات D.P.O کے نوٹس میں تھی۔ اگر سیشن جج کی عدالت میں اس طرح کوئی خاتون پستول لے کر جا سکتی ہے تو پھر آپ کا امن وامان اور security بہت خطرے میں ہے۔ کل کوئی بھی وہاں اسلحہ لے کر چلا جائے گا، کوئی جج صاحب کو مار دے گا، کوئی وکیل کو مادے گا۔

سوال یہ ہے کہ عدالت کے اندر ایک خاتون پستول لے کر کیسے گئی ہے جبکہ وہاں پر security کا سسٹم موجود تھا؟ کل وکلاء تو بالکل عدالت میں پیش نہیں ہوں گے۔ کل ملزمان بھی عدالت میں نہیں جائیں گے۔ D.P.O کے نوٹس میں تھا کہ یہ قتل ہونے والا ہے کیونکہ میرے سامنے وہ لوگ روتے رہے ہیں کہ یہ ہونے والا ہے اس کے باوجود D.P.O نے کوئی حفاظت کے انتظامات نہیں کئے اور تین دن بعد وہ حادثہ وقوع پذیر ہو گیا۔ اس بارے میں ایک کمیٹی بنائیں جو اس سارے معاملے کی انکوائری کرے۔ جب سے یہ D.P.O صاحب آئے ہیں اس قسم کی وارداتوں میں بہت اضافہ ہو گیا ہے۔ وہ تو لوگوں کو license to kill دے رہے ہیں۔ وہ وہاں پر بیٹھ کر فیصلے کر رہے ہیں کہ ٹھیک ہے ان کی آپس کی دشمنی ہے، وہ لڑتے ہیں تو لڑیں، مرتے ہیں تو مریں اس پر ایک کمیٹی بنانی چاہئے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! جہاں تک اس مقدمے کا تعلق ہے تو اس کی investigation تقریباً مکمل ہو چکی ہے اور ملزم گرفتار ہو چکے ہیں۔ اب معزز رکن D.P.O صاحب کے حوالے سے بات کر رہے ہیں کہ D.P.O صاحب کی انکوائری کروائی جائے۔ ان کے جو بھی الزمات ہیں وہ پہلے گورنمنٹ کو لکھ کر دیں کہ ان کے D.P.O صاحب کے بارے میں یہ apprehensions ہیں۔ حکومت ان کو دیکھے گی اس کے بعد اگر یہ مطمئن نہ ہوئے تو اس کے بعد یہ ایک طریق کار کے تحت تحریک استحقاق یا تحریک التوائے کار یا کوئی سوال لے کر آئیں۔ یہ ایک طریق کار کے تحت جس طرح سے چاہیں اپنے معاملے کو اٹھا سکتے ہیں۔

پیر محمد اشرف رسول: جناب سپیکر! میرا D.P.O صاحب سے کوئی ذاتی اختلاف نہیں ہے جب سے وہ آئے ہیں ضلع میں ڈکیتی کی وارداتوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔آپ ایسا کریں کہ اس ضلع کا crime rate کا data منگوا لیں۔ کل D.P.O کو بلوا لیں۔ قتل اور ڈکیتی کی وارداتیں مسلسل ہو رہی ہیں، پہلے سے زیادہ ہو رہی ہیں اور تمام وارداتیں اس حلقے میں ہو رہی ہیں جہاں پر انھوں نے اپنے جہیز میں لائے ہوئے S.H.Os لگائے ہیں۔ جب ایک سائل جا کر D.P.O کے پاس پیش ہوتا ہے کہ عدالت میں ان کو قتل کرنے کا پروگرام ہے، قتل ہونے والے ہیں تو پھر بھی انھوں نے security کے کوئی انتظامات نہیں کئے۔ میرا ذاتی طور پر D.P.O سے کوئی اختلاف نہیں ہے، وہ وہاں رہے، posting, transfer اس کا مسئلہ ہے۔ وہ وہاں دو سال رہے، دس سال رہے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس کی موجودگی میں قتل اور ڈکیتی کی وارداتیں بڑھ رہی ہیں، وہ شریف لوگوں کو پکڑ کر اندر دے دیتا ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہاں پر بات کریں تو اپنی ہی بے عزتی ہے۔ وہ تو جن لوگوں کی ضمانتیں ہوئی ہوتی ہیں ان کو اندر دے دیتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ میں یہاں کا کرتا دھرتا ہوں۔ ان کو چاہئے کہ اس کو لگام دیں۔ اس کو یہاں بلائیں اور data کے ساتھ بلائیں، میں بھی بتاتا ہوں کہ روزانہ ڈکیتی کی کتنی وارداتیں ہوتی ہیں۔ آج میں ابھی جاؤں گا تو پتا چل جائے گا کہ علاقے میں کیا ہوا ہے۔ صبح شام یہ ہو رہا ہے اس لئے یہ اس کو لگام دیں۔

جناب طاہر اقبال چودھری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! یہ صرف شیخوپورہ کا معاملہ نہیں ہے یہ پورے صوبہ پنجاب کا مسئلہ ہے کہ دن دہاڑے ڈکیتیاں ہو رہی ہیں اور اس سے پہلے جب امن عامہ پر بحث تھی تو رانا ثناء اللہ خان نے۔۔۔

جناب سپیکر: جب امن عامہ پر منگل کو بحث ہو گی تو آپ کل پوری تیاری کے ساتھ آئیں۔ اب آپ کو پتا ہے کہ Call Attention Notice کا وقت ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔ ان کا وقت برباد ہو گیا ہے۔ پلیز! آپ تشریف رکھیں۔ مولانا چنیوٹی صاحب کا Call Attention Notice ہے۔

الحاج محمد الیاس چنیوٹی: جناب والا! چنیوٹ میں تین بچوں کے اغواء کا مسئلہ تھا الحمد للہ کل شام کے وقت وہ تینوں بچے گھر پہنچ گئے ہیں اس لئے میں اس پر مزید کوئی بات نہیں کرنا چاہتا۔

جناب سپیکر: چلیں، آپ کو بہت مبارک ہو۔اب رخصت کی درخواستیں ہیں۔ سیکرٹری اسمبلی سے کہوں گا کہ رخصت کی درخواستیں پڑھیں۔

اراکین کی درخواست ہائے رخصت

سیکرٹری اسمبلی: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جناب عمران اشرف

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب عمران اشرف ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

" تحریراً اطلاع دی جاتی ہے کہ فیملی میں ایمرجنسی کی وجہ سے مورخہ 27 تا 30۔جون تک جاری اجلاس میں حاضر نہیں ہو سکتا۔مذکورہ بالاایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

" مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

محترمہ انجم صفدر

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ انجم صفدر ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔انہوں نے تحریر کیاہے کہ:

" عرض ہے کہ میں نے 6تا15۔اگست 2008تک اسمبلی اجلاس میں شرکت سے معذرت کی درخواست رخصت گزاری تھی لیکن ناگزیر وجوہات کی بناء پر مجھے 11۔اگست کو اسمبلی اجلاس میں شرکت کرنا پڑی۔لہذا استدعا ہے کہ میری 6تا10۔اگست2008تک کی رخصت منظور کی جائے۔"

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری رضا نصر اللہ گھمن

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری رضا نصر اللہ گھمن ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ تحریر کیا ہے کہ:

"Sir,

I alongwith my family am leaving for UK to attend a marriage ceremony of my friend's daughter. I humbly request you to grant me leave from 15th August 2008 to 4th September 2008."

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری ندیم خادم

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست چودھری ندیم خادم ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"گزارش ہے کہ میں نے 6تا15۔اگست 2008تک اسمبلی سیشن میں شرکت سے معذرت کی درخواست دی تھی لیکن ناگزیر وجوہات کی بناء پر مجھے 11۔اگست کو اجلاس میں شرکت کرنی پڑی۔ لہذا 6تا10۔اگست2008کی رخصت منظور کی جائے۔"

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب محمد یار ہراج

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب محمد یار ہراج ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"Dear Sir,

Please grant me leave from Monday 11th August to Friday 15th August 2008 for personal reason. I shall be obliged."

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

محترمہ شازیہ اشفاق مٹو

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ شازیہ اشفاق مٹو ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"Sir,

It is stated that I have received a telephonic call from my constituency regarding illegal position of encroachment. Therefore, I have to go back to

Gujranwala in emergency on issue. Please allow me leave for one day on 8th August 2008.”

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

محترمہ شازیہ اشفاق مٹو

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ شازیہ اشفاق مٹو ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

“Sir,
I am suffering from fever and cold. So please grant me today’s leave on 20th August 2008 and obliged.”

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

" مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب احمد خان بلوچ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب احمد خان بلوچ ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ تحریر کیا ہے کہ:

"گزارش ہے کہ میں عمرہ کی ادائیگی کے لئے سعودی عرب جا رہا ہوں۔ براہ مہربانی مورخہ 19۔جولائی سے 19۔اگست 2008 کے درمیان اگر اسمبلی کا اجلاس آ جائے تو مجھے رخصت کی اجازت فرمائی جائے ممنون رہوں گا۔

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

سید ابرار حسین شاہ

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست سید ابرار حسین شاہ ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔

"I would like to bring to your kind notice that I have to visit abroad in connection with some personal engagements. It is therefore, requested that leave may please be granted to the undersigned for the rest of the ongoing Assembly session."

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

محترمہ زیب جعفر

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست محترمہ زیب جعفر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔انہوں نے تحریر کیا ہے کہ:

"گزارش ہے کہ میں رواں اجلاس میں مورخہ 6تا10۔اگست2008تک ضروری کام کی بناء پر اجلاس میں شرکت نہ کر سکی۔ لہذا مہربانی فرما کر میری رخصت منظور فرمائی جائے۔نوازش ہو گی۔"

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب عمران اشرف

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست جناب عمران اشرف ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ تحریر کیاہے کہ:

"گزارش ہے کہ نجی اور کاروباری مصروفیت کے سلسلے میں بیرون ملک ہونے کی وجہ سے پنجاب اسمبلی کے جاری اجلاس میں 17۔نومبر سے حاضر نہیں ہو سکتا۔ لہذا مذکورہ بالاایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے"

(تحریک منظور ہوئی)

میاں محمد رفیق

سیکرٹری اسمبلی: مندرجہ ذیل درخواست میاں محمد رفیق ممبر صوبائی اسمبلی کی طرف سے موصول ہوئی ہے۔ تحریر کیاہے کہ

"زیردستخطی کو اللہ تعالیٰ نے حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائی ہے۔شیڈول روانگی اور واپسی کے لئے مورخہ 6۔نومبر 2008اور 17۔دسمبر 2008 مقرر ہے ۔آپ سے اور معزز ایوان سے گزارش ہے کہ مذکورہ بالا ایام کی رخصت منظور فرمائی جائے۔"

جناب سپیکر: سوال یہ ہے کہ:

"مطلوبہ رخصت منظور کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

جناب سپیکر: بس نام پڑھ دیں ساری کی ساری منظور ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! اصل ایجنڈے کی طرف آئیں۔

سیکرٹری اسمبلی: شکریہ۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ جہاں تک پڑھی گئی ہیں ٹھیک ہے۔ باقی درخواستیں پھر اگلے اجلاس میں لے آئیں گے۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب والا! یہ اتنی پرانی درخواستیں اب کیوں پیش کی جا رہی ہیں؟

جناب سپیکر: یہ کسی وقت بھی آ سکتی ہیں اس پر کوئی پابندی نہیں ہے۔

شیخ علاؤالدین: جناب والا! میری بھی اس سلسلے میں گزارش ہے کہ ٹائم بچائیں اور House کو ایجنڈے کے مطابق چلالیں۔ ابھی پھر اذان ہونے والی ہے۔

جناب سپیکر: اس کو روکا جا سکتا ہے۔

شیخ علاؤالدین: اس کو روکا نہیں جا سکتا لیکن ہم جو irrelevant باتیں ہیں ان کو تو روک سکتے ہیں۔

تحاریک استحقاق

روزنامہ ''جنگ'' کی غلط رپورٹنگ
سے معزز رکن اسمبلی کی شہرت کا نقصان

(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: بہت اچھا شاباش۔ شیخ علاؤالدین صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 9 ہے۔

شیخ علاؤالدین: شکریہ۔ جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ روزنامہ "جنگ" نے اپنی کل کی اشاعت میں معذرت بھی چھاپ دی ہے اور تردید بھی کر دی ہے کہ کوئی ایسا واقعہ نہیں ہوا اور انہوں نے خود

personallyبھی مجھ سے معذرت کی ہے اس لئے میں اس پرstressنہیں کرتالہذاب آپ اسے dispose ofکردیں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک استحقاق dispose of کی جاتی ہے۔ جی، ملک محمد عباس راں اپنی تحریک استحقاق ہاؤس میں پیش کریں۔

اے ایس آئی، ایس آئی سپیشل برانچ ملتان کا رکن اسمبلی کے ساتھ نامناسب رویہ

ملک محمد عباس راں: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 8۔مئی 2009 بروز اتوار بوقت 10:30بجے صبح میں وزیر اعظم پاکستان کو receiveکرنے کے لئے ملتان ایئرپورٹ پہنچا، جب میںV.I.Pلاؤنج کے مین گیٹ پر گیا تو مجھے سپیشل برانچ کے اسلام نامی A.S.I یا S.I نے روک لیا، میں نے اپنا تعارف کروایا کہ ممبر صوبائی اسمبلی ہوں۔ واضح رہے اس کے ساتھ باقی سپیشل برانچ کے جو اہلکار موجود تھے وہ اور اسلام دونوں مجھے ذاتی طور پر جانتے تھے مگر سپیشل برانچ کے اہلکار نے گیٹ کھولنے اور مجھے اندر داخل ہونے سے انکار کر دیا اور تقریباً15 منٹ تک میری گاڑی گیٹ پر رکی رہی جب میرے پیچھےC.P.Oملتان سعود عزیز D.I.Gکی جیپ آئی تو فوراً گیٹ کھل گیا جس پر D.I.G نے تمام ملازمین کی سرزنش کی اور کہا کہ تم سب جانتے ہو کہ یہ ملک محمد عباس راں ممبر صوبائی اسمبلی ہیں۔ اس کے باوجود تم نے ان کو روکے رکھا، تمہیں شرم آنی چاہئے۔ اس واقعہ سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے اور اسلام نامی اہلکار کے خلاف کارروائی کی جائے۔ لہذا میری اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک استحقاق کا جواب موصول نہیں ہوا، اس کو آپ دو دن کے لئے pendingفرمادیں اس کا جواب موصول ہوتا ہے تو پھر میں عرض کروں گا۔

جناب سپیکر: اس کو دو دن کے لئے pending کیا جاتا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! جو تحریک استحقاق A.S.I تک کے خلاف ہوا سے بغیر سوچے سمجھے کمیٹی کے سپرد کر دینا چاہئے۔۔۔

جناب سپیکر: قانون کہتا ہے۔ Now it should be condemned at heart.

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! مجھے بات تو پوری کر لینے دیں ناں۔ میرے خیال میں کوئی بھی ایم پی اے یہ مناسب نہیں سمجھتا کہ وہ کسی A.S.I سے بے عزتی کروا کر آئے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ کمیٹی نے بھی یہی کچھ دیکھنا ہے کہ کیا اس کے ساتھ زیادتی ہوئی ہے یا نہیں؟ ایک ایم پی اے یہاں کھڑے ہو کر کہتا ہے کہ میرے ساتھ A.S.I نے بدتمیزی کی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بات اس معزز ممبر کا استحقاق دوبارہ مجروح کرنے والی بات ہے۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! یہ بات ہو چکی ہے، آپ تشریف رکھیں۔ بڑی مہربانی۔ محترمہ دیبا مرزا صاحبہ!

ای ڈی او (ایجوکیشن) ننکانہ صاحب کا معزز خاتون رکن اسمبلی کے ساتھ تضحیک آمیز رویہ

محترمہ دیبا مرزا: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے تحریک استحقاق پیش کرتی ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے public interest میں E.D.O ایجوکیشن ضلع ننکانہ صاحب شیخ نعیم سے ان کے سیل نمبر 4432946-0333 پر مورخہ 12۔فروری 2009 کو بات کی، اپنا تعارف کروایا اور request کی کہ گورنمنٹ گرلز ٹیکنیکل ہائی سکول سانگلہ ہل کی ڈپٹی ہیڈ مسٹریس عزیز فاطمہ اور D.D.O ایجوکیشن راحت بانو جس کے پاس سکول ہذا کی ہیڈ مسٹریس کا اضافی چارج بھی ہے، دونوں میں کوئی جھگڑا ہوا ہے اور آپ دونوں خواتین ملازمین میں صلح کروا دیں تاکہ سکول کا کام احسن طریقے سے انجام پا سکے لیکن E.D.O مذکور نے کہا کہ میں آپ کو نہیں جانتا۔ اگر کوئی بات کرنی ہے تو

میرے دفتر آکر کریں جس پر میں نے اسے بتایا کہ اسمبلی کا اجلاس ہو رہا ہے اور اس دوران میں نہیں آ سکتی تو اس نے کہا کہ آپ اگر M.P.A ہیں تو میں کیا کروں؟ آپ نے جو کرنا ہے کر لیں، کسی M.P.A کا فون سننا میری ڈیوٹی میں شامل نہیں اور فون بند کر دیا۔ عوامی مسائل حل کرنے کے سلسلے میں افسران سے رابطہ کرنا میرے فرائض میں شامل ہے، متعلقہ افسر نے میرے ساتھ بدتمیزی کی، فون سننے سے انکار کیا اور میرا استحقاق مجروح کیا ہے اور اس ایوان کی توہین کی ہے۔ لہذا مجھے اس تحریک کو ایوان میں پیش کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے باضابطہ قرار دیتے ہوئے مجلس استحقاقات کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: جی، لاء منسٹر صاحب!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! مجھے اس کی کاپی ابھی موصول ہوئی ہے تو اس کو بھی جواب کے لئے بدھ تک pending فرمالیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ یہ pending کی جاتی ہے۔ ثمینہ خاور حیات صاحبہ کی تحریک پڑھی جا چکی ہے۔۔۔ یہ next week تک pending ہے۔

تحاریک التوائے کار

جناب سپیکر: اب تحاریک التوائے کار take up کی جاتی ہیں۔

شیخ علاؤالدین: جناب سپیکر! اخباروں میں اشتہار آ گیا ہے کہ منسٹر بلاک کو بیچا جا رہا ہے تو اس سلسلہ میں میری ایک تحریک التوائے کار ہے۔ میں نے لاء منسٹر صاحب سے بھی بات کی ہے اور آپ کی خدمت میں بھی کاپی دی ہے تو اس اہم معاملے کے حوالے سے میری تحریک التوائے کار ہے اور اس میں bidding date 27 تاریخ رکھی گئی ہے۔ آپ لاء منسٹر صاحب سے پوچھ لیں میں یہ پیش کرنا چاہتا ہوں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): جناب سپیکر! ٹھیک ہے، لے لیں۔

جناب سپیکر: شیخ صاحب! آپ کی تحریک کا کون سا نمبر ہے؟

شیخ علاؤالدین: 89/09۔

جناب سپیکر: جی، پیش کریں۔

سول سیکرٹریٹ کے قریب نو تعمیر شدہ منسٹر بلاک فروخت کرنے سے سکیورٹی کے مسائل پیدا ہونے کا خدشہ

شیخ علاؤالدین: میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ اہمیت عامہ رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔

یہ امر اس معزز ایوان کی فوری توجہ کا طالب ہے کہ حکومت کے ایک فیصلہ کے مطابق پنجاب سیکرٹریٹ کے قریب نیا تعمیر شدہ منسٹر بلاک جو کہ تقریباً 19 کنال جگہ اور دو لاکھ اسکوائر فٹ پرائم کنسٹرکشن پر مشتمل ہے کو فروخت کر دیا جائے۔ اس سلسلہ میں اخبارات میں دیئے گئے اشتہارات کے مطابق اس کی مالیت تقریباً ایک ارب پچیس کروڑ روپے لگائی گئی ہے اور اس کی bidding date مورخہ 27۔فروری 2009 رکھی گئی ہے۔ ایک طرف تو پنجاب سیکرٹریٹ پر زر کثیر خرچ کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف ایک ایسی جگہ کو نیلام عام کے ذریعے فروخت کیا جا رہا ہے جو کوئی بھی خریدار ممکنہ طور پر ہوٹل وغیرہ میں تبدیل کر دے گا جس کا فوری نتیجہ پنجاب سیکرٹریٹ کے لئے سکیورٹی کے تحفظات کے ساتھ ساتھ بے شمار مسائل کا موجب بنے گا۔ پنجاب حکومت کے لاہور میں چاروں طرف پھیلے ہوئے دفاتر پر اگر غور کریں تو یہ بات ہر معزز رکن کے علم میں ہے کہ بے شمار جگہیں ایسی ہیں جن کا کروڑوں روپیہ سالانہ کرایہ ادا کیا جا رہا ہے۔ بہت سے دفاتر ایسے ہیں جو خود پنجاب حکومت کی ملکیت ہیں لیکن سیکرٹریٹ کی دوری کی وجہ سے وہاں تک پہنچنے میں عوام کا ان دفاتر تک پہنچنے کے لئے ٹرانسپورٹ پر بے شمار خرچہ اور وقت کا ضیاع ہو رہا ہے۔ D.G. Excise کا دفتر جو شادمان میں ہے، ٹرانسپورٹ ہاؤس میں تمام حکومتی دفاتر اور اس طرح کے اور تمام حکومتی دفاتر کو عوام کے مفاد میں یکجا کیا جانا انتہائی ضروری ہے جس کے لئے میرے خیال میں یہ ایک نادر

موقع ہے کہ پنجاب سیکرٹریٹ کو ایک زیر زمین راستہ کے ذریعے اس نو تعمیر شدہ عمارت کے ساتھ ملا دیا جائے اور تمام ایسے دفاتر جو مختلف جگہوں پر حکومت کی ملکیت ہیں کو فروخت کر دیا جائے۔ اس کے علاوہ ایسے تمام دفاتر جو کرایہ پر لئے ہوئے ہیں کو اس عمارت میں منتقل کیا جائے۔ حکومت کے ملکیتی دفاتر مثلاً شادمان میں D.G. Excise کا دفتر اور اس طرح کے دفاتر بہت زیادہ قیمت میں فروخت ہو سکتے ہیں اور اس کا سب سے زیادہ فائدہ حکومتی محکموں کے ساتھ ساتھ عوام کو بے شمار وقت اور پیسا ضیاع سے بچائے گا۔

جناب سپیکر! یہ امر بھی غور طلب ہے کہ اس ایوان کے بہت سے اراکین کو ہوسٹل میں اب تک رہائش نہ ملی ہے۔ نو تعمیر شدہ منسٹر بلاک کا وہ حصہ جو open land ہے اور People House کے ساتھ لگتا ہے اس کو اس طرح سے علیحدہ کیا جائے کہ وہاں ایک تین منزلہ ایم پی اے ہوسٹل بھی آسانی سے بن سکے اور بقایا عمارت میں لاہور میں پھیلے ہوئے حکومت پنجاب کے تمام دفاتر بھی منتقل کئے جائیں۔

جناب سپیکر! یہاں تک تو یہ بات تھی اب اسی معاملے میں ایک latest بات ہے کہ اس پنجاب اسمبلی کی ملکیت جو بابا گراؤنڈ ہے جس کو چشتیہ ہائی سکول گراؤنڈ کہتے ہیں، وہ بھی حکومت پنجاب اب پنجاب اسمبلی سے لینا چاہتی ہے تاکہ وہاں پر دفاتر بنا دیئے جائیں۔ یہ کتنی بڑی زیادتی ہے کہ جس وقت یہ اسمبلی بنی تھی تو اس وقت لوگوں نے یہ خیال رکھا تھا کہ اس کی expansion کہاں تک ہو گی۔ اس میں ایک اور نئی خبر ہے کہ سیکرٹریٹ میں محکمہ قانون اور محکمہ صحت کے blocks کو بھی گرایا جا رہا ہے۔ میں نے پرسوں خود جا کر دیکھا تو مجھے یقین نہیں آ رہا تھا کہ وہاں صرف General Vintora کا گھر ہی کھڑا نظر آتا ہے اور اب وہی French walk ways رہ گئے ہیں باقی وہاں پر good governance کی کوئی بات نہیں ہے۔ میری جناب سے یہ استدعا ہے کہ اس پر عام بحث کی بھی اجازت دی جائے اور فوری طور پر حکومت سے کہا جائے کہ 27 تاریخ کی bidding نہ کرے اور کسی صورت نہ کرے کیونکہ یہ بہت بڑا ظلم ہو گا۔

MR SPEAKER: Thank you for this kind information.

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! محترم شیخ صاحب نے ابھی مجھے اس کی کاپی فراہم کی ہے، انھوں نے پڑھ دی ہے۔ اس کو pending کر لیں۔ اس کا جواب لے کر ہاؤس میں پیش کر دیا جائے گا۔

جناب سپیکر: اس کا جواب کب تک آ جائے گا؟ آپ محکمے کو ہدایت فرمائیں کہ جب تک یہ فیصلہ نہیں ہو جاتا تو اس وقت تک مزید کچھ نہ کیا جائے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس معاملے کی urgency کے پیش نظر اس کو کل تک pending کریں۔ ہم کوشش کریں گے کہ کل ہی اس کا جواب دیا جائے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اس تحریک کو کل تک pending کیا جاتا ہے۔ جی، محترمہ فرح دیبا!

محترمہ فرح دیبا: جناب سپیکر! مجھے اپنی تحریک التوائے کار پیش کرنے کے لئے out of turn اجازت چاہئے۔ وزیر قانون کو پتا ہے کہ یہ بہت اہم issue ہے۔ آپ مجھے اجازت دیں کہ میں اپنی تحریک التوائے کار پڑھ لوں۔

جناب سپیکر: میرے پاس اس کی کاپی نہیں ہے۔ اس کا نمبر کیا ہے؟

محترمہ فرح دیبا: جناب سپیکر! اس کا نمبر 09/82 ہے۔

جناب سپیکر: جی، محترمہ فرح دیبا!

ایل ڈی اے کی جانب سے جوہر ٹاؤن لاہور میں بیوگان، معذوروں اور ناداروں سے خریدے گئے پلاٹوں پر تعمیر شدہ تعمیر مکانات کو گرانے کے نوٹسوں سے مالکان کو پریشانی کا سامنا

محترمہ فرح دیبا: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ میں یہ تحریک پیش کرتی ہوں کہ اہمیت رکھنے والے ایک اہم اور فوری نوعیت کے مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لئے اسمبلی کی کارروائی ملتوی کر دی جائے۔ مسئلہ یہ ہے کہ جوہر ٹاؤن لاہور میں 1986 میں E-1 بلاک سمیت دیگر بلاکوں میں بیوگان، معذوروں اور

ناداروں کے لئے پلاٹ مختص کئے گئے تھے جن میں سے 100 پلاٹ محکمہ ایل ڈی اے نے ایک پروقار تقریب میں اصل بیوگاں، معذوروں کو دیئے تھے جبکہ بقیہ 1000 پلاٹوں کو غیر قانونی طریقہ سے ایل ڈی اے نے ملی بھگت کر کے بیوہ کو ٹاظاہر کر کے جعلی الاٹمنٹ لیٹر بنا کر مختلف لوگوں کو دیئے گئے تھے۔ محکمہ ایل ڈی اے کی الاٹمنٹ پالیسی کے مطابق بیوگان معذوروں اور نادار اپنے پلاٹ بیس سال سے قبل فروخت کر سکتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے کو ٹرانسفر کر سکتے ہیں لیکن چند ضرورتمند بیوگان ودیگر نے اپنے پلاٹ پالیسی کے تعین وقت سے پہلے ہی فروخت کر دیئے تھے۔ اب جن لوگوں نے یہ پلاٹ خریدے ہیں وہ عرصہ بیس سال سے ان پلاٹوں پر اپنے مکانات تعمیر کر کے رہ رہے ہیں اور اپنے مکانات پر پراپرٹی ٹیکس دے رہے ہیں۔ اپنے بجلی، پانی، گیس، ٹیلیفون وغیرہ کے بل باقاعدگی سے ادا کر رہے ہیں۔ جب یہ لوگ اپنے مکانات کے پراپرٹی ٹیکس دے رہے ہیں تو پھر یہ قانونی وارث ہیں اور وہ مکانات میں رہنے کا حق رکھتے ہیں۔ آج جب بیس سال کے بعد محکمہ ایل ڈی اے کو اپنی غفلت کا پتا چلا کہ بیوگان ودیگر اپنے پلاٹ کو پالیسی کے مطابق وقت سے پہلے فروخت کرنے کے مجاز نہ تھے تو اب ایل ڈی اے کا عملہ موجودہ مالکان کو نوٹس بھیج رہا ہے اور انھیں مکانات خالی کرنے کا کہہ رہا ہے اور انھیں وارننگ دے رہا ہے کہ مکانات خالی کر دیئے جائیں ورنہ ان کو بلڈوز کر دیا جائے گا اور ان کو پانچ دن کی مہلت دی گئی ہے۔ میں یہ پوچھنا چاہتی ہوں کہ جن لوگوں نے بیوگان سے پلاٹ خریدے ہیں اس میں ان کا کیا قصور ہے؟ وہ جائیداد، پلاٹ وغیرہ بحیثیت پاکستانی شہری خریدنے کا حق رکھتے ہیں ان کو بلاوجہ پریشان کیوں کیا جاتا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کرتی ہوں کہ محکمہ ایل ڈی اے کو ہدایت کی جائے کہ فوری طور پر موجودہ مالکان کے خلاف کوئی ایکشن نہ کیا جائے اور مالکان کو ہراساں نہ کیا جائے اور ایسی پالیسی مرتب کی جائے کہ موجودہ مالکان سے کچھ اضافی رقم لے کر ان کے نام پلاٹ ٹرانسفر کر دیئے جائیں جس کے لئے موجودہ مالکان تیار بھی ہیں۔ یہ معاملہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ لہذا استدعا ہے کہ میری تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اس پر ایوان میں بحث کرنے کی اجازت دی جائے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس تحریک کو out of turn لیا گیا ہے آپ اس کو جمعرات تک pending فرمادیں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ اس تحریک التوائے کار کو جمعرات تک pending کرتے ہیں۔

جناب خالد جاوید اصغر گھرال: جناب سپیکر! میری تحریک التوائے کار کا بھی جواب آنا تھا۔ میری تحریک التوائے کار زمیندار اکالج گجرات سے متعلق تھی۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! میرے پاس جواب موجود ہے۔ جب آپ اس کو take up کریں گے تو میں جواب دے دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، جناب بلوچ صاحب!

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! میری ایک تحریک التوائے کار نمبر 65 کافی دنوں سے چل رہی ہے۔ اس کو آج تک pending کیا گیا تھا، وہ پیش ہو چکی ہے۔ اس میں رفاہ عامہ کا مسئلہ ہے، پورے پنجاب کا مسئلہ ہے اور ایجوکیٹر کی بھرتی کا معاملہ ہے۔ راناصاحب نے آج کے لئے اس تحریک التوائے کار کو pending کروایا تھا۔ آپ مہربانی کریں اس میں وزیر اعلیٰ کی پالیسی ہے اس کے مطابق پورے پنجاب میں ایک پالیسی ہونی چاہئے۔

جناب سپیکر: جی، وزیر قانون!

وزیر قانون و پارلیمانی امور (راناثناء اللہ خان): جناب سپیکر! اس سلسلے میں محکمے کے ساتھ محترم احمد خان بلوچ صاحب، جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل اور ملک محمد وارث کلو صاحب کی میٹنگ کروائی گئی تھی تو اس کے بعد انھوں نے کچھ information مانگی تھی اور کل صبح 9:30 کا وقت میرے office میں میٹنگ کے لئے طے ہے۔ یہ تینوں صاحبان اور محکمہ بیٹھیں گے اور اس کے بعد جو بھی final ہو گا تو میں ہاؤس میں عرض کر دوں گا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔اب تحاریک التوائے کار کا وقت ختم ہوتا ہے۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، میاں محمد رفیق صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!میں نے تحریک التوائے کار جمع کروائی تھی۔ مجھے حیرت ہے کہ تحریک التوائے کار کو تحریک استحقاق میں کیسے بدل دیا گیا ہے؟

جناب سپیکر: میاں صاحب!اس پر دستخط میرے ہیں یا آپ کے ہیں؟

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!دفتر والوں نے بدلی ہے۔

سرکاری کارروائی

عام بحث

صوبہ میں کھاد کی دستیابی کے خصوصی حوالہ سے زراعت پر عام بحث

(۔۔۔جاری)

جناب سپیکر: آپ سیکرٹری اسمبلی سے رابطہ کریں۔ جیسا کہ آپ سب کو معلوم ہے کہ صوبہ میں کھاد کی دستیابی کے خصوصی حوالے سے زراعت پر عام بحث کا آغاز 12۔فروری 2009 کو ہوا تھا۔ بحث کا آغاز وزیر زراعت نے کیا تھا۔ وزیر زراعت اپنی تقریر مکمل نہیں کر سکے تھے۔ان کو دعوت دی جاتی ہے کہ وہ اپنی تقریر مکمل کر لیں اور مورخہ 12۔فروری 2009 کے مرتب کردہ لسٹ میں 22 اراکین کے نام موجود ہیں۔ پہلے ترتیب سے نام پکارے جائیں گے تاہم اگر ان کے علاوہ بھی کوئی معزز رکن بحث میں حصہ لینا چاہتا ہے تو وہ حصہ لے سکتا ہے لیکن اس کے ٹائم کے حوالے سے میں آپ تمام سے

ملتمس ہوں کہ اگر ہم ٹائم fix کر لیں تو بہتر ہے۔ اگر ٹائم تھوڑا ہو گا تو سب adjust ہو جائیں گے لیکن دس منٹ مانگیں گے تو مشکل ہو جائے گا۔

آوازیں: سات منٹ کر دیا جائے۔

جناب سپیکر: چلیں۔ چھ منٹ کا ٹائم fix کرتے ہیں لیکن چھ سے سوا چھ منٹ نہیں ہوں گے۔ میری وزیر صاحب سے التماس ہے کہ آپ اپنا پالیسی بیان ضرور مکمل کر لیں لیکن زیادہ لمبی بحث سے آپ بھی تھوڑا سا پرہیز کریں۔ میں 22 صاحبان کا نام پکار لوں تاکہ ان کو پتا چل جائے۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! منسٹر صاحب کو بھی پانچ منٹ دیں ورنہ کورم ٹوٹ جائے گا۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں وہ اس سے پہلے ہی بات ختم کر لیں گے کیونکہ انہوں نے پالیسی بیان ہی دینا ہے جو بقایا رہ گیا تھا۔ میجر صاحب! آپ کو مبارک ہو کیونکہ پہلا نمبر آپ کا ہے۔ دوسرے نمبر پر رانا محمد افضل صاحب، میاں محمد رفیق صاحب، میاں محمد شفیع صاحب، ملک احمد حسین ڈیہر صاحب، جناب محمد اعجاز شفیع صاحب، جناب محسن خان لغاری صاحب، چودھری شیر علی صاحب، رائے محمد شاہ جہاں صاحب، جناب وارث کلو صاحب، انجینئر قمرالاسلام راجہ صاحب، جناب شاہجہاں احمد بھٹی صاحب، محترمہ خدیجہ عمر فاروقی صاحبہ، چودھری محمد ارشد صاحب، چودھری خالد جاوید اصغر گھرال صاحب، جناب احمد خان بلوچ صاحب ہیں۔

(اذان عشاء)

جناب محمد الیاس چنیوٹی صاحب، محترمہ آمنہ الفت صاحبہ، جناب محمد سعید مغل صاحب، کرم الہیٰ بندیال صاحب، ملک عادل حسین اترا صاحب، جناب محمد حفیظ اختر چودھری صاحب، جناب جاوید حسن گجر صاحب، محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ، جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل صاحب ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میرا نام نہیں آیا۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ کا نام میرے پاس تو نہیں ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: میرا نام بھی لے لیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ پھر چٹ دے دیں کیونکہ آپ کا نام اس میں نہیں ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: میرا نام اسی میں ہی ہے۔

جناب سپیکر: مل گیا تو آ جائے گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ہماری خواتین اراکین اٹھ کر باہر جا رہی ہیں۔ وزراء صاحبان نہیں ہیں۔ مہربانی کر کے اس کا نوٹس لیں۔ اس وقت صرف لاء منسٹر صاحب اور ایگریکلچر منسٹر صاحب بیٹھے ہیں۔ محکمہ آبپاشی اور خوراک کا تعلق بھی اسی issue سے ہے۔ مہربانی کر کے اس کا نوٹس لیں کیونکہ کوئی دلچسپی ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: واقعی انہیں آنا چاہئے اور بہت افسوس ہے۔ ہو سکتا ہے کہ انہیں کوئی مصروفیت ہو۔

جناب محمد محسن خان لغاری: مصروفیت سے زیادہ اہم چیز آج کا یہ issue ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! آپ خود ہی اس حکومت کا اندازہ لگائیں کہ حکومت اس issue پر کتنی سنجیدہ ہے؟

جناب سپیکر: آپ کو serious ہونا چاہئے۔ وہ آپ کی باتیں سنیں گے۔ جی، ایگریکلچر منسٹر صاحب!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے زرعی پالیسی پر بات کرنے کا موقع فرمایا۔ پچھلے اجلاس میں جب زراعت پر بحث ہونی تھی۔ ہمارے اپنے اندر کے نہایت ہی محترم بھائی نے کورم کی نشاندہی کر دی تھی اور میں سمجھتا ہوں کہ زراعت ہمارا بڑا اہم subject ہے انہیں چاہئے تو نہیں تھا کہ وہ کورم کی نشاندہی کرتے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اس بات کو چھوڑیں۔ آپ اپنی بات آگے بڑھائیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں کچھ اختصار سے دوبارہ repeat کروں گا کہ زراعت ایک اہم شعبہ ہے جس کے بہت سارے wings ہیں۔ اس کے پانچ D.G ہیں اور پھر آگے شعبوں کی تعداد بہت زیادہ ہے۔ اس لحاظ سے comparison کرنا موجودہ حکومت کی جو interventions ہیں ان کو تفصیل سے بیان کرنا نہایت ضروری ہے تاکہ موازنہ کیا جا سکے کہ

موجودہ حکومت زراعت کے بارے میں کیا اقدامات کر رہی ہے تاہم ابھی چونکہ آپ نے بھی فرمایا ہے کہ تفصیل سے یہاں نہیں بتایا جا سکتا تو میں اس طرح گزارش کروں گا کہ پاکستان ایک زرعی ملک ہے اور زرعی ملک ہونے کے ناتے گندم ہماری اہم food staple ہے اور اس کے علاوہ ہماری major crops ہیں، ہماری انڈسٹری agro based انڈسٹری ہے اور 80 فیصد ہماری برآمدات زراعت پر مشتمل ہیں۔ ہمارے صوبے میں 78 فیصد گندم پیدا ہو رہی ہے، کپاس 80 فیصد پنجاب میں پیدا ہو رہی ہے اور سپر باسمتی چاول 94 فیصد اور coarse variety 56 فیصد جس میں اری۔6 وغیرہ پنجاب ہی پیدا کر رہا ہے۔ میں نے یہ بھی گزارش کی تھی کہ citrus یعنی ترشاوہ پھل 94 فیصد پنجاب میں پیدا ہو رہا ہے، آلو بھی 94 فیصد پنجاب میں پیدا ہو رہا ہے۔ آم 78 فیصد پنجاب پیدا کر رہا ہے اور sugarcane 68 percent پنجاب پیدا کر رہا ہے لہذا پورے ملک میں مجموعی طور پر زراعت کے حوالے سے پنجاب کا ایک leading role ہے۔ اس لئے اس کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ پھر مجموعی طور پر ہماری آبادی کا ذریعہ روزگار زراعت ہے۔ 75 فیصد آبادی زراعت سے وابستہ ہے اور دیہاتوں میں زندگی گزار رہی ہے۔

جناب سپیکر! پاکستان بننے کے کچھ عرصہ بعد G.D.P میں زراعت کا 48 فیصد حصہ تھا۔ پھر آج سے دس سال پہلے 38 فیصد تھا اور کم ہوتے ہوتے آج زراعت کا G.D.P میں حصہ 22 فیصد ہے۔ 48 percent manpower زراعت سے ہی ہے۔ جتنے کارخانے چل رہے ہیں اور وہاں پر لاکھوں لوگ کام کر رہے ہیں۔ زراعت کے شعبہ میں بڑی بھاری تعداد میں کھیتوں میں کام کر رہے۔ manpower جو ہے وہ زراعت کے شعبے نے observe کی ہوئی ہے اور ہماری مجموعی طور پر برآمدات agro based industry کاٹن انڈسٹری، ٹیکسٹائل انڈسٹری، sugarcane industry، شوگر ملیں ہیں۔ اسی طریقے سے rice industry تمام انڈسٹری کا بیشتر حصہ agro based ہے اس لئے اس کی بڑی اہمیت ہے لیکن میں تھوڑا سا موازنہ کرنا چاہوں گا 08-2007 کی زراعت سے کہ وہ کہاں کھڑی تھی اور ہمیں کن مشکلات کا سامنا ہے اور ان مشکلات میں پنجاب حکومت نے کیا intervention کی ہیں؟ مجموعی طور پر 08-2007 میں 15.8 ملین ایکڑ اراضی پر گندم کاشت کرنے کا ٹارگٹ تھا اور پنجاب میں پیداوار کا ٹارگٹ 18.5 یعنی ایک کروڑ 85 لاکھ

ٹن تھا لیکن یہ ٹارگٹ achieve نہیں ہو سکا اور پھر 15.4 ملین یعنی ایک کروڑ 54 لاکھ ایکڑ رقبہ پر گندم کاشت کی گئی اور پیداوار کم ہو کر بجائے 18.5 کے وہ 15.4 لاکھ ٹن پیدا ہوئی۔ کاٹن کی پیداوار بھی کم رہی۔ صرف چاول تھوڑا زیادہ رہا۔ سورج مکھی کے علاوہ مکئی میں تھوڑی سی زیادہ پیداوار ہوئی باقی تمام فصلوں کی مجموعی طور پر پیداوار کم رہی ہے۔ میں تھوڑی سی تفصیل بتادوں تاکہ آپ کو بہتر طور پر موازنے کا اندازہ ہو سکے کہ ہماری پیداوار کس حد تک کم ہوئی ہے۔ گندم 15 فیصد کم ہوئی ہے، چنا 41 فیصد کم ہوا ہے 6 لاکھ 53 ہزار ٹن ٹارگٹ تھا لیکن 3 لاکھ 87 ہزار ٹن achieve ہوا اور سورج مکھی تھوڑی زیادہ ہوئی۔ آلو 18 فیصد کم ہوا تھا۔ کپاس میں 13 فیصد کپاس کی کاشتکا ٹارگٹ تقریباً 59 لاکھ 92 ہزار ایکڑ کا تھا اور 90 لاکھ bale پیدا ہوئی۔ اس سال رقبہ مزید کم ہو گیا۔ ہم نے کپاس کاشت کرنے کا ٹارگٹ 62 لاکھ ایکڑ کار کھا تھا لیکن کپاس کی قیمتیں بہتر نہ ملنے کی وجہ سے C.L.C.V جو کپاس کی بڑی اہم بیماری ہے اور ملی بگ کے attack کی وجہ سے 62 لاکھ ایکڑ کا ٹارگٹ مزید کم ہو کر 55 لاکھ ایکڑ ہو گیا اور اس طریقے سے کپاس پچھلے سال کے مقابلے میں 59 لاکھ ایکڑ رقبہ پر کاشت کی گئی تھی تو اس سال 55 لاکھ ایکڑ پر کاشت کی گئی اور یوں مزید چار لاکھ ایکڑ پر کپاس کم کاشت ہوئی اور کاشتکار سورج مکھی کاشت کرنے کی طرف چلا گیا کیونکہ اسے اس فصل کا بہتر معاوضہ ملا تھا۔

جناب سپیکر! چاول کی صورتحال یہ تھی کہ 43 لاکھ ایکڑ پر چاول کاشت ہونا تھا لیکن اس سال 48 لاکھ ایکڑ پر کاشت ہوا جبکہ پیداوار 32 لاکھ ٹن کی بجائے 37.70 لاکھ ٹن ہوئی۔ اس طرح چاول کی پیداوار بڑھی ہے کیونکہ پچھلے سال قیمتیں بہتر ملی تھیں۔ یہ تو پیداوار کا ایک مجموعی خاکہ تھا لیکن جو صورتحال درپیش ہے کہ پچھلے سال پیداوار کیوں کم ہوئی؟ ایک ہزار روپے فی بوری سے 3200 روپے قیمت ہو گئی تو 38 فیصد ڈی اے پی کھاد کا استعمال کم ہوا اور 38 فیصد پانی کی کمی ہوئی اور اوپر سے کورے کا حملہ تھا۔ گندم کی امدادی قیمت میں اضافے کا بر وقت اعلان نہ کیا گیا، پہلے 425 روپے فی من پھر 510 روپے اور پھر موجودہ حکومت نے آ کر اس کی قیمت 625 روپے فی من مقرر کی۔ جب procure میں گندم ہو رہی تھی تو یہ عوامل تھے جن کی وجوہات کی بنا پر گندم کی پیداوار کم ہوئی۔

یہ عوامل لے کر موجودہ حکومت نے کچھ plan تیار کیا اور ہماری strategy یہ ہے کہ فی ایکڑ پیداوار بڑھانی ہے، اس کے لئے مشینری کی کاشت پر کسانوں کو لانا ہے۔ دوسرا یہ تھا کہ قابل

کاشت زمین جو خالی پڑی ہے اس کو آباد کرنا ہے تو جونہی موجودہ حکومت نے اقتدار سنبھالا تو وزیر اعلیٰ پنجاب نے دو بڑے اہم اعلان کئے۔ ایک تو زراعت کو مشینی کاشت کی طرف لانے کے لئے گرین ٹریکٹر سکیم اور زرعی آلات کا اعلان کیا اور دوسری طرف انہوں نے زرعی ادویات میں ملاوٹ کے خلاف مہم کے آغاز کا اعلان کیا جس میں ہمیں بڑی کامیابی حاصل ہوئی۔ میں اس تفصیل میں نہیں جاتا کیونکہ پہلے میں عرض کر چکا ہوں کہ کتنے پرچے ہوئے، کتنے بندے گرفتار ہوئے اور کتنی pesticide recover ہوئی؟ مجموعی طور پر 28 کروڑ 60 لاکھ روپے کی جعلی، unregistered اور ملاوٹ شدہ زرعی ادویات recover ہوئیں۔ شفاف طریقے سے وہاں پر raid کئے گئے۔ وزیر زراعت اور ٹاسک فورس کے چیئرمین نے ان کی نگرانی کی۔ وزیر اعلیٰ پنجاب نے پنجاب کی سطح پر pesticide کی ملاوٹ کو کنٹرول کرنے کے لئے ٹاسک فورس بنائی۔ پہلے ایڈیشنل سیکرٹری اس کے انچارج تھے اب ہمارے معزز ممبر کرنل شجاع خانزادہ صاحب اس ٹاسک فورس کے head ہیں۔ اسی طریقے سے اضلاع میں بنائی گئی ٹاسک فورس جن میں محکمہ پولیس کے افسران بھی اس کے ممبر ہیں، ایڈیشنل آئی جی اور ڈی آئی جی بھی سپیشل برانچ کے ممبر ہیں۔ یہ process بڑا slow تھا چنانچہ رجسٹرار ہائی کورٹ سے درخواست کی گئی کہ چونکہ عدالتوں میں ان کو سزا نہیں ہوتی چنانچہ ہر ضلع میں ان کو سزا دلوانے کے لئے ایک جج مقرر کیا گیا، اس کا خصوصی طور پر اہتمام کیا گیا۔ سپیشل پبلک پراسیکیوٹر مقرر کئے گئے اور باقاعدہ سزاؤں کا عمل جاری ہو چکا ہے۔ دو جگہوں پر سزائیں ہوئی ہیں جن میں تین سال قید پانچ لاکھ روپے جرمانے کی سزا بھی ہوئی ہے۔ یہ میں سمجھتا ہوں کہ انتہائی سزا ہے۔ اس کی وجہ سے اب زرعی ادویات میں ملاوٹ اور substandard ادویات کی بہت کمی ہو گی اور انشاء اللہ تعالیٰ بہت ہی محدود عرصہ میں اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ دوسری intervention گرین ٹریکٹر سکیم کی تھی اس میں 2۔ارب روپے کی بہت major subsidy ہے۔ کاشتکاروں کو دس ہزار ٹریکٹرز دیئے گئے جس میں دو لاکھ روپے فی ٹریکٹر subsidy تھی۔ 23۔اکتوبر کو پنجاب بنک کے computerized system کے ذریعے open قرعہ اندازی کی گئی اور یہ قرعہ اندازی بلاتفریق پارٹی، بلاتفریق سیاسی وابستگی کے کی گئی اور سب کاشتکاروں کو موقع فراہم کیا گیا۔ اس

قرعہ اندازی میں دس ہزار ٹریکٹر تقسیم کئے جا رہے ہیں ان دس ہزار میں سے 9900 ٹریکٹروں کی booking ہو چکی ہے۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ tunnel technology کو فروغ دینے کے لئے سبزیوں کی کاشت کے لئے 55 کروڑ روپے رکھے گئے۔ اس میں 2300 tunnels جو ہیں وہ pass tunnels اور 2300 walk in tunnels ہیں۔ یہ بھی شفاف طریقے سے قرعہ اندازی کر کے 55 کروڑ روپے کی رقوم سے فراہم کئے گئے تاکہ پاکستان میں بے موسمی سبزیاں مل سکیں اور export بھی ہو سکیں۔ جو 40 لاکھ ایکڑ زمین قابل کاشت غیر آباد پڑی تھی اس کو زیر کاشت لانے کے لئے، موجودہ حکومت سے پہلے بلڈوزر کا کرایہ 13 سے 14 سو روپے بنتا تھا وزیر اعلیٰ صاحب کو سمری بھیجی گئی تو اب بلڈوزر کا کرایہ کم کر کے 560 روپے فی گھنٹہ ہو گیا۔ اس کی وجہ سے اب تقریباً ڈیڑھ لاکھ ایکڑ کے قریب زمین کی booking ہو چکی ہے اور وہ جلد آباد ہو جائے گی۔ اس سے ہماری زراعت کے لئے نئی زمین کا اضافہ ہو گا۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پہلے کتنا تھا؟

جناب سپیکر: مستی صاحب! آپ چھوڑیں Please no interruption ۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! اس کے علاوہ ہم نے drip اور sprinkle کو arise کیا کیونکہ پانی کی بہت کمی ہے۔ ہمارے پنجاب کے پانی میں historical record میں 19.75 ملین ایکڑ فٹ پانی ملا کرتا تھا اب ہمیں 12.75 ملین ایکڑ فٹ پانی مل رہا ہے۔ پانی کی کمی ہو گئی ہے اور اس کمی نے بڑے اثرات مرتب کئے ہیں اس میں مسلسل کمی ہو رہی ہے۔ کالا باغ ڈیم جو بہت اہم issue ہے متنازع ہونے کی وجہ سے اس پر عمل نہیں ہو سکا۔ اگر کالا باغ ڈیم بن جاتا تو میں سمجھتا ہوں کہ 6.1 ملین ایکڑ فٹ پانی ذخیرہ ہوتا، 3500 میگاواٹ بجلی مزید پیدا ہوتی اور جو ہمیں بجلی کی کمی یا پانی کی کمی کا سامنا ہے یہ مسئلہ حل ہو جاتا۔ 35 ملین ایکڑ فٹ پانی سمندر میں جا رہا ہے اور پنجاب میں کوئی دیگر storage نہ ہونے کی وجہ سے ہمیں 38 فیصد پانی کی کمی کا سامنا ہے۔ یہ ہمارا بہت بڑا issue ہے اس کے لئے یہی کیا گیا کہ اس میں drip اور sprinkle کے ذریعے آبپاشی کے use high

efficiency کے لئے ایک سکیم بنائی گئی ہے اس پر کام شروع ہے۔ جب یہ سسٹم پورے پنجاب میں عام ہو گا تو اس سے انشاء اللہ تعالیٰ میں سمجھتا ہوں کہ پنجاب میں بڑا انقلاب آئے گا۔ اس منصوبہ کے لئے جو رقوم رکھی گئی ہیں وہ اس طرح سے ہے کہ پٹڑیوں پر فصلوں کی کاشت کے لئے 12 کروڑ 17 لاکھ روپے رکھے گئے ہیں اور اس میں 5 کروڑ معاونت ہو گی اس میں چار سو bed planters ہیں۔ اس سال 85 bed planters کاشتکاروں کو میسر کئے گئے ہیں۔ 79 اور دیئے جا رہے ہیں۔ drip کے لئے ٹوٹل رقم 4۔ارب 41 کروڑ روپے رکھی گئی ہے اس میں پنجاب کا حصہ ایک ارب 25 کروڑ روپے ہے۔ یہ 4۔ارب 41 کروڑ روپے مرکزی حکومت کا اور ایک ارب 25 کروڑ روپے پنجاب کا share ہے۔ زمینداروں کا حصہ ایک ارب 25 کروڑ روپے بنتا ہے اس طریقے سے تقریباً ایک لاکھ 39 ہزار ایکڑ اس میں drip کے ذریعے پانی فراہم کیا جائے گا اور یہ بہت بڑا project ہے۔ اس کے علاوہ اصلاح آبپاشی کے لئے بھی project ہے جس میں 7۔ارب 50 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور 3۔ارب 75 کروڑ روپے اس سال رکھے گئے ہیں۔ اس طریقے سے 5 ہزار کھالہ جات کی انشاء اللہ جلد اصلاح کی جائے گی۔ ایک بہت بڑا project گریٹر تھل کینال کا زیر تعمیر ہے اس کے لئے ایک ارب روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ اس کی کل رقم تو 2۔ارب چار کروڑ روپے آئے گی لیکن اس میں ایک ارب روپے فوری طور پر فراہم کئے جائیں گے۔ اس سے 725 نئے کھالہ جات کی تعمیر ہو گی، 150 کھالہ جات کی تعمیر ہو گی اور 239 کا ڈیزائن مکمل ہو چکا ہے۔ یہ گریٹر تھل کینال کے لئے project رکھا گیا ہے۔ پٹڑیوں پر سبزیوں کی کاشت کے لئے 12 کروڑ 17 لاکھ اور 5 کروڑ 30 لاکھ روپے ہیں میں نے پہلے بتایا ہے یہ ہمارا Water Management کا project ہے۔ زرعی نہری کے لئے نئے 60 بلڈوزروں کو مرمت کیا جائے گا ان میں نئے انجن ڈال کر اس کی مرمت کی جائے گی اور اس کے لئے 20 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ کپاس کی چھڑیوں کی سنبھال کے لئے ایک کروڑ 25 لاکھ روپے، food security کے لئے 34 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ اس میں کاشتکار کو مختلف زرعی آلات کے لئے پچاس فیصد subsidy دی جا رہی ہے ان میں زرعی آلات کے لئے chisel plough ہے، MB plough ہے، cotal drill ہے، مختلف قسم کے drills اور ہل

دیئے جا رہے ہیں۔ اس طریقے سے دوسرا project سبزیات اور فروٹ کی مشینی کاشت کا project ہے اس میں 23 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔

جناب سپیکر! خوشاب کے علاقہ میں mini dam کے لئے 5 کروڑ سے زیادہ رقم رکھی گئی ہے۔ یہ ہمارے بڑے بڑے منصوبے ہیں۔ اس کے علاوہ شعبہ توسیع ہے، جس میں گندم کی پیداوار کے لئے 86 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں جس میں band placement bill اس میں کھاد اور بیج اکٹھے ڈالے جائیں گے۔ اس میں نصف subsidy ہے اور نصف قیمت پر دیئے جا رہے ہیں۔ 75 ہزار سپر ئیر، drill 850، 350 سری ڈرل اور ایک ہزار نمائشی پلاٹ بنائے گئے ہیں۔ انسانی وسائل کی ترقی کے لئے جو courses ہیں ان کی بہتری کے لئے 30 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ محکمہ زراعت کے سرکاری ملازمین کی بہتری کے لئے کورس دو سال کا تھا اسے اب تین سال کا کر دیا گیا ہے اس طرح ان کو پانچ ہزار فی آدمی وظیفہ دیا گیا ہے۔ ڈیڑھ کروڑ روپے وظیفے کے طور پر دیئے گئے ہیں اور چار کروڑ روپے تنخواہوں کے لئے رکھے گئے ہیں۔ ان کو گریڈ 6 سے گریڈ 11 دیا گیا ہے، انسپکٹر صاحبان کا گریڈ بھی بڑھایا گیا ہے، افسران اور زرعی سائنسدان کا گریڈ 17 تھا ان کو گریڈ 18 دیا گیا ہے۔ اس طرح پورے structure میں بہتری لا کر ان کو اچھی سروس دی گئی ہے تاکہ وہ دلجمعی سے کام کر سکیں۔

جناب سپیکر! میں یہاں ریسرچ کے شعبے کے حوالے سے عرض کروں گا کہ ریسرچ کے شعبے میں کیونکہ ہمارے مسائل میں ایک ریسرچ کا مسئلہ ہے، ریسرچ اور extension کا کام کاشتکار تک نہیں پہنچتا ان تک ایک gape ہے۔ دوسرا یہ کہ چھوٹے کاشتکار کے لئے کاشت کے مسائل ہیں ان کو صحیح بیج نہیں ملتا، پانی کی کمی ہے اور کچھ زمین جو margin land ہے جس پر سیم تھور کا attack ہے۔ alkaline زمینوں پر فصلات نہیں ہو رہی ہیں ان زمینوں کو قابل کاشت لانے کے لئے 79 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ یہ پانچ اضلاع ہیں قصور، ننکانہ، شیخوپورہ اور گوجرانوالہ۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: کیا ہمارے علاقے میں نہیں رکھے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): یہاں سندھ آ جاتا ہے یہ سندھ کا علاقہ آ جاتا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: پوائنٹ آف آڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! اس بارے میں تفصیلاً گفتگو ہو گئی ہے۔ انہوں نے openings کیں۔

جناب سپیکر: وہ wind up کر رہے ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! ایہہ کوئی گلنی اے، ساڈیاں سنو۔

جناب سپیکر: جی، ان کی سن لیں ناں۔ پھر آپ کی بھی سنیں گے۔ جی!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! یہ زراعت بہت بڑا سبجیکٹ ہے لیکن اگر ہم نے وزیر اعلیٰ پنجاب کی سربراہی میں جو کچھ ایک سال میں کیا ہے تو ہاؤس کو اس بارے میں well aware ہونا چاہئے۔ اس میں پھر جب ہاؤس open ہو گا، آپ چاہے کل کا دن رکھ لیں، پرسوں کا دن رکھ لیں، ہم یہاں پر بیٹھے ہیں، آپ تجاویز دیں۔ (قطع کلامی)

جناب سپیکر: جی، ان سے پوچھیں گے، ابھی کوئی بات نہیں، ابھی آپ تشریف رکھیں۔ خانزادہ صاحب! آپ تشریف رکھیں، ان کو بولنے دیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! اس کے علاوہ ہمارا ایک شعبہ پیمکو پنجاب ایگریکلچر مارکیٹنگ کا ہے کیونکہ کاشتکاروں کا جہاں سیڈ کا مسئلہ ہے وہاں پانی کی کمی کا مسئلہ ہے، پھر ان کی awareness کا مسئلہ ہے، پھر اس کے ساتھ ساتھ ان کو مارکیٹنگ کا مسئلہ ہے۔ یہ ان کے پاس چار بڑی major چیزیں ہیں جو کہ ان کو تکالیف ہیں۔ ریسرچ کے میدان میں اس وقت تک سولہ نئی varieties سیڈ کونسل کے ذریعے approve کی گئی ہیں۔ ان سولہ varieties میں فیصل آباد کی گندم کی ایک قسم لاثانی 2008 ہے اور فیصل آباد 2008 ہے، ایک میراج 2008 ہے، چکوال 50 ہے، یہ نئی اقسام آئی ہیں، ان سے پہلے جو varieties تھیں وہ سحر، شفق، 2006 تھیں، یہ

گندم کی نئی اقسام ہیں، ان میں 70 من تک potential ہے۔ ان اقسام پر بیماریوں کا attack بھی نہیں ہوتا، یہ resistance varieties ہیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ اگر کپاس کو دیکھیں تو کپاس ہماری بڑی stress میں ہے۔ کپاس کے لئے ابھی جو نئی اقسام آ رہی ہیں اس سے میں سمجھتا ہوں کہ ہمارا کپاس کا مسئلہ حل ہو گا۔ کپاس میں ایک بیماری ملی بگ کی ہے اس کے لئے ایک pesticide ہے جو bollworm ہے، جو پہلے کپاس کا نقصان کرتے تھے اور کاشتکار بے چارہ سنڈیوں کے حملے کی وجہ سے پریشان تھا، اس میں بی ٹی کاٹن کے لئے نئی اقسام جو آ رہی ہیں میں ان کے بارے میں تھوڑا سا عرض کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، اب ذرا جلدی wind up کریں۔۔۔(قطع کلامیاں)

وہ بی ٹی کاٹن کی بات کر رہے ہیں، ذرا غور سے سنیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! ہمارے پاس اس وقت بی ٹی کاٹن کے لئے جو ایک بہترین ورائٹی آئی ہے وہ فیصل آباد کی ورائٹی FH−942 ہے۔ پہلے CIM−496 تھی تو اس پر لودھراں اور ملتان میں بڑا stress آیا۔ اس پر میں نے ایک کمیٹی بنائی اور اس کی انکوائری کرائی، انکوائری کرانے کے بعد وہاں پر یہ ثابت ہوا کہ۔۔۔

جناب سپیکر: یہ انکوائری تو اس پالیسی کا حصہ نہیں ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): FH-942 بی ٹی کاٹن میں آٹھ ورائٹیز set ہوئی ہیں، امریکہ کی ایک Monsanto Company ہے جو سیڈ کی ایک بہت بڑی کمپنی ہے اس سے مذاکرات جاری ہیں، سلور لینڈ چائنا کی کمپنی ہے، اس سے مذاکرات ہوئے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ اس میں جو۔۔۔

جناب سپیکر: آپ نے چائنا کی کوئی بات ہی نہیں بتائی، اتنی لمبی بات کر لی اور چائنا کے متعلق کچھ نہیں بتایا کہ آپ نے کیا کیا؟ (شور وغل)

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! یہ سارا کچھ میں نے بتایا ہے۔ چائنا میں جو ہمارے معاہدے ہوئے ہیں، ایک سلور لینڈ چائنا کی کمپنی ہے اس سے بی ٹی کاٹن پر گفتگو ہوئی ہے اور M.O.U sign ہوئے ہیں تو وہاں پر یانگفو ایگریکلچر سائنسز اکیڈمی ہے، ہمارے یہاں سے پانچ سائنسدان تربیت

لینے کے لئے وہاں جا رہے ہیں اور پانچ سائنسدان وہاں سے پاکستان آئیں گے۔ اس کے علاوہ pesticide کے لئے چونکہ formulation پاکستان میں نہیں ہوتی، formulation کے لئے یہاں پر پلانٹ لگیں گے، چائنا کی کمپنی سے M.O.U sign ہوا ہے۔ سولر انرجی پر M.O.U sign ہوا ہے، اس طریقے سے میں سمجھتا ہوں کہ drip پر ایک پراجیکٹ sign ہوا ہے۔ یہ پانچ بڑے معاہدے چائنا کے ساتھ جو sign ہوئے ہیں اس سے میں سمجھتا ہوں کہ پاکستانی زراعت میں ایک انقلاب پیدا ہو گا۔ یہاں پر ہمارا ایک ادارہ پنجاب ایگریکلچر ریسرچ بورڈ ہے جو کہ 1997 سے آ رہا ہے اور اس میں سالانہ دس کروڑ روپیہ خرچ ہوتا تھا لیکن انھوں نے پچھلے آٹھ سالوں میں کوئی کام نہیں کیا، اب ہم نے ان کے لئے 94 کروڑ روپے اس سال رکھے ہیں اور competitive research پر کام ہو رہا ہے۔ اس میں کافی سارے 186 پراجیکٹس آئے ہیں۔ ان پراجیکٹس کے آنے سے یہ ہو گا کہ زراعت میں بہت بڑا ایک انقلاب آئے گا اور اس میں بڑی ترقی ہو گی۔ اس کے علاوہ آج کل جو current issue ہے اس میں ایک مارکیٹنگ کا تھا، مارکیٹنگ کے لئے مسائل ہیں، ہمارے پاس سبزیات ہیں، ہمارے پاس پھل ہیں، یہ جلدی خراب ہونے والی ہیں، اس کے لئے ہماری ایک کمپنی جو پبلک سیکٹر کی پیمکو پنجاب ایگریکلچر مارکیٹنگ کمپنی ہے اس کو پچاس لاکھ روپے سیڈ منی کے طور پر دیئے گئے تھے اور اس میں اس دفعہ ان کو 80 کروڑ روپیہ دیا گیا ہے۔ لاہور ایئرپورٹ پر کولڈ سٹوریج مکمل ہو چکا ہے، ایک کولڈ سٹوریج ملتان میں بننا ہے اور اس طریقہ سے رحیم یار خان، بھلوال اور اسلام آباد میں یہ کولڈ سٹوریج بنیں گے۔ کولڈ سٹوریج بننے سے انشاء اللہ تعالیٰ ہماری جو سبزیات اور پھل ہیں یہ ایکسپورٹ ہوں گی اور ان سے 2۔ارب روپیہ زر مبادلہ حاصل ہو گا تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بڑے بڑے اقدامات ہیں۔ اب میں آتا ہوں کہ جو current issue ہے اس بارے میں یہاں پر بہت کچھ کہا گیا۔۔۔

جناب سپیکر: کس کی طرف آ رہے ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جو کھاد کا current issue ہے۔ ابھی بات ہو رہی ہے current issue کی۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! منسٹر صاحب کی لکھی ہوئی تقریر ہمیں بھی دے دیں اس سے ہمیں بھی فائدہ ہو گا۔

جناب سپیکر: نہیں، نہیں۔ وہ لکھی ہوئی تقریر نہیں پڑھ رہے ہیں، وہ اپنی طرف سے بات کر رہے ہیں۔ (شور و غل)

آپ پریشان نہ ہوں، وہ ابھی آپ کو اچھی اچھی باتیں بتا رہے ہیں، آپ پریشان ہو رہے ہیں۔ جی، منسٹر صاحب! ذرا جلدی کر لیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! ایک تو ہمارا مسئلہ پیڈی چاول کا تھا۔ پیڈی چاول اور کھاد کے یہ دو current issues تھے میں ان پر بات کر کے اپنی بات کو ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: کون سے، میں نہیں سمجھ سکا؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): پیڈی چاول۔ پیڈی چاول ہمارے پنجاب میں اس سال bumper crop ہوئی ہے۔ ہمارا پچھلے سال 33 لاکھ ٹن کا ٹارگٹ تھا اور اس سال 38 لاکھ ٹن چاول پنجاب میں پیدا ہوا ہے۔ مجموعی طور پر 65 لاکھ ٹن چاول پیدا ہوا ہے، ہمارا ٹارگٹ 43 لاکھ ایکڑ کاشت کرنے پر تھا لیکن 48 لاکھ ایکڑ پر چاول کاشت ہوا ہے۔ اس وجہ سے چونکہ ایک مسئلہ پیدا ہوا تو 10 لاکھ ٹن پاسکو نے چاول خرید کرنا تھا، دس لاکھ ٹن میں سے ابھی اس نے چار لاکھ ٹن چاول خرید کیا ہے باقی چاول خرید نہیں ہو سکے لہذا اس سے farmers کو تکلیف ہوئی ہے۔ پندرہ سو روپے فی من سپر باسمتی کی قیمت مقرر تھی تو وہ حکومت کو مسئلہ پیش آیا کیونکہ مارکیٹ کا نظام ٹھیک نہیں تھا۔

جناب سپیکر! دوسرا مسئلہ فرٹیلائزر کا ہے، ہماری مجموعی طور پر کھاد کی پیداوار پاکستان کی 48 لاکھ ٹن ہے اور ہماری جو کھاد کی ضرورت تھی وہ 56 لاکھ ٹن تھی تو شروع سے ہی اسلام آباد میں متعدد اجلاس ہوئے، اسلام آباد میں کوئی 26 میٹنگیں ہوئیں، تمام کھاد کی review meetings میں ہم نے بار بار ان کو آگاہ کیا، ہم نے مسلسل آگاہ کیا کہ مجموعی طور پر 48 لاکھ ٹن کی پیداوار ہے اور ہماری جو consumption ہے وہ 56 لاکھ ٹن ہے، سات لاکھ ٹن کی ہمیں کھاد کی کمی کا سامنا تھا، اس کی 26 میٹنگیں ہوئیں اور ہم نے ہر میٹنگ میں آگاہ کیا، اس میں 15 اکتوبر کو وہاں اسلام آباد

میں ایک میٹنگ ہوئی، میں FCA کی میٹنگ میں گیا تو وہاں پر بھی یہی بات کی۔ پھر میاں منظور وٹو کی سربراہی میں 15 دسمبر کو میٹنگ ہوئی، میں اس میٹنگ میں بھی گیا تھا، ہم نے بار بار آگاہ کیا اور ان کے اپنے مسائل تھے، پچھلے دور میں اوور ڈرافٹنگ ہوئی تھی جو بتایا گیا ہے تو فارن ایکسچینج کی کمی کی وجہ سے in time---

جناب سپیکر: مجھے لگتا ہے کہ آج بھی آپ کی تقریر پر ہی ہاؤس کا ٹائم ختم ہو جائے گا۔ آپ مہربانی کریں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): ابھی ختم کر رہا ہوں۔ جناب سپیکر! اب تک مکمل طور پر جو کل درآمد کھاد ہوئی ہے وہ 5 لاکھ 79 ہزار ٹن ہے۔ اس میں پنجاب کا حصہ تین لاکھ اٹھہتر ہزار ٹن بنتا ہے۔ اس میں 65 فیصد حصہ پنجاب کا تھا اور 35 فیصد سندھ کو ملی تھی۔ پھر جو این ایف سی کے کل ڈپوؤں کے ذریعے تقسیم ہونی تھی وہ چار لاکھ سولہ ہزار ٹن ہونی تھی۔ لوکل عام ڈیلر کے ذریعے گیارہ لاکھ اکتیس ہزار ٹن، 31۔ جنوری تک تقسیم ہونی تھی جبکہ 31۔ جنوری تک ہماری ضرورت 16 لاکھ 19 ہزار ٹن تھی اور 13۔ فروری تک ہماری ضرورت ایک لاکھ 26 ہزار ٹن تھی، ہماری کل ضرورت 17 لاکھ 45 ہزار ٹن تھی۔ دو لاکھ ٹن کی کمی ہوئی جو چالیس لاکھ بیگ بنتی ہے، اس کی وجہ سے کچھ مسائل پیدا ہوئے۔ پنجاب میں جو ڈیلر نیٹ ورک ہے وہ تین ہزار دو سو تریسٹھ ڈیلر ہیں، اس میں N.F.M.L کے points 35 ہیں اور یوٹیلٹی سٹور کے 94 ہیں، کل points 129 تھے جبکہ 150 میں سے points 129 پر کھاد تقسیم کی گئی۔ کہاں مسائل پیدا ہوئے اور کھاد کا بحران کیوں پیدا ہوا؟ اس کی چند وجوہات ہیں جو میں عرض کر دیتا ہوں۔

جناب سپیکر! ایک تو کھاد دیر سے امپورٹ ہو سکی جو گندم 15۔ نومبر تک کاشت ہو رہی تھی اس کو دسمبر میں کھاد کی ضرورت پڑتی ہے لیکن کھاد اس وقت تک ایک لاکھ پندرہ ہزار ٹن درآمد ہوئی جبکہ ہمیں ضرورت سات لاکھ ٹن کی تھی۔ سات لاکھ ٹن کھاد میں سے جنوری میں آئی ہے، پھر فروری میں آئی ہے، پہلے ہمارا جو شیئر تھا وہ 65 فیصد کھاد پنجاب کو ملنی تھی اور 35 فیصد سندھ کو ملنی تھی اور ہمیں جو اکتوبر میں ملی ہے وہ 7.61 فیصد ملی ہے اور نومبر میں 27.35 فیصد شیئر سے کھاد ملی ہے۔ دسمبر میں 54.74 فیصد پنجاب میں کھاد ملی ہے جبکہ سندھ میں 54 ہزار 600، نومبر میں سندھ میں

13264 کھاد ملی ہے۔ یہ ہمیں شیئر ملا ہے۔ جنوری میں ہمیں 55 فیصد شیئر ملا ہے اور فروری میں آکر یہ 90.71 فیصد ملا ہے اور ٹوٹل جو بنتا ہے وہ 65 فیصد ہمیں کھاد ملی ہے لیکن شروع میں ہمیں کم حصہ ملا اور جو imported کھاد تھی اس میں سے 63 ہزار ٹن کھاد ہمیں ملی اور سندھ کو 61 ہزار ٹن کھاد ملی۔ ہمیں شروع میں جو شیئر کم ملا اس کی وجہ سے یہ stress بڑھ گیا۔ پھر گوادر پورٹ پر کھاد منگوائی گئی اور اس میں کافی دیر ہوئی، دس بارہ دن یہاں پہنچنے میں لگ گئے۔ پھر وہاں گوادر سے اٹھا کر حب میں کھاد اتاری گئی۔۔۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! کیا اس میں کاشتکاروں کا کوئی قصور ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

پلیز! آپ ذرا جلدی کر لیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں پورے ہاؤس کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں کہ ہم کسی پر الزام دینا چاہتے اور نہ دے رہے ہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، میں الزام سننا بھی نہیں چاہتا۔ آپ مہربانی کریں، ذرا جلدی کر لیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): میں آپ کو یہ بتا رہا ہوں کہ کاشتکار کا تو قصور نہیں ہے لیکن پنجاب گورنمنٹ کا قصور آپ بتا دیں۔

جناب سپیکر: چلیں! بس ٹھیک ہے، اب بات ہو گئی ہے۔ آپ آئندہ سے مستقبل میں خیال رکھیں۔

معزز ممبران حزب اختلاف: آپ اس کو wind up کریں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): تو آپ نہیں سننا چاہتے؟

معزز ممبران حزب اختلاف: یہ سارا جھوٹ کا پلندہ ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): آپ اس میں سے ایک بات بھی جھوٹ ثابت کر دیں۔۔۔

جناب سپیکر: جی، جی، آپ ادھر بات کریں۔ ادھر نہ کریں، مہربانی۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! اس میں ابھی کچھ فیصلے کئے گئے ہیں کہ ڈیلر کا نیٹ ورک بڑھا، تین ہزار دو سو ساٹھ ڈیلر تھے جبکہ وہ points محدود ہو گئے اور پھر وہاں پر ایک panic

create ہوا کیونکہ این ایف سی اور یوٹیلٹی سٹور کے نیٹ ورک کی وجہ سے اب اس میں یہ فیصلہ کیا گیا ہے کہ پچاس فیصد کھاد جو ڈیلر سے واپس لی گئی تھی وہ کھاد ڈیلر صاحبان کو واپس دے دی گئی ہے اور اس وقت ہم نے وفاقی حکومت سے یہ سفارش کی ہے کہ ہر ماہ کم از کم ایک لاکھ ٹن کھاد امپورٹ ہوتی رہے تاکہ اتنی وافر مقدار میں یوریا کھاد موجود ہو جو کہ ڈیلر کو بروقت میسر ہو۔ چونکہ آپ کے سامنے اگر پچاس گلاس پانی کی ضرورت ہو اور تیس گلاس پانی میسر ہو تو پھر ظاہر ہے کہ بیس آدمیوں نے شور ڈالنا ہے۔ یہ جو ہماری کمی تھی وہ ایک کروڑ چالیس لاکھ بیگ کی کمی تھی جس کی وجہ سے یہ ہوا ہے۔ اب ہماری صرف پانچ فیصد کی کمی رہ گئی ہے۔ باقی کمی پوری ہو گئی ہے اور 10۔ فروری تک کاشتکاروں نے کھاد استعمال کر لی ہے۔ کچھ points تھے میرے بھائی ثناء اللہ خان مستی خیل نے پچھلی دفعہ یہاں پر کھاد کے مسئلے پر غصے کا اظہار کیا، میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں اور یہ اہم بات ہے کہ میں خود ایسی صورتحال کو دیکھنے کے لئے قصور گیا ہوں، ساہیوال گیا ہوں، پاکپتن، ملتان خانیوال، لودھراں، بہاولپور، لیہ، بھکر، سرگودھا، فیصل آباد اور جھنگ گیا ہوں، ان points پر میں نے وہاں افسران کے ساتھ میٹنگز کیں۔ بھکر میں گیا تو میں نے وہاں ڈی سی او، ڈی پی او کے علاوہ محکمہ زراعت کے افسران تھے، 15۔ دسمبر کو میں نے وہاں پر میٹنگ کی۔ انہوں نے بتایا کہ یہاں پر کھاد کا اتنا serious مسئلہ نہیں ہے۔ پھر میں وہاں سے کوٹلہ جام گیا، نوتک گیا، دریا خان تک گیا، میں نے ایک کاشتکار سے پوچھا، وہ stress نہیں تھا۔ ابھی میں نے جناب منظور احمد وٹو سے بات کی ہے جو پروڈکشن کے منسٹر ہیں، بھکر میں جو کلور کوٹ ہے، کلور کوٹ میں کھاد فراہم نہیں کی گئی، یہ یوٹیلٹی سٹور سے فراہم ہونی تھی، ابھی کوئی ان کو کھاد بھیجی گئی ہے اور وہ وہاں پر پہنچ گئی ہے۔۔۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: کتنی پہنچی ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): 2200 بیگ پہنچی ہے۔

جناب سپیکر: جناب منسٹر صاحب! آپ مجھ سے بات کریں۔ آپ ادھر نہ مخاطب ہوں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): اب اس میں جو pocket points رہ گئے ہیں اس میں چونکہ ایک سسٹم جو تھا وہ break ہو گیا، سسٹم یہ تھا کہ کھاد پہلے ڈیلر کے ذریعے تقسیم ہو رہی تھی۔۔۔

جناب سپیکر: بس، اب میرے خیال میں اس بارے میں کافی بات ہو گئی ہے۔آپ کا کیا خیال ہے؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جی، شکریہ

جناب سپیکر: جی، آپ کی مہربانی۔ بہت شکریہ۔اب آپ کے ساتھی تجاویز دیں گے، ان کے لئے ذرا آپ اپنے محکمے کو بھی ہدایت فرمائیں اور خود بھی ذرا attentive ہو کر سنیں بھی اور اس کا جواب بھی پھر دینا ہے۔یہ آپ نے پالیسی بیان دے دیا۔سب نے یہ سن لیا، اب ان کی آراء جو آئیں گی ان پر بھی ذرا خصوصی توجہ فرمائیے گا تاکہ اس سیکٹر کا کچھ بھلا آپ کر سکیں اور یہ بھی آپ کے معاون اس میں ثابت ہو سکیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! جو باتیں وزیر زراعت سے رہ گئی ہیں وہ میں حاضر ہوں۔ وہ میں بتاؤں گا، مجھے یہاں موقع فراہم کریں۔ بڑی مہربانی۔

جناب سپیکر: ابھی آپ کچھ نہیں بن پائیں گے۔ابھی وہ خود منسٹر ہیں ماشاء اللہ۔آپ اپنی جو بات کریں گے وہ اپنے points اپنی باری پر آ کر ضرور کریں۔ جی، ہراج صاحب، ڈپٹی اپوزیشن لیڈر!

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! شکریہ

جناب سپیکر: یہ انھوں نے مجھے بتایا ہے۔ میرے پاس ایسا کچھ لکھا ہوا نہیں ہے۔

جناب محمد یار ہراج: جناب سپیکر! جیسے مرضی۔آپ مجھے جو مرضی کہیں، میں حاضر ہوں۔

جناب سپیکر: جی، جی۔

جناب محمد یار ہراج: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

جب تک ہے نواز لیگ کا راج۔۔۔

جناب سپیکر: کا ہے کا؟

آوازیں:نواز لیگ۔

جناب محمد یار ہراج:[***********](نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر:اس کو میں نہیں سمجھ پایا۔ پہلے آپ نے کیا کہا ہے؟ مجھے نہیں سمجھ آئی۔

جناب محمد یار ہراج:جناب سپیکر!میں نے ایک شعر پڑھا تھا۔ کوئی نہیں اب پرانی بات ہو گئی۔

جناب سپیکر:یہ آپ پھر سننے کی ہمت بھی رکھیں ناں، جب ادھر سے بات ہوتی ہے تو پھر آپ کچھ اور بات کرتے ہیں۔

جناب محمد یار ہراج:جناب سپیکر!آپ نے مجھے floor دیا ہے۔ میں بول رہا ہوں۔

جناب سپیکر:دیکھیں!ذرا چلیں۔

جناب محمد یار ہراج:میرے بعد جب ان کی باری آئے گی، یہ بے شک بول لیں۔

جناب سپیکر:بولیں گے، بڑی اچھی طرح بولیں گے۔

جناب محمد یار ہراج:جناب سپیکر!آپ جانبداری نہ کریں۔ مجھے floor ملا ہوا ہے۔

جناب سپیکر:جانبداری میں نہیں کرتا، آپ بھی سوچیں، آپ کیا کرتے ہیں؟

جناب محمد یار ہراج:جناب سپیکر!مجھے floor ملا ہوا ہے۔

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب سپیکر: نہیں، میں آپ کی پھر ایسی بات ریکارڈ کا حصہ نہیں بننے دوں گا۔ یہ ریکارڈ کا حصہ نہ بنائیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) شجاع خانزادہ:جناب سپیکر! معزز ممبر نے یہ شعر جو پڑھا ہے یہ طنزیہ پڑھا ہے یا یہ appreciate کر کے پڑھا گیا ہے because اناج تو ہم نے produce کر دیا ہے۔ سب کو دے دیا ہے، روٹی مل رہی ہے، گندم ہر جگہ ہے، آٹا ہر جگہ پہنچ گیا ہے تو یہ کس لہجے میں یہ بات کر رہے تھے؟

جناب سپیکر:چلیں، انھوں نے بات کر لی ہے۔ آپ اپنی تقریر میں جواب دیتے رہیں۔

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! پورے پنجاب کی آٹھ کروڑ عوام اس بات کی گواہ ہے۔ آج میڈیا اس بات کا گواہ ہے کہ الحمد للہ میاں محمد شہباز شریف کی زیر قیادت (ن) لیگ نے پورے پنجاب میں دو روپے کی روٹی فروخت کر کے وہ ریکارڈ قائم کیا ہے کہ غریبوں کی دعائیں لی ہیں اور الحمد للہ ہم یہ دعوے سے کہتے ہیں کہ دو روپے کی روٹی پورے پنجاب میں اس وقت میسر ہے، جہاں پر کوئی شکایات آ رہی ہیں ان کو سنجیدگی سے take up کرتے ہوئے بڑا سخت ایکشن لیا جارہا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں کہ جو دو روپے کلو آٹا تھا اس کو چالیس روپے کلو تک لے گئے اور یہ اسی مشرف کی باقیات کا رزلٹ تھا کہ آٹا ملا، گیس ملی، اور نہ ہی بجلی ملی، غریب ترس ترس کے رہ گئے۔

جناب سپیکر: بڑی مہربانی۔ اس کو چھوڑیں، ان کو تقریر کرنے دیں۔

چودھری علی اصغر منڈا(ایڈووکیٹ): ان کے ہاتھوں پر لال مسجد کے شہداء کا خون ہے۔

جناب سپیکر: جی، بڑی مہربانی۔ بہت شکریہ۔ اب وہ تقریر فرما رہے ہیں، آپ ان کے points note کرتے جائیں۔ آپ نے جواب اپنی تقاریر میں دینا ہے، درمیان میں kindly ان کو interrupt نہ کیا جائے۔ آپ سے بھی میں یہ کہوں گا کہ مہربانی فرمائیں، ایسی بات جو آپ کرتے ہیں جس سے ان کی دلآزاری ہوتی ہے، پھر اس کو برداشت کرنے کی ہمت بھی رکھیں لیکن آپ میں ہمت کم ہے۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! ہمیں بھی تو جواب دینے دیں۔

جناب سپیکر: آپ کی تقریر کی جب باری آئے گی تو پھر آپ جواب دیتے رہیں۔ جی۔

جناب محمد یار ہراج: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے floor دیا۔ میں وزیر صاحب کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں کہ جنھوں نے ایک comprehensive debate کی جس کے اندر انھوں نے مختلف چیزوں پر روشنی ڈالی۔

جناب سپیکر! جب پنجاب کا کسان روتا ہے تو پورا پنجاب بلکہ پورا پاکستان دھل جاتا ہے۔ ہم میں سے اکثر لوگ یہاں پر دیہاتی علاقوں کی نمائندگی کرتے ہیں، جس طرح کہ آپ کے اس document میں بھی لکھا ہے کہ پنجاب کی 70 فیصد آبادی دیہاتی ہے تو پنجاب میں زراعت جو ہے، ایگریکلچر جو ہے وہ پنجاب کی نہ صرف competitive advantage ہے بلکہ پنجاب کی شہ رگ

ہے اور اگر یہ پنجاب کی شہ رگ ہے تو یہ پاکستان کی شہ رگ ہے۔آج کے دور میں جب ہم کسان کی حالت دیکھتے ہیں اگر اس کی حالت اچھی نہیں ہے تو ہمیں یہ سوچ لینا چاہئے کہ کسان خوشحال نہیں ہو گا تو پھر یہ ملک بھی خوشحال نہیں ہو سکتا۔اس وقت پورے صوبے میں کھاد کا شدید قسم کا بحران رہا ہے۔ جب سے ہمارا اجلاس شروع ہے اور ابھی جو دو ہفتے کا time period گزرا ہے ہم نے اس میں بھی گزارش کی تھی کہ اسے جلدی redress کیا جائے کیونکہ کھاد کی ضرورت بہت immediate ہے۔ میں ایک point پر زیادہ stress نہیں کرنا چاہتا بلکہ مختلف points پر بات کرنا چاہتا ہوں چونکہ باقی دوست بھی in detail بات کریں گے۔وزیر صاحب نے جو کاغذ دیا ہے میں خانیوال کی مثال دینا چاہتا ہوں جہاں سے میرا تعلق ہے اس میں لکھا ہے کہ خانیوال میں 103 فیصد کھاد کی ڈیمانڈ meet ہوئی۔مجھے تو اس میں سوائے جھوٹ کے اور کچھ نظر نہیں آتا۔چونکہ مجھے تو وہاں سے روزانہ فون آ رہے ہیں کہ مر گئے، مر گئے، کھاد نہیں ہے، کھاد نہیں ہے، کھاد نہیں ہے یا تو یہ documents صحیح نہیں ہیں یا حکومت کو اپنی طاقت میں عوام کی کوئی درد اور تکلیف نظر نہیں آتی۔ کھاد کے بغیر زراعت آگے نہیں چل سکتی لہذا جتنا جلدی اس پر notice لیا جا سکے، لیا جائے۔میں باقی inputs پر بھی بات کروں گا۔میں اس وقت پنجاب سیڈ کارپوریشن کے مختلف seed samples ساتھ لے کر آیا ہوں۔میرا تعلق زراعت سے ہے۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا ٹائم ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب محمد یار ہراج: میں یہ بیج آپ کے چیمبر میں بھی حاضر کرنے کے لئے تیار ہوں آپ ان seeds کو دیکھیں کہ یہ اس قابل ہی نہیں کہ ان کو کھیت میں ڈالا جائے اس سے تو بہتر ہے کہ کسان اپنے کھیت میں سیسہ ڈال لے اور پنجاب سیڈ کارپوریشن کے seed کو باہر پھینک دینا ہی بہتر ہو گا۔ یہی وجہ ہے کہ پچھلے مالی سال میں صرف ساہیوال کے ایک سنٹر میں دو لاکھ بوری فروخت ہوئی ہے لیکن اس سال ایک لاکھ چالیس ہزار فروخت ہوئی ہے کیونکہ اس بیج کا معیار ہی نہیں ہے۔آپ زراعت کی inputs دیکھیں اس وقت وہ تمام کی تمام stretch ہیں۔پھر water courses اور کھالوں کی بات ہے میں نے اس پر ایک تحریک التوائے کار جمع کرائی تھی کہ matching

grant کے ذریعے کسانوں سے پیسے تو اکٹھے کر لئے گئے ہیں کہ ان کے کھالے بنائے جائیں گے اور پرانے کچے کھالے گرادیئے گئے ہیں۔ ان سے ایڈوانس بھی لے لیا گیا ہے ان کا جو حصہ گنا جاتا ہے حالانکہ میرے خیال میں تو یہ concept ہی غلط ہے کہ کسان سے پیسے لے کر اس کے کھالے بنائے جائیں۔ ان سے پیسے لے لئے گئے ہیں، کچے کھالے بھی گرادیئے گئے ہیں لیکن پکے کھالے نہیں بن سکے اور یہ سیزن بھی نکل جائے گا۔ میں نے اس پر تحریک التوائے کار جمع کرائی تھی اور میں نے اس ہاؤس میں چار دفعہ کھڑے ہو کر گزارش کی کہ یہ بہت اہم معاملہ ہے اس کو discuss کیا جائے لیکن اسے discuss کرنے کا وقت نہیں دیا گیا۔ اس کے علاوہ اگر آپ sprays دیکھیں تو یہاں جتنے کاشتکار بیٹھے ہیں آپ کو بتائیں گے کہ مارکیٹ میں جو سپرے موجود ہیں وہ غیر معیاری ہیں۔ اگر آپ ٹریکٹر یا کھاد کو دیکھیں تو ان کو سیاسی ہتھیار بنالیا گیا ہے۔ ایوان میں حکومتی پارٹی کے ممبران نے کہا ہے کہ منسٹر صاحبان نے کھاد political weapon کے طور پر استعمال کی اور انھوں نے ٹرکوں کے ٹرک move کئے ہیں آگے پتا نہیں وہ کھاد بلیک کروائی گئی ہے یا کیا ہوا ہے؟ لیکن آپ ہی کے ہاؤس میں، آپ ہی کی پارٹی کی طرف سے یہ الزامات آپ کے ہی وزراء پر لگے ہیں۔ اگر میں اپوزیشن سے یہ کہوں تو آپ اسے برداشت کریں۔ ہم اس وقت اپوزیشن برائے اپوزیشن نہیں بلکہ یہاں پر عوام کی فریاد پہنچانے کے لئے آئے ہیں۔

جناب سپیکر! کسان کے پاس credit availability نہیں ہے۔ وہ سود usury جو کہ دیہاتی علاقوں میں monthly basis پر تیس چالیس اور پچاس فیصد پر ہوتا ہے جس کے خلاف پچھلی اسمبلی میں ایک بل بھی پاس کیا گیا اور دو تین دن پہلے یہاں اسے discuss بھی کیا گیا وہ سود بھی اس کی گردن دبا رہا ہے ۔ ہم نے بارہا کہا کہ وہ قانون جو بن چکا ہے حکومت اس پر implement کرے لیکن حکومت نے وہ قانون بھی implement نہ کروایا۔ اگر ہم یہ سارے constraints دیکھیں یہ inputs دیکھیں جو کسان face کر رہے ہیں۔ اگر آپ اس وقت انڈیا کے ساتھ ایسٹ پنجاب اور ویسٹ پنجاب کی اوسط پیداوار کو compare کریں تو ہماری اوسط کسی بھی فصل میں کم از کم 40 فیصد کم ہوتی ہے۔ ہمیں ان چیزوں کو مذاق میں نہیں اڑا دینا چاہئے ۔ ہمیں ان چیزوں کو seriously لینا چاہئے اور ہمیں اپنی policy making اس طرح کرنی چاہئے کہ ہم

اپنی output کے target hard number کے طور پر دیں۔ہمیں صرف یہ نہیں کہنا چاہئے کہ ہم بڑھائیں گے بلکہ ہمیں numbers دیئے جائیں کہ اگر اس سال گندم کی فصل فی ایکڑ 35 من آ رہی ہے تو اگلے سال 38 یا 40 من ہو گی اور کیسے ہو گی ؟ policy making کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ دو روپے کی روٹی موجود ہو بلکہ policy making کا مطلب ہوتا ہے کہ ان جیسے پروگراموں کی ضرورت محسوس نہ ہو۔ policy making یہ نہیں ہوتی کہ راشن کارڈ بڑھا لئے جائیں بلکہ Policy making کا مطلب ہوتا ہے کہ راشن کارڈوں کی ضرورت ہی نہ پڑے۔

جناب سپیکر!جب پچھلی فصل ہوئی تو خریدار کوئی نہیں تھا۔آپ خود کاشتکار ہیں آپ کو بھی پتا ہے کہ کاشتکاروں کے ساتھ کیا کیا ظلم ہوئے ہیں۔فصل خریدنے والا کوئی نہیں ہوتا اس سے ان کو بہت زیادہ loss ہوتا ہے۔ان پر جو ٹیکس لگتا ہے وہ indirect tax ہے وہ sale tax ہے۔خواہ ان کو منافع ہو رہا ہے یا نہیں ہو رہا لیکن ان بے چاروں کو ہمیشہ ایک sale tax برداشت کرنا پڑتا ہے۔یہ ظلم majority of punjab اس کسان پر ہو رہا ہے، جو ہم سب کو کھانا کھلاتا ہے۔جو ہم سب کو روٹی دیتا ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ اس پر multi department effort ہو،اس میں ٹیکس ڈیپارٹمنٹ ہو،اس میں اریگیشن ڈیپارٹمنٹ ہو،اس میں فوڈ ڈیپارٹمنٹ ہو،اس میں ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ ہو اور بیٹھ کر ایسی policy making اور ایسی قانون سازی کی جائے کہ ہم جو good governance کا break down دیکھ رہے ہیں جس کی وجہ سے کھاد مل رہی ہے، water courses بن پا رہے ہیں اور نہ sprays معیاری ہیں۔یہ سارا مسئلہ ختم ہو جائے۔

جناب سپیکر!اگر میں حکومت سے کہتا ہوں کہ آپ کی پالیسی کیا ہے؟ان کی مہربانی سے جو یہ document ہمیں دیا گیا ہے اگر آپ اس document کو پڑھیں تو پہلا صفحہ وہی ہے جب 1985 میں میرے والد اسمبلی سے واپس آئے تو میں نے جو کاپی کھولی تھی تو اس کا پہلا صفحہ یہی تھا جو کہ اب ہے۔اس میں بھی وہی پرانی باتیں لکھی ہیں کہ Poverty in punjab is a rural phenomenon یہ گھسی پٹی باتیں جو incorrect ہیں۔کیا مطلب ہے کہ لاہور میں poverty نہیں ہے،کراچی میں نہیں ہے،کیا سیالکوٹ یا راولپنڈی میں poverty نہیں ہے؟ میری استدعا ہے کہ ان دو سو سال پرانے documents کو چھوڑ کر ہمیں نئی پالیسیاں بنانی چاہئیں۔ ہمیں شروع سے کام

شروع کرنا چاہئے اور پرانی کتابوں کو اٹھا کر دوبارہ پیش نہیں کر دینا چاہئے۔اس میں منسٹر صاحب نے جو constraints کی بات کی ہے مجھے خوشی ہے کہ انھوں نے constraints کو acknowledge کیا جب تک ہم اپنی خامیاں acknowledge نہیں کریں گے اس وقت تک ہم آگے کیسے چل سکتے ہیں؟ لیکن آج کے session میں لکھا ہے کہ availability of fertilizer in the province special reference اتنی important چیز کہ main issue availability of fertilizer ہے لیکن availability and lack of availability of fertilizer constraints یہاں کہیں نہیں لکھی ہوئی یہ کیا بات ہوئی؟ ہم جو چیز discuss کرنے آئے ہیں، جو main issue ہے اسے constrain کا حصہ نہیں بنایا گیا۔لہذا میں گزارش کروں گا کہ جب اس قسم کے document بنائے جائیں تو ان کو کوئی پڑھ بھی لے، ان کو کوئی دیکھ بھی لے اور ان کو کوئی update بھی کرلے۔میں constraints میں دو تین چیزیں اور add کرنا چاہوں گا کھالوں کا issue ہے water courses کا issue بھی constraints میں لکھا ہونا چاہئے تھا۔ credit availability کا issue جو loan کا issue ہے معیاری سپرے کی availability کا issue وہ سب کچھ بھی ادھر لکھا ہونا چاہئے تھا۔

جناب سپیکر!اگر حکومت کوئی اچھا قدم اٹھاتی ہے تو ہم اسے سراہنے کے لئے ہمیشہ حاضر ہیں لیکن جب ہمیں اس طرح کے documents دکھائے جاتے ہیں تو پھر ہمیں good governance کی بجائے break down of governance نظر آتا ہے تو ہم یہی سوچتے ہیں کہ جب یہ policy document بن رہا تھا تو کیا سیکرٹری صاحب اس وقت کسی T.M.O کو supervise کر رہے تھے، کیا کوئی dustbin remove کرا رہے تھے، کیا وجہ ہے کہ اس صوبے میں ایک نئی پالیسی نہیں بن پا رہی ؟اس اسمبلی کو ایک سال ہو گیا ہے کیا سیڈ کارپوریشن یا حکومت کے کنٹرول میں جو مختلف ادارے ہیں کسی ایک کے بارے میں بھی ایک لائن کی قانون سازی بھی آئی ہے، کیا قانون سازی کی ایک لکیر بھی آئی ہے جس میں کہا گیا ہو کہ اب ہم اس نظام کو improve کریں گے؟ قانون سازی کی ایک لائن بھی نہیں آئی کہ ہم پچھلے نظام کو کس طرح بہتر کریں گے۔میں آخر میں یہ گزارش کروں گا اور مجھے خوشی ہے کہ آپ نے یہ point out کیا۔کسان کا اس میں کوئی قصور نہیں

ہے۔اگر اس کا قصور ہے تو وہ یہ ہے کہ وہ international prices کی use inputs کرتا ہے اور subsidized rate پر اپنی فصل فروخت کرتا ہے اور غربت میں رہتا ہے۔ہمیں کسان کو کسان کا حق دینا چاہئے۔ہمیں کھاد، پانی، سپرے، بیج اور ہر چیز اس کے لئے available کرنی چاہئے تاکہ وہ خود بھی خوشحال ہو اور اس ملک کو بھی خوشحال کرے۔ہمیں ایسی policy making کرنی چاہئے جو sensible ہو۔ میں آخر میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں ٹریکٹر اور کھاد کو political weapon کے طور پر استعمال نہیں کرنا چاہئے یہ سیاسی weapons نہیں ہیں ان کو کسان کا حق سمجھا جائے خواہ وہ (ن) لیگ، (ق) لیگ یا پاکستان پیپلز پارٹی کا کسان ہے۔ میں آخر میں یہی کہوں گا کہ ہمیں اس policy making کو جتنی جلدی ہو سکے accelerate کرنا چاہئے کیونکہ اگر ہم کسان کو بہتر نہیں کریں گے تو پاکستان بہتر نہیں ہو گا۔اپنی بات ختم کرنے سے پہلے میں علامہ اقبال کا ایک شعر modify کر کے پیش کرنا چاہوں گا۔

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے پنجاب والو!
تمھاری داستاں بھی نہ ہو گی داستانوں میں

جناب سپیکر: جی، میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمن رانا صاحب! آپ 8 بج کر 10 منٹ پر آ رہے ہیں اور 8 بج کر 16 پر آپ نے اپنی تقریر کو ختم کرنا ہے۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں آیا تو صبح سے ہوں لیکن ابھی تقریر کے لئے کھڑا ہوا ہوں۔ میں اپنی بات شروع کرنے سے پہلے دو چیزوں کی وضاحت کروں گا جن کا ذکر جو ہمارے so-called ڈپٹی اپوزیشن لیڈر نے اپنی تقریر میں کیا ہے کہ ٹریکٹر کو political weapon کے طور پر استعمال نہیں کیا جانا چاہئے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ ٹریکٹر کی تقسیم کے اندر جتنی transparency تھی وہ آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھی گئی۔ میرے قابل احترام ساتھی نے دوسری بات یہ کہی ہے کہ پالیسی جامع، بروقت اور ٹھیک ہونی چاہیے۔ میں تسلیم کرتا ہوں لیکن یہ بات اس وقت بھی لاگو تھی جب ایک سال پہلے انھوں نے بے وقت گندم کو export کیا اور اس کے بعد پھر double rate پر گندم import کرنی پڑی۔اس وقت بھی پالیسی کا فقدان موجود تھا۔آج میں اس

بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ ہم agriculture کے اندر جو inputs کر رہے ہیں، حکومت کی جو inputs آ رہی ہیں وہ شاید اتنی کافی نہ ہوں جتنی ہونی چاہئیں لیکن inputs آ رہی ہیں۔ زراعت کے اندر جو تنزلی آ رہی ہے، جو degeneration آ رہی ہے وہ آج سے نہیں ہے، پچھلے ایک سال سے نہیں ہے بلکہ بہت سی پچھلی حکومتوں کے دور سے یہ چلی آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ ہمارے پاس زراعت کے تمام لوازمات موجود ہیں۔ پانی، زمین، موسم ہوں یا محنتی کسان سب کچھ ہمارے پاس موجود ہے، پھر بھی کیا وجہ ہے کہ وہی خطہ جو کسی زمانے، pre-partition کے وقت پورے انڈیا کو زرعی اجناس supply کرتا تھا آج ہم خود باہر سے خریدنے کے محتاج ہو گئے ہیں، ٹھیک ہے کہ بڑھتی ہوئی آبادی ایک factor ہے، زمین کی کمی دوسرا factor ہے اور تیسرا factor یہ ہے کہ انڈیا زیادتی کرتے ہوئے ہمارے دریاؤں کے پانی کو روک رہا ہے، ہمارے دریاؤں میں پانی کم ہو رہا ہے۔ اس کے ساتھ کچھ قدرتی عوامل بھی شامل ہیں۔ میں اپنے بچپن سے سنتا آ رہا ہوں کہ زراعت اس ملک کے لئے ریڑھ کی ہڈی ہے لیکن پچھلی حکومتوں کی mismanagement کی وجہ سے یہ ریڑھ کی ہڈی مجھے کینسر شدہ لگ رہی ہے۔ اس کے اندر مزید degeneration آ رہی ہے جس کو اس حکومت نے روکنا ہے اور امید ہے کہ جس طریقے سے یہ محنت ہو رہی ہے اس کی تنزلی کو روکنے میں ہماری حکومت کامیاب ہو جائے گی۔ جس طریقے سے ہماری فی ایکڑ yield بڑھنی چاہئے وہ نہیں بڑھ رہی۔ جس طرح دنیا کے اندر upward trend جا رہا ہے، گراف اوپر جا رہا ہے ہمارا گراف اتنی تیزی سے اوپر نہیں جا رہا۔ اس کے لئے ہمیں ریسرچ پر زیادہ پیسا خرچ کرنا پڑے گا۔

جناب محمد ثناء اللہ خان مستی خیل: پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! میرا وقت بھی رانا صاحب کو دے دیں۔

جناب سپیکر: یہ آپ کے اختیار کی بات نہیں ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

میجر (ریٹائرڈ) عبدالرحمٰن رانا: جناب سپیکر! میں پھر بھی مستی خیل صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں تو میں بات کر رہا تھا کہ ہماری forward planning ایسی ہونی چاہئے۔ اب ہمیں پتا ہے کہ پانی کی کمی لگاتار آ رہی ہے اور مزید آنے کی امید ہے۔ کیا ہم نے water conservation کے لئے کوئی کام

شروع کیا ہے، کیا اس کے لئے کوئی پالیسی وضع کی گئی ہے؟ اس کے لئے غور وفکر ہونا چاہئے۔ ہمیں نئی نئی crops کو through research لے کر آنا پڑے گا کہ جن کے اندر کم پانی کا استعمال ہو تاکہ water conservation زیادہ سے زیادہ ہو سکے۔

دوسرا valuable vegetables and fruits کی طرف rather than the cash crops ہمیں زیادہ دھیان دینا ہو گا کیونکہ آبادی کے بڑھنے کے ساتھ ساتھ زمین میں کمی آ رہی ہے۔ اس وقت بھی ہمارے statistics کے مطابق پنجاب کے اندر 20 سے 25 فیصد ایسی زمین پڑی ہے جو کہ استعمال نہیں ہو رہی۔ اس کو utilize کرنے کے لئے محکمہ زراعت کیا پیشرفت کر رہا ہے؟ یہ بھی دیکھنے والی بات ہے۔

جناب سپیکر! اب میں سب سے اہم چیز کی طرف آتا ہوں کہ ہمارے جو inputs ہیں خصوصی طور پر کھاد کے بارے میں کہوں گا کہ اگر timely کھاد import ہو جاتی اور یہاں وقت پر پہنچ جاتی تو ملک میں کسان کو کھاد کی کمی کا سامنا نہ کرنا پڑتا۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں کہ کھاد کی distribution میں mismanagement ہوئی ہے۔ کبھی ایک طریقہ آزمایا گیا، کبھی دوسرا طریقہ اپنایا گیا۔ کبھی ڈیلروں کے ذریعے، کبھی سرکاری افسروں کے ذریعے، کبھی منتخب نمائندوں کے ذریعے اور کبھی یوٹیلٹی سٹوروں کے ذریعے کھاد distribute کی گئی۔ اس بارے میں آئندہ کے لئے ایک جامع پالیسی تیار ہونی چاہئے کہ اس کا کیا سسٹم ہو گا؟ محکمہ زراعت ایک time frame بنائے کہ کون سی چیز کس وقت ہوتی ہے، کون سا step کس وقت لینا ہے۔ جب پانی کی ضرورت ہو تو پانی موجود ہو، جب کھاد کی ضرورت ہو تو کھاد موجود ہونی چاہئے۔ اس سے ہماری food grain کی کمی کافی حد تک دور ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر! میں اب مزید دو چیزوں پر بات کروں گا اس کے بعد بیٹھ جاؤں گا۔ میں یہ کہوں گا کہ حکومت پنجاب کسان کے لئے ایک dedicated television channel چلائے۔ جس کے اندر جدید تحقیق اور دنیا کے اندر جو رجحان ہے اس بارے میں کسان کو ٹیلی ویژن چینل کے ذریعے آگاہ کیا جائے۔ میرا آخری point جس پر میں شروع سے ہی stress کرتا آ رہا ہوں کہ زراعت

کو انڈسٹری declare کر کے وہ مراعات دی جائیں جو کہ صنعت کو دی جاتی ہیں۔اگر ایسا کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ کسان کو فائدہ نہ ہو۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب!نوٹ فرمائیں۔ رانا صاحب نے بڑی important بات کی ہے۔بہت شکریہ۔اب آپ تشریف رکھیں۔رانا محمد افضل صاحب!

رانا محمد افضل خان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!میں چھ منٹ میں صرف تجاویز ہی دے پاؤں گا۔

جناب سپیکر: جی،آپ تجاویز دیں اور آپ نے کیا کرنا ہے؟(قہقہے)

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر!میری پہلی تجویز یہ ہے کہ منسٹر صاحب اور وزیر اعلیٰ صاحب چائنا تشریف لے گئے تھے۔چائنا arid agriculture اور saline water agriculture میں آج امریکہ سے بھی آگے ہے۔آج پاکستان میں پانی کی کمی کے جو مسائل ہمارے سامنے ہیں اس بارے ریسرچ کے لئے ہمیں اپنے research institutions کو زیادہ سے زیادہ فنڈز دینے چاہئیں۔ arid agriculture and saline water agriculture کے لئے یہ ادارے کام کریں تاکہ ہمارے وہ علاقے جن کا انحصار بارش پر ہوتا ہے یا وہ علاقے کہ جن کو کم پانی ملتا ہے وہاں سے بھی ہم اچھی فصلیں حاصل کر سکیں۔ہم تقریباً ایک ارب ڈالر کا edible oil ہر سال import کرتے ہیں اور پچھلے پندرہ بیس سالوں سے کنولا کے بارے میں صرف باتیں ہو رہی ہیں۔اس پر کوئی definite research نہیں ہوئی۔اس کے علاوہ زمینداروں کو تربیت دینے کا ایک سلسلہ تھا وہ نہ ہونے کے برابر رہ گیا ہے،میں سمجھتا ہوں کہ زمینداروں کو تربیت کے لئے sample farms بنا کر دکھائے جائیں،اس سلسلہ کو بڑھانا چاہئے اور اس بارے میں incentives دیئے جائیں۔

جناب سپیکر!ہمارے ہاں 80 فیصد farm holdings ساڑھے بارہ ایکڑ سے کم ہو گئی ہے لہذا اب لائیو سٹاک کی development کے لئے ready made schemes بنائیں۔جو model farms ہیں، جیسے بیس جانوروں، چالیس جانوروں، پچاس جانوروں کے فارم ہیں ان کو

ہمیں عام کر دینا چاہئے۔ چونکہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ پنجاب کے اندر سے ہم mutton اور beef کی export سے اتنا پیسا کما سکتے ہیں جتنا ہم ٹیکسٹائل سے بھی نہیں کما رہے۔

جناب سپیکر! بائیو گیس آج دنیا میں اہم ترین سائنس بن کر سامنے آئی ہے اور اس کا تعلق لائیو سٹاک کے ساتھ ہی ہے۔ اگر ہم لائیو سٹاک فارم اور animal facting units لگائیں تو آج بجلی بنانے والے Electric generators ایسے موجود ہیں جو بائیو گیس پر چلتے ہیں۔ میرے علم میں یہ بات ہے کہ ایک ہزار hertz کا اگر آپ یونٹ لگائیں تو ایک گاؤں کے لئے وہ بجلی بھی پیدا کر سکتا ہے۔ بائیو گیس ایک neglected industry ہے انڈیا نے اس کے اندر بے شمار ترقی کی ہے اس لئے اس مد میں funds allocate کرنے چاہئیں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب آپ کا ایک منٹ رہ گیا ہے۔

رانا محمد افضل خان: جناب والا! تھوڑا سا ٹائم دے دیں۔

جناب سپیکر: باقی پھر آپ ان کو لکھ کر دے دیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب! میں دو تین منٹ میں ختم کر رہا ہوں۔ milk production کے اندر ہم دنیا کا پانچواں بڑا ملک بن کر سامنے آئے ہیں لیکن صرف 15 فیصد دودھ یعنی production of milk organized sector کے اندر ہے۔ اس میں value added cheese ہے، آئس کریم ہے، چاکلیٹ ہے۔ ان صنعتوں کو اگر ہم لگائیں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ milk production کو ایک زیادہ value added اور export item میں لا سکتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں آخر میں یہ کہوں گا کہ فرٹیلائزر کے سلسلے میں بڑی پریشانی کا سامنا رہا۔ یہ ایک unregulated sector ہے جس کو مرکزی حکومت کنٹرول کرتی ہے۔ میں خراج تحسین پیش کروں گا پنجاب کی حکومت اور سیکرٹری زراعت کو، مجھے ان دنوں گوادر جانے کا اتفاق ہوا اور میں نے دیکھا کہ سیکرٹری زراعت گوادر میں بیٹھے تھے اور وہ بروقت ٹرکوں کی ترسیل اپنے ہاتھوں سے اپنی نگرانی میں کروا رہے تھے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں مرکزی حکومت کی غلطیوں کی وجہ سے یہ delay ہوئی وہاں پنجاب حکومت کی طرف سے پوری کاوش کی گئی کہ کھاد ہر جگہ جلدی پہنچے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ مرکزی حکومت کی غلطی کی وجہ سے fertilizer short fall آئی ہے۔

جناب سپیکر: کسی ایک شخص نے کر دیا ہو گا۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا! پنجاب گورنمنٹ کا data میرے پاس موجود ہے اور انہیں یہ پڑھ کر شرم آنی چاہئے کہ ان کے ہاتھوں کی district wise کی تفصیل میرے پاس موجود ہے۔ میرے پاس ربیع 09-2008 کی لکھی ہوئی تفصیل موجود ہے۔ اگر یہ پڑھیں تو انہیں پتا چل جائے گا میں انہیں division wise بتا سکتا ہوں کہ یہاں پر short fall کتنی تھی۔ راولپنڈی ڈویژن میں 153.52 تھی۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب اعجاز شفیع صاحب مجھے ایک منٹ بات تو کرنے دیں۔ تسی اپوزیشن والے اگر بہتر ہندے تے اے نوبت نہ آندی۔ تہاڈا کردار وی ساڈے لوکاں نوں ادا کرنا پیندا اے ایس لئی تسی چپ کر کے سن تے لیا کرو۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! یہ اگر آپ غور سے پڑھیں اور انہوں نے شاید پڑھا نہیں ہے۔ اگر یہ پڑھ لیتے تو یہ بات کبھی بھی نہ کہتے۔ یہ صرف سیکرٹری صاحب کو گوادر میں بیٹھے دیکھ کر اتنے خوش ہو گئے ہیں کہ انہوں نے اپنی گورنمنٹ کے پیش کئے ہوئے اعداد و شمار کو بھی نہیں پڑھا اور انہوں نے اسمبلی floor پر کھڑے ہو کر غلط بات کی ہے۔ اگر آپ پڑھیں تو سارا کچھ انہوں نے فیڈرل گورنمنٹ پر ڈالا ہوا ہے۔ حالانکہ فیڈرل گورنمنٹ کا کوئی ایسا issue نہیں ہے۔ اگر کھاد نہ ہوتی تو فیڈرل گورنمنٹ ذمہ دار تھی۔ اب اس کی تقسیم پر۔۔۔

جناب سپیکر: آپ نے کافی defend کر لیا ہے۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب والا!ان کی اپنی mismanagement کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے اس کو یہ فیڈرل گورنمنٹ کے گلے میں تو نہ ڈالیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب!تشریف رکھیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!ایک منٹ میں بات ختم کرتا ہوں۔ یہ بڑی زیادتی ہے فیڈرل گورنمنٹ میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہے اور یہاں ہم coalition میں ہیں۔"اے جھولی وچ پا کے منن آلی گل اے"ایناں نے سانوں نال وی بہایا ہویا اے۔اسیں ایناں نوں support وی کرنے آں تے اگر اے ساڈے بارے غلط تاثر دین تے اسیں اپنی clearance ضرور دینی اے۔

رانا محمد افضل خان: جناب سپیکر!جہاں میں نے فیڈرل گورنمنٹ کی طرف اشارہ کیا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اس بات کو اب چھوڑ دیں۔ میاں محمد رفیق صاحب!(قطع کلامیاں)
آپ تشریف رکھیں۔

رانا محمد افضل خان: جناب والا! کھاد کے جہاز لیٹ پہنچے ان کو کراچی میں clear نہیں کیا گیا، ان کو بلوچستان بھیج دیا گیا، یہ غلطیاں ہوئی ہیں اور اگر ہوئی ہیں تو ان کو دور کیا جائے۔

جناب سپیکر: آپ اس بات کو چھوڑ دیں۔ مستقبل کو آپ دونوں صاحبان بہتر بنائیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! شکریہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ میں آپ سے یہ توقع رکھوں گا کہ آپ مجھے خصوصی وقت عنایت فرمائیں گے کیونکہ میرے پاس کچھ حقائق زیادہ ہیں۔

جناب سپیکر: چھ منٹ۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر!پہلی بات تو میں اس بات کا جواب دینا چاہتا ہوں کہ جو انہوں نے یہ فرمایا تھا کہ [*********]

جناب سپیکر: ایک بات ہو سکتی ہے۔

میاں محمد رفیق: وہ وقت اپنا یاد کریں جب [*********] زیادہ ہوتا تھا۔ کس دام سے کتنے ڈالروں سے اپنی گندم باہر بھجوائی گئی اور اسی گندم کو کتنے مہنگے ڈالروں کے ساتھ واپس منگوایا گیا۔ میں یہ کہوں گا کہ "ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا" آج ان کو یہ مروڑ اٹھا ہے [************] دوسری بات انہوں نے زرعی ٹیکس کے حوالے سے فرمائی ہے۔ زرعی ٹیکس بھی انہی کے دور سے ایجاد ہوا تھا کہ کاشتہ اور غیر کاشتہ رقبے پر جو انہوں نے ٹیکس لگایا تھا، جو زمین ہم کاشت کرتے ہیں اس پر تو زرعی ٹیکس دینا ہی ہوتا ہے لیکن جو رقبہ کاشت ہی نہیں کرتے ہیں اس پر بھی انہوں نے ٹیکس وصول کیا ہے۔ ان لوگوں نے کاشت کی ریڑھ کی ہڈی توڑ کر رکھ دی ہے۔

جناب سپیکر! اب میں اصل موضوع کی طرف آتا ہوں۔ یہ ایک ایسا موضوع ہے جس پر لمبی بات کی جا سکتی ہے لیکن مجھے افسوس ہے کہ آپ مجھے اتنا وقت عنایت نہیں فرمائیں گے۔ میں عرض کروں گا کہ غذائی خود کفالت کے لئے زمین کی ضرورت ہے، پانی کی ضرورت ہے، بیج کی ضرورت ہے اور manpower کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ inputs کی بھی ضرورت ہے inputs میں بھی بہت ساری چیزوں کی ضرورت ہے اب میں سب کا ذکر کروں تو شاید وقت کم پڑ جائے۔ اس وقت میں صرف ایک کھاد کا مسئلہ آپ کے سامنے اٹھاتا ہوں۔ کھاد کی کمی جو واقع ہوتی ہے یہ کیوں ہوتی ہے؟ یہ پچھلے کئی سالوں سے ہے جب D.A.P کی ضرورت پڑتی ہے تو D.A.P غائب ہو

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جاتی ہے، جب یوریا کی ضرورت پڑتی ہے تو یوریا غائب ہو جاتی ہے۔ بجٹ اجلاس میں بھی میں نے اس مسئلے پر تحریک پیش کی تھی جب D.A.P غائب تھی اور میں اس تحریک کا محرک تھا اور اس پر خوب بحث ہوئی۔ وزیر اعلیٰ صاحب نے اگلے ہی روز ایک meeting call کی میں بھی اس میں موجود تھا۔ اس وقت بھی وزیر اعلیٰ صاحب جن کو کاشتکاروں کے ساتھ great concern ہے۔ انہوں نے اعلیٰ سطح کی میٹنگ میں فیڈرل سیکرٹری کو ہدایت کی کہ فوراً جاؤ اور سعودی عرب سے کھاد کی خریداری کر کے آؤ۔ اب بھی 16۔ جون کو وزیر اعلیٰ صاحب نے ایک میٹنگ کی ہے اس میں بھی وزیر اعلیٰ

صاحب نے سیکرٹری زراعت کو ہدایت کی کہ آپ اڑ کر جاؤ اور طوفان کی طرح کھاد کو لے کر پنجاب میں پہنچاؤ۔اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کھاد کی کمی کی وجوہات کیا ہیں، کیا اس کی supply short ہے، کیا اس کی ذخیرہ اندوزی ہے کیا اس کی black marketing ہے، آخر اس کی وجوہات کیا ہیں؟ اس پر میرا بھی great concern رہا ہے۔ مختلف میٹنگوں میں، میں بھی شامل رہا ہوں ایک بات سامنے آئی ہے کہ حکومت نے چیف منسٹر کی ہدایت پر اور چیف سیکرٹری کی دن رات میٹنگوں کے باوجود بھی اس میں محکمہ زراعت، محکمہ ریونیو کے کچھ لوگ، پولیس کے لوگ، ان کی انتھک کوششوں سے اس مسئلے پر کچھ قابو تو پایا ہے black marketing کو ختم کرنے کی کوشش تو کی ہے۔ایک بات جو سامنے آئی ہے وہ یہ کہ اس کی supply short ہے۔اس short supply کی وجوہات، میں آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں مہربانی کریں اگر وقت کم بھی پڑے تو آپ زیادہ دے دیں۔ یہ ایک اہم موضوع ہے اور میں وضاحت نہیں کر پاؤں گا ایوان کو پتا بھی نہیں چلے گا کہ کھاد کی کمی کی وجوہات کیا ہیں؟ ایک وجہ تو یہ ہے کہ ہم نے پبلک سیکٹر کو ختم کر کے سارا کچھ پرائیویٹ سیکٹر کے ہاتھ میں دے دیا اور monopolist لوگ اس سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ ہمارے ہاں ملکی کارخانے جو کھاد بناتے ہیں وہ گورنمنٹ کی ہدایت کے مطابق اطلاع ہی نہیں دیتے۔ جب ٹرک ڈیلر کے پاس آجاتا ہے تو اس وقت مقامی انتظامیہ کو پتا چلتا ہے حالانکہ ان کو یہ ہدایت ہوتی ہے کہ وہ جس ڈیلر کو کھاد بھیجیں اس کی invoice زرعی انتظامیہ کو بھی بھیجیں۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ مقامی کھاد پیدا کرنے والے کارخانے میں ٹیکس وصول کرنے والے بھی بیٹھے ہوئے ہیں جو ٹرک باہر نکالتے ہیں وہی اندراج ہوتا ہے جو مک مکا کر کے ٹیکس بھی بچاتے ہیں اور وہ کھاد بلیک میں جاتی ہے وہ کہیں درج نہیں ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ جو لوگ کھاد import کرتے ہیں، اب میں یہ سوال اٹھاتا ہوں کہ وہ وقت پر import کیوں نہیں ہوتی ہے؟ یہ vision نہیں ہے افسروں میں visions ہے اور نہ ہمارے حکمرانوں میں vision ہے، یہ visionless لوگ ہیں۔ یہ پہلے سے پتا چلے کہ کھاد کی کتنی ضرورت ہے اور کب ضرورت ہے۔

(اس مرحلہ پر معزز ممبران حزب اختلاف نے ڈیسک بجائے)

بھئی! آپ کے دور میں بھی یہی ہوتا رہا ہے۔ کھاد وقت پر کیوں import نہیں کی جاتی ہے جب import بھی کی جاتی ہے تو گوادر میں پھنسادی جاتی ہے۔ وہ برسات میں بھی ضائع ہوئی، وہاں دو سو کلو میٹر سڑک بھی نہیں بنی اور وہاں ٹرالے لینے کے لئے نہیں جاتے۔ کھاد جب منگواہی لی، دیر سے منگوائی تو گوادر میں کیوں جا کر پھنسادی اس کی وجہ یہی ہے کہ یہ میاں محمد شہباز شریف اور کاشتکاروں کے خلاف سازش ہے تاکہ یہ کھاد وقت پر نہ آئے اور اسی طرح سے ان کا استحصال ہوتا رہے۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں یہ سازش کسی حکومت کے خلاف تو نہیں ہے لیکن بعد میں آپ نے جو کاشتکاروں کے خلاف سازش والی بات کی ہے وہ ہو سکتا ہے۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ غذائی خود کفالت نہیں ہونے دینا چاہتے ہیں، قحط ہی رہنے دینا چاہتے ہیں اور پردہ نشینوں کو فائدہ دینا چاہتے ہیں۔ میں بہت ہی اہم نکتہ آپ کے سامنے پیش کرنے والا ہوں وہ ملٹی نیشنل کمپنیاں ہیں جو باہر سے کھاد import کرتی ہیں انہیں کھاد import کرنے کا لائسنس کیوں دیا جاتا ہے انہیں کہا جائے کہ یہیں پر کھاد پیدا کرو۔ وہی کمپنیاں پاکستان میں کھاد import کرتی ہیں اور ہندوستان کے اندر وہی کمپنیاں کھاد پیدا کرتی ہیں۔ وہاں کی حکومت انہیں پابند کرتی ہے کہ یہیں کھاد پیدا کرو۔ کھاد کے raw material، انسانی ادویات کے raw material، زرعی سپرے اور حیوانات کی inputs کی قیمتیں کتنی کم ہیں لیکن یہ کمپنیاں یہاں import کرتی ہیں اور اس کا ریٹ بڑا مہنگا ہے۔ وفاقی حکومت ان کو کیوں لائسنس جاری کرتی ہے، تجدید کیوں کرتی ہے؟ اس میں کمیشن مافیا ملوث ہے۔

جناب سپیکر: آپ کا ٹائم ختم ہوا۔ جی، میاں محمد شفیع صاحب!

میاں شفیع محمد: جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے زراعت کی بحث پر بات کرنے کا موقع دیا۔ میں خود اس پیشے سے وابستہ ہوں جس طرح وزیر زراعت صاحب نے points discuss کئے اسی ترتیب سے میں اپنی گزارشات آپ کے توسط سے پیش کرتا ہوں۔ انہوں نے فرمایا کہ Agriculture Universities دو ہیں تو میں ان سے عرض کروں گا کہ میری معلومات کے مطابق فیصل آباد اور صادق آباد کے درمیان کوئی 600 کلو میٹر کا فاصلہ ہے تو kindly

اس فاصلے کو کم کرتے ہوئے اگر یہ South Punjab میں بھی کوئی یونیورسٹی بنوادیں تو اس سے بہت فائدہ ہوگا۔

جناب سپیکر: آپ اتنی دور کیوں لے کر جارہے ہیں اگر لیہ میں بن جائے تو آپ کا کیا خیال ہے؟

میاں شفیع محمد: چلیں، لیہ بھی South Punjab میں آتا ہے وہیں بنادیں ہم اس کو بھی قبول کر لیں گے۔ اس سے آگے انہوں نے فرمایا کہ پنجاب ایگریکلچر مارکیٹنگ کمپنی کے مختلف ائیرپورٹس پر cold storage بنارہے ہیں۔ میں آپ کے توسط سے اس ہاؤس کو بتانا چاہتا ہوں کہ فیوڈلز کے آم، سٹرس اور سبزیاں باہر بھیجنے کے علاوہ چھوٹے کاشتکار کو ان cold storages کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا تو میری یہ گزارش ہوگی کہ اس P.A.M.C.O کو rehabilitate کیا جائے اور یہ چھوٹے کاشتکار کے حق میں بھی کچھ سوچ لیں۔

جناب سپیکر! میں نے اخبار میں پڑھا ہے کہ لاہور میں Consumer Courts بن رہی ہیں تو اگر لاہور میں Consumer Courts بن سکتی ہیں تو ہمارے لئے کوئی Farmer Courts بھی بنائے جائیں تاکہ ہماری فصل میں جو ناجائز کٹوتی ہوتی ہے اس کی ہمیں پوری قیمت نہیں ملتی تو اس کے لئے کوئی ایسی عدالت ہو جس کا ہم دروازہ کھٹکھٹا سکیں۔

جناب سپیکر! انہوں نے فرمایا کہ یہ سیڈ کے حوالے سے مختلف ممالک سے M.O.U sign کر رہے ہیں جس میں انہوں نے B.T cotton کا بھی ذکر کیا۔ میں پندرہ / بیس سال پہلے B.T cotton کی one to one قسم امریکہ سے لایا تھا آپ یقین کریں کہ اس سے پہلے ہمارے لوکل سیڈز 40 من سے اوپر پیداوار دیتے تھے جبکہ B.T one to one آنے کے بعد ہم 20 من سے اوپر نہیں بڑھ رہے تو آپ کے توسط سے ان سے گزارش ہے کہ انہیں کوئی ایسا گورا نہ پھنسا لے جو انہیں ایسا بیج دے دے جس سے production کم ہو جائے۔

جناب سپیکر: آپ ان کو دوبارہ delta fine پر لے جانا چاہتے ہیں؟

میاں شفیع محمد: میں ان سے عرض کرتا ہوں کہ کچھ local researchers پر بھی بھروسا کریں، گوروں کی ریسرچ پر کم بھروسا کریں شاید وہ ہماری بھلائی نہ کر سکیں۔ اس کے علاوہ انہوں نے گرین

ٹریکٹروں کا فرمایا، اس پر انہوں نے 15 ہزار روپے رعایت بھی دی ہے یہ ان کا appreciable کام ہے مگر D.D.O.(R's) نے جو گرین ٹریکٹروں کے لئے درخواستیں لی تھیں ان پر 300 روپے چارج کئے تھے اور جن لوگوں کی درخواستیں پاس نہیں ہوئیں ان کے وہ پیسے ابھی تک D.D.O(R's) کے پاس pending ہیں تو اگر یہ واپس دلوادیں اور کل سے ہی شروع کروادیں تو چلو اس سے انہیں کوئی آدھی بوری یوریا کی مل جائے گی۔

جناب سپیکر! انہوں نے شوگر ملز کی payment کی بات کی ہے میں برملا کہتا ہوں کہ ہمارے ضلع میں پانچ شوگر ملیں ہیں، واقعی کسی شوگر ملز کی payment pending نہیں ہے لیکن ہمارے گنے میں سے شوگر سیس کٹتا ہے، وہ سارا پیسا یہاں لاہور کین کمشنر کے پاس شفٹ ہوتا ہے اور پھر وہاں سے ہماری سڑکوں پر جاکر خرچ ہوتا ہے۔ Logistic problem کی وجہ سے ہماری سڑکیں برباد ہو جاتی ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: منسٹر صاحب! یہ نوٹ کریں جس ضلع کا پیسا ہے وہ اسی ضلع میں ہی لگنا چاہئے۔

میاں شفیع محمد: جناب سپیکر! اسی ضلع میں اور اسی شوگر ملز کے علاقے میں لگنا چاہئے اور اس کی disbursement fast ہونی چاہئے کیونکہ دو سال سے یہ پیسا pending پڑا ہے، میری یہ گزارش ہو گی کہ یہ پیسا جلد از جلد بھیجا جائے۔

جناب سپیکر! انہوں نے فرمایا ہے کہ pedi purchase پندرہ سو روپے کے ریٹ پر ہوئی ہے آپ بھی زمیندار ہیں، میں بھی زمیندار ہوں میں نے تو 12 روپے میں بیچی ہے اور تین ماہ بعد پیسے لئے ہیں تو اگر آئندہ یہ اس طرح کے figures quote کریں تو میں ان کا مشکور رہوں گا۔

جناب سپیکر! water courses کے حوالے سے انہوں نے فرمایا ہے اس میں یوریا پر تو ban ہے ہی ہے، انہوں نے water courses کی renovation and extension کے اوپر ban لگایا ہوا ہے، اگر یہ مہربانی فرمائیں اور وہ ban کھول دیں کیونکہ بیس سال پہلے ایک water course بنا تھا اس کی حالت کچے کھال سے بھی بری ہے اس لئے اگر اس کی renovation کی اجازت دے دیں تو اس سے ہمارے کسان کی بہتری ہو جائے گی۔

جناب سپیکر! انھوں نے سبسڈی پر ٹریکٹر دیئے ہیں۔ اگر یہ laser leveller scheme بھی سبسڈی پر شروع کر دیں تو اس سے بھی ہمارے کسان کو بہت فائدہ ہوگا۔ اسی طرح انھوں نے جو laser leveller provide کئے تھے وہ بہت پرانے ہو چکے ہیں ان کی renovation water management کر دیں تو اس سے بھی ہمارے کسان کو بہت فائدہ ہوگا۔

جناب سپیکر! جب ہم یوریا پر آتے ہیں تو ہم تمام ممبران آپ کے مشکور ہیں اور خاص طور پر حکومتی ارکان زیادہ مشکور ہوں گے۔ اگر آپ اس وقت اجلاس نہ بلاتے تو ہمارے کپڑے بھی سلامت نہ ہوتے۔ ہمارے حلقوں میں یوریا کی بہت بری حالت ہے۔ وزیر زراعت نے ایک figure quote فرمائی ہے کہ انھوں نے ضلع رحیم یار خان میں 106.57 فیصد supply دے دی ہے۔ اگر 106 فیصد supply دے دی گئی ہے تو پھر لوگ سڑکوں پر کیوں آئے ہوئے ہیں؟

جناب سپیکر! میرے پاس دو رپورٹیں ہیں۔ انھوں نے ایک رپورٹ کمیٹی کی میٹنگ میں بھی دی تھی اور ایک محکمہ زراعت کی رپورٹ بھی ہے اس میں بار بار انھوں نے advise کیا ہے کہ یوریا ڈیلر کو دے دی جائے۔ جناب! آپ بھی زمیندار ہیں۔ آپ ہی مجھے بتائیں کہ اگر یوریا ساہوکار کے حوالے کر دی جائے تو وہ ہمارا کیا بھلا کرے گا؟

جناب سپیکر: پنجابی کی مثال ہے کہ خربوزوں کا راکھا۔۔۔ آگے میں بات نہیں کرتا۔

میاں شفیع محمد: جناب سپیکر! بڑی مہربانی کہ آپ نے میرے point کو valid کیا اور تقویت دی۔ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ tracking system کے متعلق انھوں نے فرمایا ہے تو اس کی عملداری کہاں پر ہو رہی ہے؟ میں پچھلے دنوں ایک انگریزی اخبار میں دیکھ رہا تھا کہ لاہور کی ایک آٹے کی مل کی تصویر تھی، وہ تصویر سیٹلائٹ سے بنائی گئی تھی کہ آٹا track کرنے کے لئے سیٹلائٹ کو use کیا جا رہا ہے۔ ہماری دوسری فصل یوریا کی وجہ سے خراب ہو رہی ہے۔ پہلے خریف خراب ہو گئی اور اب ربیع میں بھی یہی مسئلہ کھڑا ہو گیا ہے۔ اس کے لئے سیٹلائٹ کیوں use نہیں ہو رہے اور tracker کیوں use نہیں ہو رہے؟

جناب سپیکر! میرے ایک معزز رکن نے بھی یہاں فرمایا ہے اور سارے کے سارے points کو سنٹرل گورنمنٹ پر ڈال دیا ہے۔اس کے علاوہ بار بار ڈیلر کو protect کیا گیا ہے کہ ان پر پرچے دیئے گئے ہیں اس لئے یوریا کی کمی ہوئی ہے۔اگر پرچے نہ دیئے جاتے تو جو یوریا مل رہی ہے یہ بھی نہ ملتی۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے زراعت پر بات کرنے کا موقع عنایت فرمایا۔

جناب سپیکر: بہت مہربانی۔آپ کا شکریہ

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: No please آپ اپنی بات کر چکے ہیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! یہ پنجاب کے کاشتکار کے متعلق ہے۔

جناب سپیکر: آپ اپنی بات کر چکے ہیں۔ میں آپ کی بات نہیں سنوں گا۔آپ اپنی تجاویز لکھ کر دے دیں۔اگر وقت بچے گا تو آپ کو ضرور موقع دیں گے۔جی، محمد اعجاز شفیع صاحب!

جناب محمد اعجاز شفیع: شکریہ۔جناب سپیکر! میں آج کے اسی current issue سے شروع کروں گا کیونکہ یہ پہلے بھی repeat ہوا ہے۔اس وقت حسن مرتضیٰ صاحب چلے گئے ہیں۔ Current issue میں causes of shortage of fertilizer میں نمبر 2 میں change of port نمبر 3 میں two stage carriage نمبر 4 میں پنجاب کا quota less ہے، نمبر 8 میں ہے کہ 13-2-2009 کو monitoring committees بنا دی گئی تھیں اور نمبر 11 میں over harassment ہے۔

جناب سپیکر! ماشاءاللہ آپ خود زمیندار ہیں اس لئے آپ بھی جانتے ہیں کہ غریب کاشتکار سردیوں میں ٹھٹھر کر اور گرمیوں کی تپتی دھوپ میں مشقت کر کے ہمارے لئے کھانے کی چیزیں فراہم کرتا ہے۔اس ملک کی معیشت کا سب سے بڑے ذمہ دار شخص کے ساتھ آپ بندر بانٹ والی باتیں کر کے آپ عوام کو کیا پیغام دینا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر!آگے جا کر measures بتائے گئے ہیں۔انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ یہاں پر آپ بھی اور بہت سے ممبران زمیندار ہیں لیکن آج تک زمیندار کی اس طرح تذلیل نہیں ہوئی جس طرح (f) میں لکھا ہوا کہ

(f) 70 percent of total urea fertilizer may be provided to small farmers up to 10 bags per farmer while remaining 30 percent of the fertilizer may be provided to large land holders either on ratio of one bag per acre or his requirement may be determined on the basis of his "fard Malkiat".

جناب سپیکر!اس سے یہ کاشتکار کی اور کیا تذلیل کرانا چاہتے ہیں جو کہ سارا دن اور ساری رات محنت کر کے پورے پنجاب اور پورے پاکستان کو feed کر رہا ہے، پوری economy کو feed کر رہا ہے اس کے ساتھ آپ اتنا تذلیل آمیز سلوک کرنا چاہتے ہیں۔کیا یہ ہماری پالیسی ہے؟ میں ایک ایک point پر آ کر اس کو discuss کروں گا کہ یہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔

بیوروکریسی کے اس جھوٹ کے پلندے کو
میں نہیں جانتا میں نہیں مانتا

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، میاں صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! کھاد کی درآمد کا معاملہ وفاقی حکومت کے اختیار میں ہے۔وفاقی حکومت نے درآمد کرنی ہے اور اس کی تقسیم مقامی طور پر ہونی ہے۔جب اس کی سپلائی نہیں ہو گی تو پھر تقسیم کہاں سے ہو گی؟

جناب سپیکر: آپ کیا بات کر رہے ہیں؟ وہ سب کچھ خود جانتے ہیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! میں نے یہی کہا ہے کہ یہ جھوٹ کا پلندہ ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ ہم نے 93 فیصد سپلائی کر دی ہے۔ میرے رحیم یار خان میں بھی 106 فیصد بتایا گیا ہے۔ میں یہاں حلفاً کہتا ہوں کہ آج بھی میرے ضلع رحیم یار خان میں خانپور کے لوگ کھاد کو ترس رہے ہیں۔ میں پھر وہی بات کروں گا کہ:

بیوروکریسی کے اس جھوٹ کے پلندے کو
میں نہیں جانتا میں نہیں مانتا

جناب سپیکر! ابھی میرے بزرگوں نے بات کی تھی کہ یہ مافیا ہے۔ اس مافیا نے زمیندار کا وہ حشر کیا ہے، میں آپ کو record کی بات بتاؤں گا۔ اس حکومت کا یہ پہلا ہی سال ہے۔ ابھی کوئی صدیاں نہیں گزریں۔ وزیر صاحب یہاں بیٹھے ہیں، محکمہ زراعت کے افسران بیٹھے ہیں اور ہمارے کاشتکار دوست بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ یہ ہمیں پوری دیانت داری کے ساتھ بتائیں کہ پچھلے سال یوریا کی بوری کی قیمت 600 روپے تھی، D.A.P کی قیمت 1200 روپے تھی، ڈیزل کی قیمت 37 روپے تھی اور کاشتکار کو cotton کا 1800 average rate روپے ملا تھا۔ اس سال rice کا average rate 2000 روپے ملا تھا تو یہ عوامی حکومت کا پہلا سال ہے اور اس حکومت کا پہلا سال ہے جس کے بہت بلند بانگ دعوے تھے۔ اس کے اندر کاشتکار کو یوریا کی بوری 900 روپے کی مل رہی ہے، ڈی اے پی 3200 روپے کی مل رہی ہے اور ڈیزل 57 روپے فی لٹر مل رہا ہے۔ اس کے برعکس cotton کا average rate 1400 روپے ہے اور منجی کا rate 900 روپے ملا ہے۔ یہ انتہائی شرمناک بات ہے۔ اگر وزیر صاحب اس سے differ کریں گے تو میں یہاں ان کو proof سے بتاؤں گا۔ آپ دیکھیں کہ ایک طرف قیمتیں آسمان کو چلی گئی ہیں اور دوسری طرف کاشتکار کو کیا ملتا ہے۔ آپ کیا message دینا چاہتے ہیں؟ آپ کس طرح روٹی کو سستا کر دیں گے، کس طرح دوسری چیزوں کو نیچے لے آئیں گے، کس طرح اس معاشرے کی حالت بدل دیں گے اور کس طرح پنجاب کی حالت بدلیں گے؟ آپ جس پر base کر رہے ہیں اس کا تو ستیاناس ہو رہا ہے اور آپ اس معاشرے کی حالت بدلنے کی بات کر رہے ہیں۔ میں پھر اسی جھوٹ کے پلندے پر آ کر بات کروں گا۔

جناب سپیکر: آپ کا ایک منٹ رہ گیا ہے۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! آپ بار بار کیوں پوائنٹ آف آرڈر کرتے ہیں۔ .please sit down It's not good

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! آپ اس کو دیکھ لیں کہ یہی commitment ہے کہ 2005 میں اس کا بجٹ 28 ملین تھا اور 23 ملین خرچ ہو گیا تھا۔ موجودہ گورنمنٹ نے صرف ایک بجٹ پیش کیا ہے۔ 2008 میں اس کا بجٹ 24 ملین ہے یعنی اس کو increase کرنا چاہئے تھا اور اب یہ کہاں سے کہاں آ رہا ہے؟ یہ محکمہ صرف اس لئے بنایا گیا تھا کہ اس میں کاشتکار کو relief دیا جائے اور اسے اس کی product کی مناسب قیمت ملے۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ آپ کا ٹائم over ہو گیا ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! صرف دو باتیں کر کے میں ختم کرتا ہوں۔ ایک بات یہ ہے کہ خان پور میں ایگریکلچر ریسرچ انسٹیٹیوٹ جو سالہا سال سے کام کر رہا ہے جس نے بہت ساری new varieties دی ہیں مجھے انتہائی دکھ کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ اس کی 100 ایکڑ اراضی پر دانش سکول بنایا جا رہا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ سکول بنانا بہت اچھی بات ہے لیکن زراعت کا ڈیڑھ سو ایکڑ رقبے کا ستیاناس نہ کریں۔ ایگریکلچر انسٹی ٹیوٹ کو ریسرچ کے لئے رکھا گیا ہے جس پر ریسرچ ہو رہی ہے۔ اگر ہم اس پر سکول بنائیں گے تو ہم ایگریکلچر ریسرچ کہاں کروائیں گے؟ ایجوکیشن کا ہونا بہت ضروری ہے لیکن اس کو کسی اور جگہ پر بنائیں۔

جناب سپیکر: پلیز، تشریف رکھیں۔ آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! منسٹر صاحب نے کہا کہ 17 کروڑ روپے سیم کے لئے رکھے گئے ہیں۔ میں پوری ذمہ داری سے کہہ رہا ہوں کہ میرا علاقہ خان پور جو بنیادی طور پر agriculture area ہے وہ سیم سے تباہ و برباد ہو رہا ہے۔ میں نے چیف سیکرٹری صاحب سے التجا کی کہ خدارا! اس علاقے کو بچائیں، وہ سیم سے تباہ ہو جائے گا کیونکہ وہ cotton area ہے۔۔۔

جناب سپیکر:تشریف رکھیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع:جناب سپیکر!اسے نوٹ کر لیا جائے۔

جناب سپیکر:انہوں نے نوٹ کر لیا ہے۔جی،ڈیہر صاحب!

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر!آپ کا شکریہ کہ آپ نے مجھے ٹائم دیا۔ سب سے پہلے میں پورے ہاؤس اور ہاؤس میں بیٹھے ہوئے تمام ممبران کو ایک دعوت فکر دینا چاہتا ہوں کہ پاکستان کی تاریخ میں ایک موقع ایسا بھی آیا ہے کہ جس وقت ہماری بقاء کا مسئلہ تھا اور انڈیا کے ساتھ جنگ کا معاملہ چلا تھا تو اس وقت تمام جماعتیں اپوزیشن اور گورنمنٹ اکٹھی ہو گئی تھیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ جس طرح وہ معاملہ تھا اس کے بعد اگر کوئی اہمیت کا معاملہ ہے تو وہ زراعت ہے کیونکہ یہ واحد چیز ہے جس سے ہم اپنے ملک کو ترقی کے اس راستے پر لے جا سکتے ہیں جہاں ہم پوری دنیا سے لڑ سکتے ہیں اس کے لئے میری دعوت فکر یہ ہے کہ اپوزیشن ہو یا حکومتی جماعت ہو ایک دوسرے پر blame game کرنے کی بجائے ہمیں تجاویز دینی چاہئیں۔اپوزیشن کی طرف سے جتنی بھی تقریریں ہوئی ہیں صرف اور صرف blame لگائے گئے ہیں، کوئی ایک تجویز نہیں دی گئی۔ کیا یہ صرف چاہتے ہیں کہ مخالفت کرتے رہیں۔ کوئی تجویز دیں کہ فلاں غلط ہوا ہے تو اس کا حل کیا ہے؟ لیکن حل نہیں بتایا جاتا۔ میں کوشش کروں گا کہ اپنے ٹائم میں ہی بات ختم کر لوں۔

جناب سپیکر!سب سے پہلے میں planning and policy کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری زراعت بلکہ بہت سارے شعبے ایسے ہیں جس میں اس دور سے پہلے تک planning اور پالیسی کا فقدان تھا۔ایک منٹ میں جیسے کہتے ہیں کہ "ڈنگ ٹپاؤ" فیصلے کئے جاتے تھے جس کا پھل ہم آج کھا رہے ہیں۔ابھی ہمیں ایک سال ہونے کو آیا ہے اور ان کے طعنے شروع ہو گئے ہیں۔ یہ اگر ہمیں تھوڑا سا ٹائم دیں گے تو انشاء اللہ ہم انہیں پہلے سے بہت بہتر کر کے دکھائیں گے۔ ہمیں سب سے پہلے یہ اصلاح کرنی ہے کہ ہم وفاق، پنجاب، اپوزیشن یا کوئی بھی ہیں ہم آپس میں متحد ہو کر پالیسیاں بنائیں اور ان 85 فیصد کاشتکار طبقے کو جس کا تعلق غریب لوگوں سے ہے، سہولتیں پہنچائیں۔ میں یہاں وزیر زراعت اور سیکرٹری زراعت کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں جنہوں نے اس book کو تیار

کیا ہے اور اس میں ایک دو مسئلے ضرور ہوں گے جو اپوزیشن والے کہہ رہے ہیں لیکن میں سمجھتا ہوں کہ 80 فیصد اس bookمیں وہ باتیں ہیں جو آج تک ان کی 12 سال کی حکومت میں کبھی سامنے نہیں آئیں۔ اس دفعہ سات ارب روپیہ جو کاشتکار کو دیا جا رہا ہے اس کے لئے ہم پنجاب حکومت کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ میں اپنی جو reservations دوں گا اس کے متعلق چاہتا ہوں کہ ان کو positively take up کرتے ہوئے ان کا حل نکالا جائے۔ سب سے پہلے میں کہنا چاہتا ہوں کہ 85 فیصد وہ لوگ ہیں جن کا ساڑھے بارہ ایکڑ سے کم رقبہ ہے۔ میں ان کے مسائل کا معمولی سا ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ وہ کھاد سٹور نہیں کر سکتے، اپنے بچوں کو اچھے سکولوں میں پڑھا نہیں سکتے، ان کی اکثریت اَن پڑھ ہے، pesticides اصلی نہیں ملتیں، جھوٹے پرچے ان پر ہوتے ہیں، شہر میں اناج لاتے وقت ان کی ٹرالیوں کا چالان کر دیا جاتا ہے، مہنگا پانی ملتا ہے کیونکہ ان کے پاس ٹیوب ویل نہیں ہیں یعنی سب سے زیادہ مشکلات کا سامنا ان کو کرنا پڑتا ہے۔ اس bookمیں جو لکھا ہوا ہے شاید یہ دیکھنے سے قاصر رہے ہیں۔ جو 16 ٹیوب ویلوں کا منصوبہ حکومت لا رہی ہے پاکستان کی تاریخ میں آج تک اس کا ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ اگر 16 ٹیوب ویل لے کر آ جاتے ہیں تو انشاء اللہ میں سمجھتا ہوں کہ 80 فیصد ہمارے مسئلے حل ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح جو کاشتکار اپنا اناج شہر لے آتے ہیں وہ بے چارے چھ مہینے میں ایک دفعہ اپنا اناج ٹریکٹر ٹرالی پر لے آتے ہیں اور ٹریفک پولیس والے انہیں چالان کر کے کھڑا کر دیتے ہیں جس کے لئے انہیں بہت نقصان اٹھانا پڑتا ہے میں چاہتا ہوں کہ اس پر بھی کوئی اقدامات کئے جائیں۔ اس کے علاوہ vaccination کے لئے بہت اچھی سکیم لائی گئی ہے لیکن میری اطلاع کے مطابق 80 فیصد غریب لوگ اس سے صحیح طرح استفادہ حاصل نہیں کر سکے اس کے لئے بھی ہمیں دیکھنا پڑے گا۔ اس کے علاوہ soil testing کے لئے گورنمنٹ کو چاہئے کہ وہ ہر علاقے کی خود soil test کروائے، کاشتکار کو معلومات دے اور ان سے پوچھے کہ آپ کی زمین کی کیا requirements ہیں؟ اس کے علاوہ ہمارے چھوٹے کاشتکار کو پٹواری کے مسائل پیش آتے ہیں۔ انڈیا میں جب رجسٹری کی جاتی ہے تو وہاں پر یہ قانون ہے کہ 15 دن میں اگر پٹواری زمین انتقال نہیں کرتا تو اس کے خلاف کارروائی کی جاتی ہے۔ یہاں تو سالہا سال انتقال نہیں کئے جاتے۔ اسی طرح پٹواری سے بھی ان کو محفوظ کیا جائے۔ میں بنیادی بات ہمارے planners کے حوالے سے یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ابھی جو فنڈز دیئے

گئے ہیں اس میں implementation سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اس کی implementation ایسے ہونی چاہئے کہ آپ کا 85فیصد کاشتکار جو بارہ ایکڑ سے کم ہے اس کو اس کا فائدہ ملے۔ اس کی implementation کے لئے میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ mastermind لوگوں کی ایک ٹیم بنائی جائے، اس میں ہمارے کاشتکار ایم پی ایز بھائی بٹھائیں، سیکرٹری صاحبان یا ایجوکیشن سے متعلقہ جو اچھی ٹیم ہے ان کو بھی بٹھائیں اور فیصلہ کریں کہ یہ 7۔ارب روپیہ اس غریب تک کیسے پہنچ سکتا ہے کیونکہ ہمارے معاشرے میں بہت زیادہ خامیاں ہیں۔ میں کھاد کی بات کرنا چاہوں گا کہ جب میں نے خود اپنے علاقے میں سات جگہ پر کھاد کے سات ٹرک تقسیم کرائے تو ہم انہیں دس دس بوری سے زیادہ نہیں دے رہے تھے۔ اگر دس دس بوری 70فیصد کاشتکاروں کو دیں تو میں سمجھتا ہوں کہ ان کے مسئلے حل ہوتے ہیں لیکن وہاں یہ ہوا کہ دکانداروں نے اپنے بندے چھوڑے ہوئے تھے اور انہوں نے کھاد لے کر اپنی دکانوں پر رکھ لی۔ میری یہ تجویز ہے کہ اگلی دفعہ جب ایسا کوئی بحران ہو تو ایک سال پہلے اس کی planning کر دی جائے۔ گندم، مونجی یا گنا ہے تو اس کی ایک سال پہلے planning کر لیں۔ میں آخری بات کر کے ختم کروں گا کہ کھاد کو اگر blackmailer سے بچانا ہے تو جس کے پاس pass book ہے صرف اسی کو دی جائے کیونکہ pass book صرف زمیندار کے پاس ہے۔ آپ pass book والے کی زمین دیکھیں اور اس حساب سے انہیں کھاد دے دیں۔

جناب سپیکر: اس میں ایسے بھی لوگ ہوتے ہیں جنہوں نے کاشت کی ہوتی ہے لیکن ان کی اپنی ذاتی زمین نہیں ہوتی، جو زمین مزارع کاشت کرتے ہیں پھر ان کو تو کھاد مل ہی نہیں سکتی۔

جناب احمد حسین ڈیہر: جناب سپیکر! مزارع تو کوئی بھی ہو سکتا ہے۔ pass book والا مالک کھاد لے لے اور آگے مزارع کو دے دے، اس طرح بھی ان کو authority دی جا سکتی ہے لیکن pass book پر جب آپ کھاد دیں گے تو اصل لوگوں کو ملے گی blackmailer کو نہیں ملے گی۔ بہت شکریہ

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: جی، منڈا صاحب! آپ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ آپ کا نام تو اس میں کہیں نظر نہیں آ رہا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔

جناب سپیکر: پوائنٹ آف آرڈر پر آپ آ گئے ہیں لیکن تقریر نہیں کرنی۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): صرف ایک دو تجاویز دوں گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! باری کے حساب سے آئیں۔

جناب سپیکر: منڈا صاحب! آپ کو اپنی باری کا انتظار کرنا پڑے گا۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! صرف دو تجاویز ہیں۔

جناب سپیکر: آپ ایسا کریں کہ اپنی دو تجویزیں لکھ کر دے دیں یا اپنے نام پر انتظار کریں۔ جی، محمد محسن خان لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ اصول کے ساتھ باری کے حساب سے چلتے ہوئے آئے ہیں۔

جناب سپیکر: اگر آپ مہربانی فرمائیں تو وہ ایک بات کرنا چاہتے ہیں اسے سن لیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن مجھے پتا ہے کہ ان کی ایک بات نہیں ہوگی کیونکہ منڈا صاحب کو بولنے کا بہت شوق ہے۔

جناب سپیکر: میں ان کا شوق پورا نہیں ہونے دوں گا۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! ایک بار پھر ہمیں بھی موقع دیا جائے۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا ٹائم ختم ہو رہا ہے لہذا ایک گھنٹہ ٹائم مزید بڑھایا جاتا ہے۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں صرف ایک منٹ میں conclude کر دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں صرف ایک منٹ میں مختصراً اپنے اپوزیشن کے ساتھیوں کو یہ گزارش کروں گا۔۔۔

جناب سپیکر: آپ یہ تمہید چھوڑ دیں بلکہ relevant بات کریں۔

چودھری علی اصغر منڈا (ایڈووکیٹ): جناب سپیکر! میں یہ تو لازمی کہنا چاہوں گا کہ یہ اسمبلی کا floor ہے کوئی تھیٹر والی جگہ نہیں ہے کہ یہاں پر پٹاری سے چیزیں نکال نکال کر بندہ کرتب دکھانے شروع کر دے۔ یہ پتا نہیں کہاں سے لے کر آ گئے؟ مجھے سمجھ نہیں آئی اور میری ایک proposal ہے کہ ہر شخص جو چیز پیدا کرتا ہے وہ اپنی پیداوار کی قیمت بھی مقرر کر لیتا ہے لیکن فقط زمیندار ایسا شخص ہے جو اپنی پیداوار کی قیمت نہیں بنا سکتا، اپنی پیداوار کی قیمت مقرر نہیں کر سکتا اس لئے میری آپ کے توسط سے محکمہ زراعت کو التجا ہے کہ اس پر ایک agro marketing authority قائم کر دی جائے جو زمیندار کی پیداوار کی قیمت مقرر کر دے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کھاد کی اس وقت کمی ہے تو سابق حکومت نے جو بارہ، تیرہ فیکٹریاں اپنے چہیتوں کو سستے داموں اور کوڑیوں کے بھاؤ فروخت کر دیں اگر وہ واپس لے لی جائیں تو کھاد کا بحران ختم ہو سکتا ہے۔

جناب محمد اعجاز شفیع: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں۔

جناب محمد اعجاز شفیع: جناب سپیکر! یہ سارا وفاقی حکومت اور صوبائی حکومت کے درمیان [*******] کیا دھرا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: یہ الفاظ کارروائی سے حذف کئے جاتے ہیں۔

جناب سپیکر: اجلاس کا وقت مزید ایک گھنٹہ بڑھایا جاتا ہے۔

---

* بحکم جناب سپیکر الفاظ کارروائی سے حذف کئے گئے۔

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی، فرمائیں!

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: جناب سپیکر! پریس گیلری میں بیٹھے ہوئے صحافی بھائی اٹھ کر چلے گئے ہیں۔

جناب سپیکر: پریس والوں کو کیا ہوا ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: میرا خیال ہے کہ رات کافی ہو گئی ہے اور انہوں نے گھر جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔

جناب سپیکر: آپ میں سے کسی کے نوٹس میں ہے یہ بات کہ وہ کیوں گئے ہیں؟

جناب محمد محسن خان لغاری: شاید وہ اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ یہاں پر کوئی constructive بات تو ہوتی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: اب interruption نہیں ہو گی اور ٹائم ضائع نہ کریں۔ اگر لغاری صاحب آپ track سے ہٹ کر بات کریں گے تو میں سنوں گا نہیں۔ جی، لغاری صاحب!

جناب محمد محسن خان لغاری: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ۔ جناب سپیکر! ہماری زراعت کا main بندہ کسان ہے اور وہ سب سے مظلوم ہے جو کہ آڑھتی اور ساہوکار کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کے ڈپٹی اپوزیشن لیڈر صاحب کہاں گئے ہیں؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! وہ ابھی آ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: انہیں اب جانے کی کوئی جلدی ہو گئی ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: نہیں جناب! وہ نیچے تک گئے ہیں اور ابھی آ رہے ہیں لیکن وزراء بھی تو یہاں پر نہیں بیٹھے۔

جناب سپیکر: متعلقہ منسٹر صاحب بیٹھے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! وہ اس لئے پھنسے ہوئے ہیں کہ ان کے محکمہ سے متعلق آج بحث ہے اور by choice نہیں بیٹھے ہوئے۔

جناب سپیکر: لغاری صاحب! آپ اپنی بات کریں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! میری گزارش یہ ہے کہ ہمارا کسان سب سے مظلوم آدمی ہے اور وہ ساہوکار کے چنگل میں پھنسا ہوا ہے جسے ہم نے ساہوکار کے چنگل سے آزاد کروانا ہے۔ وہ کھاد، بیج اور pesticide ساہوکار سے بھاری بھر کم سود پر لیتا ہے جو کہ دو سے پانچ فیصد فی مہینہ ہے اور ایک فصل کے لئے 40 سے 50 فیصد تک اسے سود دینا پڑ رہا ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ ہم اس کے لئے ایک اسلامی طریقہ اور شرعی طریقہ Salaam Bank کا جو advance forward خریدنے کا ہے۔ جب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے تو انہوں نے کہا کہ سود کی تو بندش ہو گئی ہے تو ہم جو یہودی سے سود پر قرض لے کر اپنے باغوں اور کھیتوں کو تیار کرتے تھے تو چونکہ اب سود کی بندش کا حکم آ گیا ہے تو مہربانی کر کے ہمیں اس کے advance کی اجازت دی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان کو اجازت دی کہ آپ اپنی فصل کو advance فروخت کر کے اس سے پیسے لے سکتے ہیں۔ اگر مثال کے طور پر میں سو من گندم پیدا کر سکتا ہوں تو میں دسمبر کے مہینے میں پچاس من فروخت کر دوں اور وقت پر inputs ڈال دوں اور وقت پر اس کو کھاد، pesticide اور insecticide استعمال کر کے اپنی فصل کو بڑھا لوں۔ میری یہ عرض تھی کہ جس وقت کاشتکار کو وقت پر پیسے ملیں گے تو وہ ساہوکار اور دو نمبر ڈیلر کے ہاتھ میں نہیں پھنسے گا جس سے وہ 100 روپے کی چیز 140 روپے میں خرید رہا ہے اور وہ بھی پتا نہیں کہ دو نمبر خرید رہا ہے یا ایک نمبر خرید رہا ہے۔ اگر اس کو Salaam Bank جو اسلامی طریقہ ہے، کے مطابق پیسے مل جائیں گے اور صحیح وقت پر مل جائیں گے اور پھر وہ صحیح وقت پر inputs دے گا تو یہ ایک study ہے جس کے مطابق صحیح وقت پر inputs ڈالنے کے فرق کی تفصیل ہے۔

کاٹن اس وقت 22 من فی ایکڑ پیداوار ہے اور اگر وقت پر صحیح طریقے سے inputs دی جائیں تو وہ 30 من ہو جائے گی۔ گندم کی فی ایکڑ پیداوار 28 من ہے اور اگر وقت پر inputs دے دی جائیں تو وہ 38 من تک ہو جائے گی۔ چاول کی 18 سے 28 من ہو جائے گی، مکئی کی 44 سے 60 من ہو جائے گی، گنے کی 536 سے 700 من ہو جائے گی۔ اس کا impact ہماری economy پر کیا

پڑے گا؟ صحیح ٹائم پر inputs دینے کا ہماری economy کے اوپر 290 بلین روپے کا impact پڑے گا۔ صحیح ٹائم پر inputs دینے کے لئے جب اس کے پاس ایک شرعی طریقہ ہے تو وہ کیوں سود کے چنگل میں پھنسا رہے؟ مہربانی کر کے یہ جو بھی۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کو A.D.B.P کیسا لگتا ہے؟

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! وہ سود ہے اور وہ بہت مشکل ہے۔ اس وقت ہوتا یہ ہے کہ آپ جیسے بڑے زمیندار پیسے والے لوگ تو شاید اپنی فصل اپنی farming کو خود finance کرتے ہیں لیکن جو اس سے چھوٹے والے کاشتکار زرعی ترقیاتی بنک کے پاس جاتے ہیں ان میں سے اکثریت آڑھتی کے پاس پھنس جاتی ہے جو اسے بیج اور کھاد وغیرہ سود پر دیتا ہے اور وہ سود کے چنگل میں پھنسے رہتے ہیں۔ میری التجا آپ سے یہ ہے کہ ہم Salaam Bank کے لئے ایک فنڈ قائم کریں۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اس بارے میں منسٹر صاحب کو لکھ کر بھی دیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ فروری کے مہینے کی سٹیٹ بنک کی guide lines آئی ہیں کہ Islamic financing for agriculture کو encourage کیا جائے۔ ہمارے House میں پچھلے ہفتے Islamic banking کی promotion کے لئے ایک resolution بھی پاس ہوئی ہے تو مہربانی کر کے ہم کوئی ایسا نظام لائیں اور جب ہم سود کے ساتھ جنگ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی اس میں برکت شامل ہو گی۔

جناب سپیکر! میری گزارش اور میرا خیال ہے کہ 70/75۔ارب روپے کا وفاقی حکومت کا پروگرام ہے جو ہم ہزار ہزار روپے میں دے رہے ہیں جو میرے ذاتی خیال میں اور میرے اکثر بھائیوں نے pre-budget بحث کے دوران حکومتی بنچوں سے بھی لوگوں کا یہ خیال تھا کہ ہم لوگوں کو بھکاری بنا رہے ہیں۔ اس طرح سے پیسے ضائع کرنے کی بجائے ہم ایک ایسا فنڈ قائم کر دیں جو کہ Salaam Bank کرے اور اگر حکومت نہیں کر سکتی تو ہم encourage کریں کہ ایسی commodity exchanges بنائی جائیں، بڑے بڑے storage houses بنائے جائیں، پرائیویٹ لوگوں کو اس کے اندر encourage کیا جائے، ان کو discount rates کے اوپر

interest دیئے جائیں، انہیں tax holiday دی جائے کیونکہ ابھی تو شاید اس سے کوئی ریونیو نہیں آ رہا لیکن آٹھ دس سالوں کے بعد جب یہ نظام develop ہو جائے گا تو تب تک یہ tax holiday رہے گی تو پھر انہیں income آنی شروع ہو گی۔ میری گزارش یہ ہے کہ پچھلے سال کھاد کے اوپر 64 بلین روپے کی سبسڈی دی گئی ہے جس میں ڈی اے پی کے تھیلے پر دو ہزار اور یوریا کھاد کے تھیلے پر چار سو روپے دیئے گئے لیکن وہ سبسڈی کاشتکار تک نہیں پہنچی۔ میری گزارش یہ ہے کہ جب ہمارے پاس سبسڈی کو end users تک لے جانے کے لئے mechanism کوئی نہیں ہے تو ہم سبسڈی پر رقم ضائع نہ کریں۔

جناب سپیکر! ہمارے ملک میں فاسفیٹ کی ایسی quantity نہیں ہے کہ ہم یہاں پر ڈی اے پی بنالیں لیکن ہم یہاں پر ایس ایس پی بنا سکتے ہیں، شاید اس کے اندر 14 فیصد فاسفورس ہوتی ہے اور ڈی اے پی کے اندر 46 فیصد ہوتی ہے تو اگر ایک بوری ڈی اے پی کی بجائے ہم تین بوری ایس ایس پی بنائیں جو ہم locally produce بھی کر سکتے ہیں۔ ایبٹ آباد اور آگے والے علاقے وہاں پر فاسفورس ہے، پنجاب حکومت سرحد حکومت کے ساتھ اس طرح کا کوئی معاہدہ کرے کہ ہم ان سے raw material لیں جس سے ہم اربوں کا زرمبادلہ بھی بچائیں گے۔

جناب سپیکر! مختصر سے وقت کے دوران میری یہ چھوٹی چھوٹی سی گزارشات تھیں۔ ہم نے کاشتکار کو ساہوکار کے چنگل سے نکالنا ہے، یہ میری گزارش ہے اس پر کچھ کیا جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شیر علی خان صاحب!

جناب شیر علی خان: شکریہ۔ جناب سپیکر! ہر کوئی کہتا ہے کہ زراعت معیشت کا سب سے اہم جز ہے لیکن کسان جو زراعت کا سب سے اہم جز ہے اس کو policy making میں کوئی جگہ نہیں دی جاتی۔ میں تجویز یہ کروں گا کہ policy making کی جو bodies ہیں اس میں progressive farmers کو ضرور حصہ دیں اور یہ policy air conditioned کمروں میں بیٹھے ہوئے بابو نہ بنائیں بلکہ زمیندار بھی اس میں اپنا input ڈالیں۔ خاص طور پر ہم بارانی علاقے کے جو زمیندار ہیں، ہمارے مسائل شاید یہ نہری علاقے کے لوگ سمجھیں گے ہی نہیں اس لئے ہماری input جب تک

اس میں نہیں ہو گی، پچھلی دفعہ بھی جب زراعت پر بحث ہوئی تو میں نے یہ point out کیا تھا اور اس پورے document میں کہیں بھی بارانی علاقے کا ذکر نہیں ہے۔ یہ بہت زیادتی ہے کہ ہمیں کہیں پر بھی اس پالیسی میں incorporate نہیں کیا گیا۔ چونکہ fertilizer کے متعلق debate ہے میں آپ کی وساطت سے یہ گزارش کروں گا کہ اس document کو ہر کسی نے جھٹلایا ہے اور ہمارے ضلع اٹک کو 230 فیصد fertilizer دی گئی ہے۔ یہ figure اگر سچ ہے تو آپ اندازہ لگائیں۔۔

جناب سپیکر: کیا خانزادہ صاحب چلے گئے ہیں؟ اگر وہ باہر بیٹھے ہیں تو ان کو اندر بلایا جائے۔

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! ہمیں 5 ہزار 218 ٹن فالتو یوریا دیا گیا ہے۔ اس وقت جو وہاں fertilizer دینے کی practice ہو رہی ہے وہ یہ ہے کہ زمیندار سے ایک پرچی لی جاتی ہے اور وہ پرچی جا کر یوٹیلیٹی سٹور یا ڈیلر کو پاس دیتے ہیں پھر وہ دو بیگ اس زمیندار کو لمبی لائن میں کھڑے ہونے کے بعد ملتے ہیں اور وہاں پر پانچ بوریاں اندراج کر دی جاتی ہیں۔ اس کے بعد one window operation شروع ہوتا ہے کہ جو اس لائن میں خوار نہیں ہونا چاہتا اس کو بارہ سو روپے کی بوری اسی سٹور سے بیچ دی جاتی ہے۔ اس میں مزیداری کی بات یہ ہے کہ اسی window سے حصے دار آ کر اپنے حصے وصول کرتے ہیں۔ میں اس کا ثبوت لے کر آیا ہوں میرے پاس 30۔جنوری کا اخبار ہے اس میں لکھا ہے کہ "محکمہ زراعت کی ملی بھگت، من پسند افراد کو کھاد فروخت ہونے لگی اور مقامی کسان سراپا احتجاج بن گئے اعلیٰ حکام سے نوٹس لینے کا مطالبہ" یہ فتح جھنگ کی خبر ہے۔ 6۔فروری کی خبر ہے کہ "مسلسل چار روز تک سرکاری ڈپو سے کھاد نہ ملنے پر کاشتکار نے خودکشی کر لی۔" اگر یہ حالت ہے اور اس کے بعد 13۔فروری کو خبر آئی یعنی تین دن پہلے یہ رپورٹ آئی ہے کہ "فتح جھنگ سرکاری سٹور سے دو سو بوری کھاد سمگل کرنے کی کوشش، اہلکاروں کے خلاف مقدمہ اور ایک گرفتار۔" یہ کوئی local اخبار کی خبریں نہیں ہیں بلکہ یہ "روزنامہ خبریں" کی خبر ہے۔ اسی کی continuation میں 14۔فروری کی اخبار میں لکھا ہے کہ "فتح جھنگ سرکاری سٹور سے کھاد کی سمگلنگ، پانچ ملازمین کے خلاف مقدمہ، دو گرفتار" اس میں interesting بات یہ ہے کہ "ملزمان سٹور سے دو سو بوری کھاد

لے جاتے ہوئے پکڑے گئے، چار سو بوری مزید غائب ہونے کا انکشاف" یہ جتنی figures دی گئی ہیں مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وزیر صاحب کو یہ fight figures یہاں bureaucracy نے دے دیئے ہیں اور انہوں نے اٹھا کر یہی figures ہمیں دے دیئے ہیں۔ حکومت کا کام ہی نہیں ہے کہ وہ marketing کرنا شروع کر دے یہ privatization کا دور ہے یہاں پر حکومت کو price control کرنا چاہئے۔ جس زمانے میں حکومت کی writ ہوا کرتی تھی اور میرے بزرگ نواب کالا باغ مغربی پاکستان کے گورنر تھے تو 1965 میں جنگ کے دوران بھی قیمتیں نہیں بڑھی تھیں۔ حکومت کی writ آج کہاں ہے ؟ آپ نے price control کرنے کی بجائے marketing کرنا شروع کر دی ہے حالانکہ یہ marketing حکومت کا کام نہیں ہے۔ یہ اسی ڈیلر نیٹ ورک کے ذریعے آپ اپنی کھاد کو فروخت کرتے، اس پر price control کرتے اور price check رکھتے۔ یہ اس وقت ہی ممکن تھا جب کوئی بہتر پالیسی بنائی جاتی۔ میں تجویز یہ کروں گا کہ آئندہ جو گندم کی فصل آ رہی ہے اس کی ابھی سے ہی منصوبہ بندی کر لیں۔ میں آپ کو prewarn کر رہا ہوں کہ پچھلی دفعہ کی طرح کھلاڑے پر گندم پڑی ہو گی اور مارکیٹ میں گندم نہیں مل رہی ہو گی This is bad policy making۔ ہماری ایک ہی فصل ہوتی ہے and that is wheat اگر آپ گندم کی قیمت انٹرنیشنل مارکیٹ کے حساب سے نہیں دے سکتے تو کم از کم فرنٹیئر کے حساب سے تو دے دیا کریں کیونکہ چند قدموں کی مسافت پر فرنٹیئر ہے۔ میں نے اس دن بھی عرض کی تھی کہ تیرہ دیہات ایسے ہیں جو بارش کے موسم میں پنجاب سے کٹ جاتے ہیں اور ہم فرنٹیئر سے ہو کر پھر پنجاب میں آتے ہیں۔ جب ہم ایک دو تھیلے حسن ابدال سے ان گاؤں میں لے جا رہے ہوتے ہیں، منسٹر صاحب نے کہا کہ ہم نے اتنے مقدمے درج کئے ہیں۔ میں اٹک جیل خود گیا وہاں چار سو لوگ صرف ایک بیگ۔۔۔ جناب! بوری نہیں بیگ، ایک یا دو بیگ لے جانے پر وہاں بند تھے۔ اس میں ایک U.N کا انجینئر جو سات ہزار ڈالر تنخواہ لیتا تھا یہ record کی بات ہے بے شک آپ اس کو چیک کر لیں وہ بھی اس جیل میں عید والے دن بند تھا اور ہم نے منت کر کے اس کو وہاں سے چھڑوایا۔

جناب سپیکر! چونکہ ٹائم بہت کم ہے میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمارے علاقے میں small dams کی بہت ضرورت ہے اور ان کو سیاسی بنیادوں پر مت بنایا جائے۔ میرے آبائی

گاؤں کورٹ فتح خان کے نام سے ایک dam ہے اگر اس کا command area یا اس کا catchment area یا اس کا structure اس موضع میں آتا ہو تو اس کا نام اس موضع پر رکھا گیا ہو گا آج اس کو اٹھا کر کہیں اور لے جایا گیا ہے۔ صرف اس لئے کہ ہماری زمینیں خراب کر دی جائیں۔ اس قسم کی policies نہیں ہونی چاہئیں۔ اگر حکومت سمجھتی ہے کہ اس طرح کے ہتھکنڈوں سے یہ ہمیں ڈرالیں گے تو انشاء اللہ ہم ڈرنے والے نہیں ہیں۔

جناب سپیکر!ان کو ہر یونین کونسل میں laser levellers دینے چاہئیں۔یہاں بلڈوزروں کی بات ہوئی کہ ہم نے ریٹ کم کر دئیے۔ میرے جیسے بااثر لوگ تو بلڈوزر لے جاتے ہیں، غریب کسان تو دو دو سال کی booking کرا کے بیٹھا ہوتا ہے اس کو بلڈوزر نہیں ملتے۔ آپ کو چاہئے کہ بلڈوزر کا ٹائم مقرر کریں کہ اس سے زیادہ کسی کسان کو نہیں ملے گا تاکہ تمام کسان اس سے مستفید ہو سکیں۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ، شیر علی صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر!صرف ایک point رہ گیا ہے۔ میں یہ عرض کروں گا کہ Green Tractor Scheme بہت اچھی سکیم ہے۔ میں نے اس دن بھی گزارش کی تھی کہ یہ دس ہزار ٹریکٹر جو انہوں نے دیا ہے balloting بھی شفاف ہوئی ہے، جو اچھی بات ہو گی میں اس کو ضرور appreciate کروں گا۔ میری اس میں submission صرف یہ ہے ہر یونین کونسل میں ایک ٹریکٹر دیا جائے۔ ہمارے حلقے میں ایک گاؤں میں پانچ ٹریکٹر نکل آئے۔ balloting تو ٹھیک ہوئی لیکن پوری تحصیل کے ٹریکٹر ایک گاؤں میں چلے گئے اس لئے گزارش یہ ہے کہ اس کی balloting یونین کونسل level پر کرائی جائے۔ شکریہ

جناب سپیکر: شکریہ۔ ماشاء اللہ آپ نے اچھی بات کی ہے۔ شاہ جہاں صاحب!

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: جناب سپیکر! مئی 1974 میں جب بھارت نے نیوکلئیر دھماکے کئے تو اس کے بعد پاکستان میں ایک بہت غیر یقینی سی صورتحال پیدا ہو گئی تھی اور تب کے وزیر اعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو شہید نے اس وقت ایک عزم کیا تھا کہ ہم پاکستان کے دفاع کو impregnable

بنائیں گے۔اس سلسلہ میں انہوں نے دنیا سے سائنسدان منگوائے جن میں ڈاکٹر عبدالقدیر خان بھی شامل تھے اور یقیناً اسی effort کی وجہ سے آج پاکستان کا دفاع impregnable ہے۔اسی طرح کی آج پھر ایک effort کی ضرورت ہے ہماری food security کے لئے اسی طرح کی ایک effort کی آج بھی ضرورت ہے اور اس کے لئے اسی سائنسدان ڈاکٹر عبدالقدیر خان نے چند دن پہلے 4۔فروری کے انگریزی اخبار "The News" میں ایک آرٹیکل لکھا تھا اور وہ زراعت کے بارے میں تھا کہ جس طرح زراعت کے ذریعے ہم اپنے ملک کی food secure کر سکتے ہیں۔سب کو معلوم ہے کہ زراعت ہمارے ملک کا 50 فیصد ہے اور ہمارے ملک کی جو سب سے زیادہ employment ہے وہ زراعت کے ذریعے ہے۔70 سے 80 فیصد کی exports زراعت پر مبنی ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ زراعت پر جو اس سال A.D.P کے اندر 3۔ارب روپے مختص کئے گئے تھے وہ کم ہیں۔میں امید کروں گا کہ آئندہ سال کا A.D.P جو ہماری زراعت کا حصہ ہے اس سے نہ صرف دُگنا بلکہ کئی گنا زیادہ ہونا چاہئے وہ اس لئے کہ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا ملک زراعت کے ذریعے ہی ترقی کرے گا اور میں چند ایک گزارشات کروں گا۔ وزیر زراعت نے بڑے اچھے طریقے سے briefing دی ہے۔یہ ہمارے مسائل کے حل کے لئے جو کوششیں کر رہے ہیں ان کے بارے میں بڑی اچھی باتیں کی ہیں۔ ہمارے محترم میجر عبدالرحمٰن رانا صاحب نے پہلے ایک بات کی کہ زراعت کو انڈسٹری کا درجہ دیا جانا چاہئے اور وہ اس لئے کہ جو ہماری agriculture labour ہے اس کو بھی وہی مراعات ملنی چاہئیں جو کہ انڈسٹریل ورکروں کو ملتی ہیں۔اس کے ذریعے ہی وہ معاشرے کا ایک strong حصہ بن سکیں گے۔اس کے ساتھ ساتھ میری گزارش ہو گی کہ جو زرعی قرضے ہیں، industrialist کے قرضے تو اربوں اور کروڑوں کے حساب سے write off ہوتے ہیں لیکن جو کسانوں کے قرضے ہیں، کسی کے 50 ہزار ہیں، کسی کے 80 ہزار ہیں وہ ابھی بھی ان قرضوں کے تلے دبے ہیں لہذا میری گزارش یہ بھی ہو گی کہ ہم وفاقی حکومت سے اور جہاں تک صوبائی حکومت کا تعلق ہے ہم ان کے قرضے معاف کروائیں۔زرعی انکم ٹیکس کی بھی بات ہوئی میں پھر ایک بات دہراؤں گا کہ ہمیں قطعی طور پر کسانوں اور زراعت پر ٹیکس نہیں لگانا چاہئے اور باقی جو taxes ہیں ان کے دباؤ سے بھی ان کو بچانا چاہئے۔ کھاد کی بات چلی تو کھاد کا مسئلہ صرف پاکستان کا نہیں یہ ایک

global shortage تھی یہ ہندوستان میں بھی تھی، یہ برما میں تھی، یہ فلپائن میں تھی اگر آپ پڑھیں ان کے بارے میں دنیا کے تمام ممالک میں اس کی shortage تھی، ہماری حکومت نے کوشش کی ہے لیکن اس کے ابھی وہ نتائج نہیں آئے جو ہم توقع کر رہے تھے تو میں یقیناً یہ سمجھتا ہوں کہ جو ہماری کمی رہ گئی تھی وہ یہ تھی کہ ہمارا جو distribution mechanism تھا اس میں محکمہ زراعت کا جو role ہونا چاہئے تھا وہ missing تھا۔ ہمارے محکمہ زراعت کے وزیر نے بتایا کہ تقریباً ساڑھے 30 ہزار ملازمین ہیں اور اس میں زیادہ تر field assistant ہوتے ہیں میں نے یہ دیکھا کہ field کے اندر اور دیہاتوں میں جا کر field assistants اپنا کام اور اپنی ڈیوٹی نہیں دے رہے تھے، یہ job ان کی تھی، ان کو چاہئے تھا کہ اپنے کاشتکاروں تک کھاد مہیا کرواتے اس کی میں نے وزیر زراعت صاحب کو بھی گزارش کی تھی اور وہ یقیناً اس کا نوٹس لیں گے اور میں امید کروں گا کہ آئندہ سال اس کا خیال کریں تاکہ آئندہ سال ہمیں اس چیز کو نہ face کرنا پڑے۔ آخر میں، شوگر ملز کے حوالے سے بات ہوئی اس میں کہا گیا کہ صرف دو کروڑ روپے کی payments outstanding ہیں۔ ننکانہ صاحب کے اندر ایک شوگر مل ہے حسیب وقاص کے نام سے اور روزانہ وہاں سینکڑوں کی تعداد میں زمیندار بے چارے اپنے پچھلے سال کے C.P.R لئے پھر رہے ہیں اور ان کی ابھی تک کوئی شنوائی نہیں ہو رہی تو میں آپ کے ذریعے وزیر خوراک سے درخواست کروں گا کہ وہ اس چیز کا سختی سے نوٹس لیں اور جو کاشتکار ہیں ان کی میں فہرستیں فراہم کروا دوں گا۔

جناب سپیکر: جی، جی، آپ کروائیں۔ اس پر فوری عمل کریں گے۔

جناب شاہجہاں احمد بھٹی: جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں اور وزیر زراعت صاحب کا بھی شکر گزار ہوں۔

جناب سپیکر: جی، میرے خیال میں کلو صاحب نہیں ہیں۔ انجینئر قمر الاسلام راجہ صاحب!۔۔۔ وہ بھی نہیں ہیں۔ جی، محترمہ خدیجہ عمر فاروقی صاحبہ!۔۔۔ وہ بھی نہیں ہیں۔ چودھری محمد ارشد صاحب!۔۔۔ جی، چودھری خالد جاوید اصغر گھرال صاحب بھی نہیں ہیں؟ جی، احمد خان بلوچ صاحب!

جناب احمد خان بلوچ: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔جناب سپیکر!آپ کا شکریہ۔کاشتکار ایک مظلوم طبقہ ہے جس کے متعلق بات کرنے کے لئے میرا خیال ہے دِن ہونے چاہئیں۔آپ تو ہمیں سیکنڈ دے رہے ہیں ایک طرف ہمیں باری دیتے ہیں دوسری طرف یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ ٹائم بھی دیکھ لیں کہ ختم ہونے والا ہے۔یہ وہ مظلوم طبقہ ہے جو پریشانی میں رات دن گزار کر شہروں میں رونق دیتا ہے،ملک کی خدمت کرتا ہے،سب مصیبتیں جھیل کر ملک کی معیشت مضبوط کرتا ہے کیونکہ اب لمبی چوڑی بحث کی ضرورت نہیں ہے میں اس میں چند تجاویز دینا چاہتا ہوں۔اس میں یہ ہے کہ ہمارے ملک کی بدنصیبی یہ ہے کہ تمام دنیا کے زرعی ملکوں سے ہماری اوسط پیداوار کم ہے۔ہمیں سب سے زیادہ ضرورت اس چیز کی ہے کہ ہماری اوسط پیداوار جو ہماری اجناس کی ہے وہ بڑھنی چاہئے۔اس کے لئے میری دو چار تجاویز ہیں جو میں دینا چاہتا ہوں۔اس میں ہمارے کاشتکار کے لئے سب سے اہم بات یہ ہے کہ زمین کا لیبارٹری سے test کروانا بہت ضروری ہے۔ہماری حالت یہ ہے کہ ہمارے چھوٹے کاشتکار کو جو کھاد بھی مل جاتی ہے وہ ڈال دیتے ہیں ان کو یہ نہیں پتا کہ نائٹروجن کی کمی ہے، فاسفورس کی کمی ہے، کیلشیم کی کمی ہے،پوٹاشیم کی کمی ہے۔اگر اس کا بندوبست کر دیا جائے کہ زمین کا ٹیسٹ ہونے کے بعد اس کا خرچہ بھی کم ہو گا اور میں یقین سے کہتا ہوں کہ اس کی اوسط پیداوار بھی بڑھ سکتی ہے اور اس کے لئے Agriculture Minister صاحب بیٹھے ہیں ان کے پاس ہر یونین کونسل میں field test ہے جس طرح میرے عزیز نے کہا ہے کہ اس کا کوئی کام نہیں ہے فارغ پھرتا ہے اس کی ڈیوٹی اگر یہ لگا دیں کہ آپ ایک رجسٹر بنائیں اور اپنی یونین کونسل کے جتنے چھوٹے کاشتکار ہیں ان کا تجزیہ کر کے اپنے پاس رکھیں اور جس طرح ڈاکٹر ایک نسخہ دیتا ہے جا کر ان کو دیں کہ آپ کی زمین میں نائٹروجن نہیں ہے،فاسفورس نہیں ہے یا کیلشیم نہیں ہے اس کی یہ ڈیوٹی لگا دیں تو حقیقت یہ ہے کہ یہ ہر کاشتکار کو جو اس کی ضرورت زمین کے لئے ہو گی وہ کاشتکار کو مہیا ہو گی اور اس سے پیداوار بڑھ سکتی ہے۔دوسرے نمبر پر اگر رقبے level کرا دیں تو اس سے ہماری اوسط پیداوار بڑھ سکتی ہے۔ ہمارے رقبے level نہیں ہیں کچھ رقبے پانی زیادہ کھڑا ہونے کی وجہ سے خراب ہو جاتے ہیں اور کچھ رقبے پانی نہ پہنچنے کی وجہ سے خراب ہو جاتے ہیں اس کے لئے بھی اگر water management اور

agricultureکا ایک سیل بنادیں یونین کونسل کی حد تک یا تحصیل levelپر اور ان کی یہ ڈیوٹی ہو ، جیسے واٹر بناتے ہیں ،پختہ کھال بناتے ہیں ایسے ہی اگر یہ چھوٹے کاشتکاروں کے رقبے levelکرنے شروع کر دیں اور ان کا جو خرچہ ہے جیسے کھاد میں وہ پیسے وصول کرتے ہیں قسطوں سے ،آبیانے سے اس طریقے سے کاشتکار سے بھی وصول کیا جائے تو اس میں زمین کا ٹیسٹ اور رقبہ کا levelہونا ہماری اوسط پیداوار کے لئے نہایت ضروری ہے۔ تیسری چیز یہ ہے کہ ہمارا ریسرچ سنٹر جو کروڑوں روپے لے رہا ہے،،بجٹ لے رہا ہے لیکن آج تک اس نے ہمیں کچھ نہیں دیا ،ہمیں بتائیں کہ کاٹن کا آج تک

جناب سپیکر: یہ غور سے سُنیں۔ منسٹر صاحب بات ہو رہی ہے ،اس کو غور سے سُنیں۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر !کاٹن ہو یا کوئی اجناس ہو ہمیں افسوس ہے کہ دوسرے ملکوں میں بھی وائرس آیا تھا لیکن ایک ،دو سال میں انہوں نے اپنے ملک کو وائرس سے پاک کر لیا۔ آج پتا نہیں کتنا عرصہ گزر گیا ہے کہ وائرس ہمارے ملک میں ہے لیکن ہمارے ریسرچ سنٹر نے آج تک ایسا کوئی seedنہیں تیار کیا جو وائرس سے پاک ہو اور وائرس سے پاک بیج کاشتکار کو مہیا کر سکیں۔ بجٹ ضرور دیں، میں یہ نہیں کہتا کہ ریسرچ سنٹر میں بجٹ نہ دیں لیکن اس کی نگرانی کے لئے کوئی ایسی ٹیم مقرر کریں کہ وہ اس کا آڈٹ کریں جو کچھ وہ لیتا ہے ، جس مقصد کے لئے وہ ٹارگٹ بھی پورا کر رہا ہے یا نہیں کر رہا۔ یہ سب کچھ ہونے کے بعد جب کاشتکار کا levelبھی ہو گیا، فرض کر و لیبارٹری ٹیسٹ بھی ہو گیا، بیج بھی اچھا مل گیا اس کے بعد اس کو جعلی دواؤں والے دشمن سے واسطہ پڑ گیا، جعلی ادویات والے آ گئے جو کاشتکار کی تیار شدہ فصل کے دشمن ، ملک کی معیشت کے دشمن میدان میں آ گئے۔ میں جناب Agriculture Ministerکا شکریہ ادا کرتا ہوں انہوں نے کہا ہے کہ میں نے جعلی ادویات کے جرم میں اتنے لوگوں کو پکڑا ہے مگر یہ تو نہیں بتایا کہ ان کو سزا کیا دی گئی ہے ؟ان کو جب تک سخت سے سخت سزا نہیں دی جائے گی ہمارا ملک جعلی ادویات سے پاک نہیں ہو سکتا۔ کاشتکار کو زرعی بنک کے قرضوں سے نجات دی جائے۔ ان کو سود کے بغیر قرضے دیئے جائیں۔ جو ہمارا ہمسایہ ملک ہے وہاں پانی، بجلی، قرضے سب مفت دیتے ہیں آج اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہمارا ہمسایہ ملک جنس کے لحاظ سے خود کفیل

ہو چکا ہے لیکن آج تک ہم نہیں ہو سکے اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ چیزیں ہم کاشتکار کو مہیا نہیں کر رہے ہیں۔

جناب والا! تیسری بات میں یہ کہتا ہوں کہ ایک مظلوم طبقہ صرف کاشتکار ہی ہے کہ جو اپنی جنس کی قیمت تک مقرر نہیں کر سکتا جتنی محنت کرے جتنی کھاد ڈالے جو خرچہ کرے۔ ایک ریڑھی والا جو پیاز لے کر گھر سے نکلتا ہے اس کو بھی پتا ہوتا ہے کہ میں دو من پیاز لے کر جا رہا ہوں اس پر مجھے اتنا منافع ہو گا۔ کاشتکار جو کچھ خرچ کرتا ہے اسے اس کی قیمت مقرر کرنے والے اور ہوتے ہیں جو کاشتکار کی مصیبت کو نہیں سمجھتے۔ کم سے کم ہر کاشتکار کو بھی قیمت مقرر کرنے میں اس کو حصہ ملنا چاہئے۔ میں اس پر آتا ہوں کہ کھاد جو نہیں مل رہی وہ ڈیلر کی پریشانی کی وجہ سے نہیں مل رہی۔ کھاد کا انہوں نے نہیں بتایا، جب کھاد کی یہ حالت ہے تو کھاد ڈیلروں کو نہ دیں اس کو ہیڈ کوارٹر پر جمع کریں، بڑے بڑے قصبوں پر جمع کریں۔ ایگریکلچر کے افسر بھی ان کے ڈیلروں کے ساتھ مل کر کمیشن لے رہے ہیں ۔ وہ خود یہ سب کچھ کروا رہے ہیں، خدا کے لئے ان کے لئے کوئی اور انتظامیہ کے افسر شامل کریں جس سے وہ کمیشن نہ لے سکیں اور کاشتکار کو کھاد صحیح طریقے سے مل سکے۔

جناب سپیکر: جی، بہت مہربانی۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! صرف ایک اور بات کہنا چاہوں گا کہ فوڈ سٹمپ اور سستی روٹی پر 17۔ارب روپے خرچ کر دیئے ہیں، خدا کے لئے یہ 17۔ارب روپیہ پیسا خرچ کیا گیا ہے یہ سستی روٹی جو دو روپے والی ہے اس کو کھانے کے لئے لوہے کے دانت ہونے چاہئیں ، یہ ربڑ کی روٹی ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، مہربانی۔ بس، شکریہ۔ بہت شکریہ۔ جناب الیاس چنیوٹی صاحب!۔۔۔ نہیں ہیں۔ محترمہ آمنہ الفت صاحبہ!

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! آخر کار مجھے بہت دیر انتظار کے بعد موقع مل ہی گیا۔ میرا خیال تھا کہ خواتین پر کچھ ترس کھایا جائے گا، مجھے پہلے آپ خود ہی announce کر دیں گے۔۔۔

جناب سپیکر: اب آپ دیکھیں ناں! یہاں مرد/خواتین کی بات نہیں ہے۔ یہاں معزز ممبران کی بات ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہی مجھے اختلاف ہے کہ یہاں خواتین کے ساتھ بہت ہی امتیازی سلوک کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر: جی، آپ suggestions دے دیں۔ بس ذرا جلدی کریں، پھر آپ کہیں گے کہ ٹائم ہو گیا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: میرے معزز بھائیوں نے یہاں پر زراعت کے حوالے سے اتنی بات چیت کی ہے۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ خواتین بھی کسان ہیں اور سب سے زیادہ role زراعت میں جو ہے، آپ دیہاتوں میں جاکر دیکھیں کہ خواتین مردوں کے شانہ بشانہ کام کر رہی ہیں بلکہ مردوں سے زیادہ کام کر رہی ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! وہ زیادہ کام اس لئے کر رہی ہیں کہ وہ گھر کا کھانا پکانا، بچوں کو پڑھانا لکھانا، گھر کے کام کاج کے علاوہ آپ کو جانوروں کو چارہ ڈالتے ہوئے بھی نظر آئیں گی۔

جناب سپیکر: یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، سب جانتے ہیں۔ آپ suggestions دیں۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب والا! ان خواتین کے لئے میں وزیر زراعت کو یہ suggestions دینا چاہوں گی کہ خواتین کا اتنا اہم رول ہے لیکن ان خواتین کو معاوضے کے سلسلے میں کبھی بھی کچھ نہیں مل رہا ہوتا۔ آپ یہ دیکھئے کہ وہ اتنا کام کرنے کے باوجود بھی، عورتیں وہاں پر جتنا کام کر سکتی ہیں جب کسی بھی چیز کا معاوضہ ہاتھ میں آتا ہے تو وہ ایک مرد کے ہاتھ میں آتا ہے وہ عورت کے ہاتھ میں نہیں جاتا اور وہ اسے اس قابل نہیں سمجھا جاتا ہے کہ اسے سود سے پاک کوئی قرضہ دے دیا جائے۔ میری suggestion ہے کہ عورتوں کو خاص طور پر سود سے پاک قرضے دیئے جائیں جن میں انہیں مویشی پالنے کی کوئی سکیمیں دی جائیں، فصل اگانے کے لئے دی جائیں، پھر وہاں کھڈی پر عورتیں کپڑا بُن رہی ہوتی ہیں، سوت کات رہی ہوتی ہیں، کولہو پر تیل نکالا جا رہا ہوتا ہے۔ پوری دنیا میں آج ہربل کی مارکیٹنگ ہو رہی ہے، ہربل سے related عورتیں وہاں پر بہت زیادہ کام کر سکتی ہیں، علاقائی دستکاری

کے حوالے سے وہ بہت زیادہ کام کر رہی ہوتی ہیں، انہیں موقع پر تربیت اور awareness فراہم کرنے کے لئے کسی کے پاس بھی کوئی پروگرام نہیں ہے۔

جناب سپیکر! ساری باتیں ہو چکی ہیں، بڑی facts and figures کے حوالے سے ہو چکی ہیں۔ میں ایک general concept بھی آپ کے سامنے پیش کرنا چاہوں گی کہ ہمارے ہاں آپ نے دیکھا ہے کہ آپ نے کہیں نہیں سنا ہو گا کہ ایک گھر میں بچے کو یہ تو کہا جاتا ہے کہ تم بڑے ہو کر ڈاکٹر بنو گے انجینئر بنو گے لیکن میں نے نہیں سنا کہ کسی بچے کو کہا جائے گا کہ تم بڑے ہو کر کسان بنو گے بڑے کاشتکار بنو گے بڑی فصل اگاؤ گے اس سلسلے میں کوئی بڑا کارنامہ کرو گے اس حوالے سے ایسا اس لئے نہیں ہوتا کہ آپ جا کر دیکھیں کہ چاہے بڑے سے بڑا زمیندار ہے یا غریب سے غریب زمیندار ہے، وہاں پر environment ایسا ہے کہ وہاں پر کوئی بھی رہنا نہیں چاہتا۔ اس علاقے سے بڑے بڑے ہمارے جو جاگیر دار ہیں ان کے بچے پڑھ لکھ کر جا کر باہر ملکوں میں یا یہاں شہروں میں آ کر بڑی بڑی jobs لے رہے ہوتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! یہ ایک اہم point ہے، اس کو ہنسی مذاق میں نہ اڑایا جائے۔ یہ ایک بہت serious issue ہے کہ لوگوں کو ایسا environment provide کیا جائے، اگر وہاں پر ایک جگہ کوئی بہتر فارم ہاؤس ہے، وہاں فصل سے related کوئی فیکٹری کام کر رہی ہے تو وہاں پر اچھے سکول ہونے چاہئیں، وہاں پر ہیلتھ سنٹرز ہونے چاہئیں، وہاں پر سڑکیں ہونی چاہئیں تاکہ کل کو ہماری جو نسل ہے وہ اس کو بطور پیشہ اختیار کرے اور بڑی خوشی سے اس کو اپنا پیشہ بنائے اور اس میں ایک جدت اختیار کرنے کے حوالے سے بھی ان کو awareness دی جائے۔ زرعی یونیورسٹیاں زیادہ سے زیادہ قائم کی جائیں۔

جناب سپیکر! اس حوالے سے بہت باتیں ہوئی ہیں لیکن ایک suggestion میں آخر میں دینا چاہوں گی، میں نے بہت زیادہ بات نہیں کرنی ہے کہ ابھی تک میرے مشاہدے میں جو چیز آئی ہے کہ اگر زرعی قرضے دیئے بھی جاتے ہیں، جو چھوٹا کسان ہے وہ پیسوں سے بہت زیادہ تنگ ہے، اس کے پاس اپنی باقی ضروریات کے لئے بھی پیسا نہیں ہے، اگر اس کو قرضہ ملتا بھی ہے تو وہ بجائے اس کے

کہ اپنی فصل کی ضرورت پوری کرے، اکثر وہ پیسا قرضہ اتارنے میں خرچ کر دیتا ہے یا اپنی کسی اور ضرورت مثلاً شادی بیاہ یا کسی اور رسم ورواج پر خرچ کر دیتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: یا پیجارو جیپ لیتا ہے۔(قہقہے)

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! چھوٹا کسان پیجارو جیپ دیکھ سکتا ہے خرید نہیں سکتا۔ میں یہاں پر آپ کے توسط سے یہ suggestion دینا چاہوں گی کہ اگر غریب کسان جس کے پاس چند ایکڑز مین ہے اس کو بجلی، پانی، بیج، کھاد اور جو بھی فصل کے لئے requirement ہے ادویات وغیرہ اس کو بالکل free of cost وہاں پر provide کی جائیں اور جس وقت فصل بکنے کا وقت آئے اور وہ فصل جب محکمہ اٹھانے لگے تو اس وقت اس کا معاوضہ اسے ادا کیا جائے اور اس فصل میں سے اگر اس کو حصہ provide کر دیا جائے تو وہ اس وقت اپنے مسائل کے حوالے سے جو اس کی بہت سی ضروریات ہیں وہ پوری نہیں کر پاتا ہر چیز خرید نہیں سکتا یا اپنا وہ جو قرضہ بھی لیتا ہے وہ اپنے کسی اور رسم ورواج پر خرچ کر دیتا ہے تو اس طرح اس چیز کے اوپر قابو پایا جا سکے گا۔ میرے بھائی نے آج ابھی ایک مثال بھی دی تھی کہ ہمارے ہمسایہ ملک میں یہی ہے کہ ٹیوب ویلوں پر ان کو بجلی مفت فراہم کی جاتی ہے، وہاں پر تو اتنی زیادہ فصل لی جا رہی ہے کہ صرف ایک صوبہ پنجاب ان کا ہے جو باقی اٹھائیس صوبوں کو اناج provide کر رہا ہے۔ ہمارے پاس سب کچھ ہوتے ہوئے اگر ہم ایسا نہیں کر رہے تو یہ ہمارے رویوں کا بحران ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ۔ آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

محترمہ آمنہ الفت: ہمیں کسی چیز کی کوئی کمی نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: محترمہ! ٹائم ختم ہوا۔ بڑی مہربانی، بہت شکریہ۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! یہاں پر زراعت کے حوالے سے بہت بات ہوئی ہے۔ جب ہمارے کسان کو اگر اس کھیت سے روٹی میسر نہیں تو یہ لمحہ فکریہ ہے۔ میں اس موقع پر یہ کہوں گی کہ:

جس کھیت سے دہقاں کو میسر نہ ہو روزی
اس کھیت کے ہر خوشہ گندم کو جلا دو

جناب سپیکر: چلو! وہ پرانی بات ہو گئی ہے، اب چھوڑ دیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! ایک منٹ، بہن نے ابھی جاگیروں کی بات کی تھی تو میں یہ کہوں گا کہ:

All Jageers in Punjab were abolished by the Revolution of Jageers Act, 1952.

تو اب پنجاب میں کوئی جاگیر نہیں ہے۔ کوئی جاگیر دار نہیں ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، جی۔ چھ ہزار پی آئی یو سے زیادہ کوئی رکھ ہی نہیں سکتا۔ کوئی جاگیر دار ہے ہی نہیں۔ پنجاب میں تو نہیں ہے۔ اگر اور کہیں ہو گا تو میں نہیں کہہ سکتا۔

محترمہ آمنہ الفت: جناب سپیکر! بڑے جاگیر دار سے مطلب یہ ہے، میرے کہنے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی اپنی زمین پر جدید خطوط پر بہتر کاشتکاری کرتا ہے۔۔۔

جناب سپیکر: جی، بہت مہربانی، شکریہ۔ محمد سعید مغل صاحب!

جناب محمد سعید مغل: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ بہت سے دوستوں نے زراعت پر بات کی۔۔۔

جناب سپیکر: آپ اپنی تجاویز دے دیں۔

جناب محمد سعید مغل: جی، میں تجاویز ہی دوں گا۔ ایک ایسا topic جسے کسی دوست نے touch نہیں کیا انشاءاللہ میں وہ touch کروں گا۔

جناب سپیکر: جی، شاباش۔

جناب محمد سعید مغل: ہمارے ملک میں سب سے زیادہ کمی پانی کی ہے اور ہماری مجبوری ہے کہ ہندوستان نے ہمارے دریاؤں کا پانی روک لیا، ان پر ڈیم بنا کر اپنے علاقوں کو سیراب کر لیا اور ہمارے

علاقوں نے آہستہ آہستہ بنجر ہونے کی طرف سفر شروع کر دیا۔ میری تجویز ہے کہ زمیندار کو drip irrigation کی طرف راغب کیا جائے تاکہ کم پانی سے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کی جا سکے۔ بجلی پیدا کرنے کے لئے جو ڈیم بنانے ہیں شاید ہم سیاسی مصلحت کے شکار ہو جائیں اور شاید وہ اس طرح نہ بن سکیں لیکن اریگیشن کے لئے کم از کم وہ ڈیم جن کی height کی بہت زیادہ ضرورت نہیں ہوتی وہ ضرور بنائے جائیں اور کسی مصلحت کا شکار نہ ہوا جائے۔اس میں میرا دوسرا point یہ ہے کہ sprinkle irrigation جو بارش کی طرز پر سپرے کی صورت میں پانی دیتی ہے اس میں بہت زیادہ level کی بھی ضرورت نہیں ہوتی اور ہر جگہ پر مناسب طریقے سے بارش کی طرح equal watering ہو جاتی ہے۔اس طرح پیداوار میں 30 فیصد تک اضافہ اور پانی کی 40 فیصد تک بچت ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: آپ جو دونوں باتیں کر رہے ہیں کبھی اندازہ لگایا ہے کہ اس پر فی ایکڑ کتنا خرچ آئے گا؟

جناب جاوید حسن گجر: یہ small farming کے لئے ہے۔

جناب محمد سعید مغل: جناب سپیکر! میں نے اپنی زمینوں پر تجربے کئے ہیں پھر یہ بات کی ہے، یہ بات baseless نہیں ہے۔میں مختصر اور اشارے کے طور پر تیسری بات کروں گا کہ خاص طور پر کھاد کی فراہمی اور سپلائی کے بارے میں بہت دوستوں نے اظہار رنج بھی کیا اور سپلائی پر drawbacks بھی ظاہر کئے۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہمارے fertilizing ادارے جو کھاد پیدا کرتے ہیں ان کی پیداواری صلاحیت میں اضافہ کرنے میں کیا رکاوٹ ہے، ہم ہر چیز کو subsidize کر رہے ہیں تو یہ ادارے پیداواری صلاحیت کیوں نہیں بڑھا سکتے۔؟ ان کو assist کیا جائے اور سو سو میل کے فاصلے پر نئے fertilizing units لگائے جائیں۔

جناب سپیکر! زمیندار بڑی مہنگی ادویات خریدتا ہے لیکن اسے یہ پتا نہیں ہوتا کہ میں خالص ادویات لے کر جا رہا ہوں یا ملاوٹ والی؟ وہ اللہ کے آسرے پر زمین میں ڈال دیتا ہے لیکن اس بے چارے کو فائدہ نہیں ملتا۔لہذا میری استدعا ہے کہ اس پر سخت نگرانی کی جائے اور ملاوٹ شدہ ادویات سپلائی کرنے والوں کو سخت سزا دی جائے۔زمیندار کا استحصال تو یہ ہے۔ایک اور اہم بات ہے

اور میں سوچ رہا تھا کہ یہ point کسی دوست کے ذہن میں آ جائے لیکن بلوچ صاحب نے وہ touch کر دیا ہے۔انھوں نے زمین کے ٹیسٹ کی جو بات کی ہے this is very important زمیندار کو تو یہ بھی نہیں پتا کہ میری زمین میں کس چیز کی shortage ہے اور اس میں کیا چیز add کروں تو میری پیداوار میں اضافہ ہو گا اسے صرف یہ پتا ہے کہ ڈی اے پی ڈالیں گے تو بیجائی ہو گی، یوریا ڈالیں گے تو دانہ بنے گا لیکن یہ پتا نہیں کہ میری زمین کے اندر کیا کمی ہے اور کیا چاہئے؟ لہذا میری استدعا ہے کہ اس سلسلے میں موبائل ٹیمیں ہوں جو دیہاتوں میں جاکر ان کی زمینوں کو وہیں پر ٹیسٹ کریں اور انھیں بتائیں کہ آپ کو یہ پیداوار لینے کے لئے اس زمین کے لئے اس اس کھاد کی ضرورت ہے۔میں چھ منٹ سے بھی جلدی کام ختم کر گیا ہوں۔شکریہ

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔جی، کرم الہیٰ بندیال صاحب!

پارلیمانی سیکرٹری برائے کوآپریٹو (جناب کرم الہیٰ بندیال): بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بہت شکریہ جناب سپیکر!۔۔۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری اس طرح بات نہیں کر سکتا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کوآپریٹو (جناب کرم الہیٰ بندیال): جناب سپیکر! مجھ سے پہلے میرے بھائی نے بات کی ہے۔

جناب سپیکر: چلیں، ٹھیک ہے۔ بہر حال آپ دونوں ہی part of the government ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! پارلیمانی سیکرٹری صاحب کے ساتھ بڑا برا ہوا ہے۔

میاں محمد رفیق: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! آج کی بحث یوریا کھاد کی دستیابی، عدم دستیابی، short supply, manipulator short supply پر بحث تھی لیکن اس پر بحث نہیں ہوئی اور کچھ پتا نہیں چلنے دیا گیا کہ اس کے پس پردہ کیا بات ہے؟ اور اس کی بہتری کیسے ہو سکتی ہے؟

جناب سپیکر: آپ ذرا اس کو پڑھیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! آپ اس پر مجھے دو منٹ دے دیں۔ کتنے دوست نہیں آئے لہذا کسی ایک کا ٹائم مجھے دے دیں۔

جناب سپیکر: آپ فکر نہ کریں۔ میں اور آپ دونوں ادھر بیٹھ کر بات کریں گے۔ میں بھی آپ کی بات پوری طرح سنوں گا۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کوآپریٹو (جناب کرم الہیٰ بندیال): جناب سپیکر! میری چند تجاویز ہیں۔

جناب سپیکر: میرا خیال اے کہ چنگی گل تاں ایہہ اے کہ تسئیں suggestions لکھ کے دے دیئو۔

پارلیمانی سیکرٹری برائے کوآپریٹو (جناب کرم الہیٰ بندیال): جی درست ہے۔ میں لکھ کر دے دیتا ہوں۔

جناب سپیکر۔ جی، ملک عادل حسین اترا!

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر!۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! نہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں ایک شعر بندیال صاحب کی نذر کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی۔

سید حسن مرتضیٰ: انہاں نال جو ہویا میں اس دے اُتے۔

جناب سپیکر: نہیں نہیں۔ ایہہ ہوئے والی گل نہیں۔ میرے لئے قابل احترام ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! میں تاں ایہناں دی ترجمانی کر رہیاں آں۔

جناب سپیکر: جی، شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ:

میں مارا جاؤں گا پہلے کسی فسانے میں
پھر اس کے بعد حقیقت میں مارا جاؤں گا
چپ رہا تو مار دے گا میرا ضمیر
جو گواہی دی تو عدالت میں مارا جاؤں گا

اگر یہاں پر ایک زمیندار کو بولنے کی اجازت نہ ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کا ضمیر اسے مار دے گا۔

جناب سپیکر: وہ تو part of the government ہیں۔ میری ہمدردیاں بھی ان کے ساتھ ہیں۔

سید حسن مرتضیٰ: ان کی کمیونٹی کے ساتھ جو باہر ہو رہا ہے اگر آج وہ یہاں پر بولیں اور گواہی دیں تو پھر ان کی پارلیمانی سیکرٹری شپ جا سکتی ہے۔

جناب سپیکر: بہت شکریہ۔ جی، اترا صاحب!

ملک عادل حسین اترا: جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بات کرنے کا موقع دیا۔ کل منسٹر صاحب نے فرمایا تھا کہ ہم نے محکمہ زراعت کے افسروں اور فیلڈ اسسٹنٹس کو موٹر سائیکل اور بہت سی مراعات دی ہیں۔ وہ کس لئے دی ہیں؟ آج تک کوئی فیلڈ اسسٹنٹ یا زراعت آفیسر کسی کاشتکار کی رہنمائی کے لئے نہیں گیا۔ وہ تو صرف اپنے بچوں کی، اپنے خاندان اور اپنے افسران ضلع کی خدمت میں ہی پیش پیش رہتے ہیں۔ کھاد کی کوئی کمی نہیں تھی مگر ذخیرہ اندوزوں نے وفاقی اور صوبائی حکومت کو بدنام کرنے کے لئے ذخیرہ کیا جس وجہ سے یہ بحران پیدا ہوا ہے۔ کافی عرصہ بعد محکمہ زراعت کو کھاد سپلائی کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی تھی مگر افسوس کہ انھوں نے بغیر کسی منصوبہ بندی کے کھاد تقسیم کی ہے۔ ایک بے چارہ شریف کاشتکار لائن دیکھتا رہا ہے اور سارا دن اپنی عزت اور جیب بچانے کے لئے کھڑا رہا ہے لیکن اسے کھاد نہیں ملی تو اس نے اسی شام کو انھیں مفاد پرست عناصر سے

وہی کھاد black میں خریدی۔اس سے تو کسانوں کا بہت نقصان ہو رہا ہے اور ہماری آنے والی پیداوار بھی کم ہو گی۔

جناب سپیکر! میرا تعلق ایک پسماندہ ضلع بھکر سے ہے لیکن وہاں لاہور اور فیصل آباد کے حساب سے آبیانہ لیا جا رہا ہے جو کہ سراسر ظلم ہے۔جب ہمیں قرضہ دیا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ آپ کی زمین کی حیثیت کم ہے اور آپ کے کم یونٹ بنتے ہیں لہذا آپ کم قرضہ لیں۔حالانکہ ادھر زیادہ قرضہ ملتا ہے لہذا اس پر غور کیا جائے اور اسی حساب سے ہم پر آبیانہ بھی کم لاگو ہونا چاہئے۔بھلا ہو نواب آف کالا باغ کا جس نے میری تحصیل بھکر میں ایک شوگر مل لگائی تھی لیکن اس کے بعد کوئی انڈسٹری نہیں لگی لہذا استدعا ہے کہ اس مل سے شوگر سیس کا پیسا لے کر میرے ضلع کی سڑکیں بنائی جائیں تاکہ میرے ضلع کے غریب کاشتکار گھر سے منڈی تک بآسانی اپنی فصل لا سکیں۔میں آخر میں وزیراعلیٰ پنجاب سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے پڑوسی ملک کی طرح نفع نقصان دیکھے بغیر یہاں کے کاشتکاروں کو زیادہ سے زیادہ مراعات دیں۔پھر آپ دیکھیں کہ ہمارا صوبہ اور ملک کتنی ترقی کرتا ہے۔ میں ایک اور گزارش بھی کرنا چاہتا ہوں مجھے افسوس ہے کہ آج اتنی اہم بحث ہو رہی ہے لیکن پریس والے نہیں آئے حالانکہ کسی اداکارہ کا چالان ہو جائے تو سارے آتے ہیں۔آج ہم انہی بے چارے کاشتکاروں کی وجہ سے زندہ ہیں۔بہت شکریہ

جناب سپیکر: آپ کا بہت شکریہ۔محمد حفیظ اختر چودھری صاحب!۔۔۔تشریف نہیں رکھتے۔جاوید حسن گجر صاحب!

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! میں دو تین تجاویز دوں گا کیونکہ وقت بہت کم ہے۔زمیندارہ، کاشتکاری میں تین چار inputs انتہائی ضروری ہیں۔ان میں سب سے پہلے land levelling ہے۔جیسا کہ ابھی ہمارے بھائی نے کہا کہ حکومت کو تحصیل کی سطح پر laser leveller دینے چاہئیں۔جیسے جیسے levelling ہو گی ویسے ویسے پانی کی consumption بھی کم ہو گی اور جب field میں پانی کی consumption کم ہو گی تو نہروں کا پانی زیادہ علاقوں کو سیراب کر سکے گا۔

جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے وزیر صاحب اور سیکرٹری صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ ہر یونین کونسل میں ایک زراعت آفیسر ہونا چاہئے جو زمینداروں کی ایک formal meeting arrange کرے اور irrigational system پر لیکچر دے، اس کی provision کے بارے میں زمینداروں کو سمجھائے۔ آج تک agriculture extension مختلف ذرائع سے، مختلف اوقات میں pesticides کی applications بتاتا رہا ہے، seeds کے بارے میں بتاتا رہا ہے لیکن آج پانی کی کمی کی وجہ سے ہمارے پنجاب میں جو نہریں بند پڑی ہیں اس کی وجہ سے field میں پانی کی کمی ہے۔ یہ کمی تب ہی پوری ہو سکتی ہے جب water irrigational system کی اچھی طرح سے management کی جائے اور کسانوں کو بتایا جائے کہ ہم نے flood irrigation نہیں کرنی۔ ایک دفعہ نکا کھول کر سو نہیں جانا۔ جب پانی پوری طرح ہر بنے کے اوپر سے تیرتا ہے تو اس وقت بند کیا جاتا ہے حالانکہ جتنی بھی فصلیں ہیں وہ ساری کی ساری wet system میں ہوتی ہیں۔ جس فصل کو بھی flood irrigation ملے گا اس کی average کم ہو گی۔ پانی کم لگنے کی وجہ سے گندم کی فصل زیادہ ہو گی، اس کا potential زیادہ ہو گا، کاٹن کی پیداوار زیادہ ہو گی۔ اسی طرح باقی جو minor crops ہیں ان کو بھی جتنا پانی کم ملے گا ان کی production اتنی ہی زیادہ بڑھے گی۔

جناب سپیکر! میں وزیر اعظم کو مبارکباد پیش کرتا ہوں کہ انھوں نے ایک Labour Conference call کر کے ہمارے ملک کے غریب، مزدور لوگوں کو سنا اور ان کے مسائل کے حل کے لئے تجاویز لیں کیونکہ ان لوگوں کی کوئی شنوائی نہیں ہے، industrialist ان کی سنتا نہیں ہے۔ ان کی مراعات کے لئے انھوں نے کانفرنس call کی ہے۔ میں آپ اور وزیر اعلیٰ کی وساطت سے وفاقی حکومت سے یہ گزارش کروں گا کہ جہاں آپ نے مزدوروں کے لئے مراعات دینی ہیں، social security کے ہسپتال بنانے ہیں، social securities کے لئے کالونیاں بنانی ہیں وہاں پر ہمارے زراعت کے جو مزدور ہیں ان کو بھی مراعات دی جائیں۔ دیہاتوں میں social security کی ڈسپنسریاں بنائی جائیں تاکہ ان کو صحت کی سہولتیں میسر آ سکیں اور ان کے اخراجات کم ہو سکیں۔

جناب سپیکر! seed کی procurement کے لئے پنجاب سیڈ کارپوریشن کی جو efficiency ہونی چاہئے تھی وہ نہیں ہے۔ پنجاب سیڈ کارپوریشن کا field staff تھوڑا سا سست ہو

گیا ہے جس کی وجہ سے پرائیویٹ سیکٹر آگے بڑھ رہا ہے اور وہ اپنی من مانی کر کے، اپنی مرضی کے نرخوں سے کسانوں کو بیج دے رہا ہے۔ میں آپ کی وساطت سے یہ کہوں گا کہ وزیر زراعت کو اس پر ایکشن لینا چاہئے اور پنجاب سیڈ کارپوریشن کے field staff کو تھوڑا سا motivate کیا جائے۔

جناب سپیکر! آپ time دیکھ رہے ہیں، مجھے تھوڑا سا وقت دے دیں۔ seed production کے لئے میں نے پچھلی اسمبلی میں بھی کہا تھا کہ ہمارے agriculture graduates کو accommodate کرنے کے لئے وہ زمین lease پر دی جائے جو کہ ویران پڑی ہے۔ یہ زمین ساڑھے بارہ ایکڑ کے حساب سے ان کو lease پر دی جائے جہاں پر وہ seed کی production کریں تاکہ agriculture graduates اپنی آمدنی بڑھا سکیں اور ہمارے پنجاب میں بیج کی جو کمی ہے وہ بھی پوری ہو سکے۔

جناب سپیکر! میں یہ کہوں گا کہ fertilizers کی اتنی کمی نہیں ہے جتنی کہ mismanagement ہوئی ہے۔ آڑھتی سسٹم نے اپنی من مانی کی ہے، لوگوں کو بھیج کر، لائن میں اپنے لوگوں کو لگا کر انھوں نے کھاد حاصل کی اور پھر دوبارہ اپنی مرضی سے اس کے نرخ وصول کئے ہیں۔ میں یہ کہوں گا کہ پنجاب حکومت اور محکمہ زراعت جہاں پر fertilizers اور باقی چیزوں کے لئے محنت کر رہا ہے وہاں پر agriculture extension کو یہ چاہئے کہ وہ اپنے field staff assistant یا جو بھی agriculture staff ہے اس کو یہ ہدایت کی جائے کہ کسانوں کی میٹنگ بُلا کر آنے والی فصل کے بارے میں بتایا جائے کہ یوریا کس وقت لگانی ہے، دوسری کھاد کس وقت دینی ہے۔ اسی طرح اگر یوریا کی تین application کی بجائے دو application ہوں تو اس سے یوریا کھاد کی کمی پوری ہو سکتی ہے۔ جیسا کہ میرے بھائی لغاری صاحب نے کہا ہے کہ D.A.P کی substitution اور fertilizers بھی ہیں۔ ان میں T.S.P,S.S.P ہے ان کی طرف بھی ہمیں توجہ دینا ہوگی۔ ہمیں اپنے field staff کو اس بارے میں استعمال کرنا ہوگا۔ جب ہمارا field staff utilize ہوگا تو انشاءاللہ تعالیٰ ہمارا fertilizers کا سسٹم ٹھیک ہو جائے گا۔

جناب سپیکر! cotton zones, areas میں شوگر انڈسٹریز کو develop کیا جا رہا ہے۔ خدارا! آنے والی نسل کو اس چیز سے بچایا جائے۔ cotton zones میں لگنے والی شوگر

انڈسٹریز کو آئندہ کے لئے ban کیا جائے۔اس علاقے کے لئے شوگر انڈسٹریز کے لائسنس جاری نہ کئے جائیں تاکہ cotton zones میں کاٹن ہی کاشت ہوتی رہے۔

جناب سپیکر!میں صرف ایک آخری بات عرض کر کے بیٹھ جاؤں گا۔ڈنمارک کی پاکستان میں ایک کمپنی آئی ہے۔ہمارا Jatropha کے نام سے ایک ornamental plant ہے۔اس نے کمپنی Jatropha کے seed سے oil energy حاصل کرنا شروع کی ہے۔انھوں نے یہاں پر آکر farmers کو اس کی کاشت کے لئے بہت زیادہ incentives دیئے ہیں تو میں آپ کی وساطت سے وزیر صاحب اور سیکرٹری صاحب سے کہوں گا کہ اس کمپنی کے ساتھ رابطہ کر کے Jatropha کی plantation کے لئے اور Jatropha کی cultivation کے لئے کام کریں تاکہ ہم oil energy ethanol کی بجائے Jetropha کے seed سے produce کر سکیں۔یہ oil آپ کی گاڑیوں میں استعمال ہوگا اور ہم جو اپنا بہت زیادہ foreign exchange پٹرول وغیرہ پر ضائع کرتے ہیں اس سے ہماری بچت ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر!ہمارے علاقے ضلع رحیم یار خان میں تین ریسرچ سنٹرز ہیں۔ان میں سے دو میرے علاقے میں ہیں جبکہ ایک سنٹر میاں شفیع صاحب کے علاقے میں ہے۔ابھی میاں صاحب بھی اس بارے میں بات کر رہے تھے۔میں بھی ان کی تائید کروں گا کہ وہاں پر ڈیڑھ سوایکڑ پر آپ جو سکول بنوا رہے ہیں خدارا وہ کسی اور جگہ پر بنائیں۔ہمارا وہ ریسرچ سنٹر جو کہ oil seed purpose کے لئے بنایا گیا ہے اس کی زمین نہ لی جائے۔بجائے اس کے کہ ہم اس سنٹر کو مزید develop کریں ہم الٹا اس کی ڈیڑھ سو یا سوایکڑ زمین چھین کر سکول کے لئے دے رہے ہیں۔مہربانی فرما کر یہ سکول کسی اور جگہ پر shift کیا جائے،وہاں پر میاں شفیع صاحب کی زمین ہے ان سے معاوضہ دے کر زمین لی جا سکتی ہے۔اسی طرح خان پور میں Oil Research Centre ہے۔میں سب بھائیوں،پورے ہاؤس سے یہ درخواست کروں گا کہ 4 چک خان پور کے Oil Seed Research Center اور 101/P رحیم یار خان پر رینجرز والوں نے Cotton Research Center قبضہ کیا ہوا ہے۔

جناب سپیکر:ہاؤس کا وقت پندرہ منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

جناب جاوید حسن گجر: جناب سپیکر! وہ عمارت ہمارے محکمہ زراعت کی ملکیت ہے۔ خدارا! رینجرز کو وہاں سے shift کروایا جائے۔ Oil Seed Research Centre Khan Pur میں بھی رینجرز کا ہیڈ کوارٹر ہے اور رحیم یار خان 101/P میں بھی رینجرز کا ہیڈ کوارٹر ہے یہ وہاں سے shift کئے جائیں تاکہ ہمارے ریسرچ انسٹیٹیوٹس بہتر طور پر کام کر سکیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: محترمہ نگہت ناصر شیخ صاحبہ!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: شکریہ۔ جناب سپیکر! زراعت ہمارے ملک کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ جس طرح ہم سب جانتے ہیں کہ کسی بھی جاندار میں ریڑھ کی ہڈی کلیدی حیثیت رکھتی ہے لیکن پاکستان ایک زرعی ملک ہونے کے باوجود زراعت کے شعبے میں پسماندگی کی طرف جا رہا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان وجوہات کا پتا لگایا جائے جس کی وجہ سے ہمارا زرعی شعبہ ترقی کرنے کی بجائے پسماندگی کی طرف جا رہا ہے اور بہت زیادہ ضرورت ہے کہ ان وجوہات کو ختم کیا جائے۔ سب سے زیادہ جو مسئلہ زراعت کو درپیش ہے وہ پانی کا مسئلہ ہے۔ بھارت نے ڈیم بنا کر جو پانی کی کمی ہمارے ملک میں پیدا کی ہے اصولاً تو ہم سب کو سراپا احتجاج بننا چاہئے تھا لیکن اس مسئلے کو کسی نے اٹھایا ہے اور نہ ہی کسی نے کوئی احتجاج کیا ہے لیکن اب بھی جو پانی میسر ہے وہ ہماری فصلوں کے لئے ناکافی تو ہے لیکن اس میں سے بھی پانی کا ایک بہت بڑا حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس پانی کو بہتر طریقے سے استعمال میں لایا جائے۔ نالے، نہریں اور کھالے وغیرہ ہیں، اگر ان کو پختہ کر دیا جائے تو بہت سا پانی ضائع ہونے سے بچ جائے گا۔ پانی کے ضائع ہونے سے نہ صرف فصلوں میں کمی ہوتی ہے بلکہ پانی زیر زمین جا کر زرخیز زمینوں کو بنجر بھی کر دیتا ہے اس لئے پانی کے مسئلے کو خصوصی طور پر سامنے رکھ کر اس کے لئے انتظامات کرنے چاہئیں۔

جناب سپیکر! اس کے علاوہ زراعت کو جو دوسرا اہم مسئلہ درپیش ہے وہ زرعی ادویات اور کھاد کی عدم دستیابی ہے۔ زرعی ادویات کے سلسلے میں عرض کروں گی کہ جعلی ادویات کے سلسلے میں سخت کارروائی ہونی چاہئے اور آپ کے توسط سے وزیر اعلیٰ پنجاب سے اپیل کروں گی کہ جس طرح انہوں نے میڈیسن میں اور آٹے کے بحران کے سلسلے میں سخت احکامات جاری کئے اور بہتر حکمت

عملی کے تحت آٹے کے بحران پر قابو پالیا گیا ہے۔اسی طرح جعلی ادویات فروخت کرنے والوں کے خلاف بھی سخت کارروائی کی جائے۔ جعلی زرعی ادویات میں ایک اہم حصہ samplingکا عمل ہے۔ اگرsamplingکے عمل کو شفاف کر دیا جائے تو بہتری ہو سکتی ہے۔اس کے علاوہ اس سلسلے میں جو فرمیں اور کمپنیاں مجرم ثابت ہوتی ہیں ان کو جو سزائیں دی جاتی ہیں ان سزاؤں کو سخت کر دیا جائے۔ samplingکا عملہ ایماندار ہو اور وہ شفاف طریقے سے samplingکرے۔ 2002میں samplingکے تحت158مقدمات درج ہوئے تھے جن میں سے صرف 128مقدمات پر کارروائی ہوئی۔ان میں سے بھی بہت سے ایسے cases تھے جن پر کوئی actionنہیں لیا گیااور انہیں چھوڑ دیا گیا جبکہ ضرورت اس بات کی تھی کہ ان کے خلاف سخت کارروائی ہوتی۔اس قانون کے تحت پانچ لاکھ روپے جرمانہ اور تین سال قید ہے جبکہ میری تجویز یہ ہے کہ ان سزاؤں کو بڑھا کر پانچ سال قید اور پندرہ سے بیس لاکھ روپے جرمانہ کر دیا جائے۔ سخت سزاؤں کے تحت جعلی ادویات کا کاروبار کرنے والوں کی یقیناً حوصلہ شکنی ہو گی۔جہاں تک کھاد کی عدم دستیابی کا تعلق ہے یہ ایسے ہی ہے جیسے چند مفاد پرست لوگوں نے آٹے کا بحران پیدا کیا تھا، کھاد کی shortageبھی انہی مفاد پرستوں نے جعلی طور پر پیدا کی ہوئی ہے۔اس سلسلے میں بھی اگر بہتر حکمت عملی اختیار کی جائے اور ذخیرہ اندوزوں کے خلاف سخت کارروائی کی جائے تو میں سمجھتی ہوں کہ کھاد کی قلت کو دور کیا جا سکتا ہے۔ابھی کچھ دن پہلے تک گندم کی فصل کو کھاد کی اشد ضرورت تھی لیکن آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ میری ناقص معلومات کے مطابق جو کھاد کی ملکی پیداوار ہے وہ ملکی ضرورت کے لئے ناکافی ہے اور ہم نے باہر سے جو کھاد منگوائی وہ جہاز گوادر پورٹ پر لنگر انداز ہو گئے۔مرکزی حکومت اگر بروقت۔۔۔

جناب سپیکر: آپ کا وقت ختم ہوا۔بہت مہربانی، بہت شکریہ۔کرنل نوید ساجد صاحب!

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! میرے ساتھ ایسا کیوں کیا جا رہا ہے؟

جناب سپیکر: محترمہ! آپ نے ساری باتیں کر لی ہیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! ابھی کچھ باقی ہیں۔

جناب سپیکر: آپ اس وقت موجود نہیں تھیں جب ہم نے time fixکیا تھا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! کسی نے بھی اس ٹائم میں بات نہیں کی۔ سب نے زیادہ ٹائم لیا ہے ابھی ہمارے ساتھی نے دس منٹ سے زیادہ بات کی ہے۔

جناب سپیکر: ایسا نہ کریں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب! آپ خود ٹائم دیکھیں۔

جناب سپیکر: اگر آپ مزید بات کرنا چاہتی ہیں تو ان کے بعد آپ بات کر لیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! میں نے تو دو منٹ میں بات ختم کر دینی تھی۔ میری کوئی لمبی تقریر نہیں ہے۔

جناب سپیکر: آپ کریں اور جتنی دیر مرضی کریں۔ میں آپ کو نہیں ٹوکوں گا اور نہیں روکوں گا۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب والا! میں بیٹھ جاتی ہوں۔

جناب سپیکر: نہیں، میں آپ سے کہہ رہا ہوں کہ آپ اپنی تقریر کرتی جائیں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: لیکن جناب! آپ جس طرح ٹائم دے رہے ہیں آپ تقریر کرتی جائیں آپ ٹوکیں گے نہیں۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ کریں۔

محترمہ نگہت ناصر شیخ: جناب سپیکر! بس میں دو منٹ اور لوں گی۔ میں یہ کہہ رہی تھی کہ مرکزی حکومت اگر بروقت انتظامات کر لیتی تو یہ جو کھاد کا بحران پیدا ہوا ہے اس پر قابو پایا جا سکتا تھا۔ آخری point یہ ہے کہ print media اور electronic media کے ذریعے کاشتکاروں کو خصوصی تربیت دی جانی چاہئے۔ کھاد کو بروقت استعمال کرنے کا طریق کار بھی بتانا چاہئے کیونکہ ہمارا جو کاشتکار طبقہ ہے اور خصوصاً جو چھوٹے کاشتکار ہیں وہ زیادہ تر ان پڑھ ہیں، ان کو ادویات کے استعمال کا صحیح طریقہ معلوم نہیں ہے۔ اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ہمارے کاشتکاروں کو تربیت دی جائے، فصل کی بوائی کے وقت ان کو بتایا جائے اور electronic and print media کے ذریعے ان کو اس بات سے آگاہی حاصل ہو کہ ہم نے کھاد کو کیسے اور کس وقت استعمال کرنا ہے؟ شکریہ

جناب سپیکر: جناب کرنل صاحب!

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: محترمہ بہت معزز ہیں اگر اور ٹائم چاہئے تو میں اور انتظار کر لیتا ہوں۔

جناب سپیکر: ہم نے تو ان کو کہا ہی نہیں ہے کہ اپنی بات ختم کریں۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: ٹھیک ہے۔ جناب!

جناب سپیکر: خود ہی انہوں نے کہہ دیا ہے کہ ٹھیک ہے۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: جناب والا! آپ کی بڑی محبت ہے۔ آپ کا شکریہ کہ آپ نے ٹائم دیا۔ میرے خیال میں، میں آخری مقرر ہوں۔۔۔

جناب سپیکر: نہیں، آپ آخری مقرر نہیں ہیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: جناب سپیکر! وزیر موصوف کے علاوہ۔

جناب سپیکر: اس کے علاوہ بھی ہیں۔

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: جناب سپیکر! باقی کوئی ہے ہی نہیں، سب چلے گئے ہیں۔ سب سے پہلے میں ایک point clarify کر دوں اس کے بعد میں تین points پر بات کروں گا زیادہ لمبی بات نہیں کروں گا اور چھ منٹ کے اندر اپنی بات ختم کر دوں گا۔ بہت سے دوستوں نے یہاں پر point اٹھایا کہ وفاقی حکومت نے گوادر پر کھاد اتاری ہے، کراچی نہیں اتاری۔ یہ ایک ٹیکنیکل چیز ہے جس کو سمجھنا چاہئے۔ کراچی بندر گاہ کی جو worth ہے وہ چار سو ٹن سے زیادہ کھاد نیچے ٹرانسپورٹ نہیں ہو سکتی تھی۔ اگر مرکزی حکومت وہ کھاد کراچی میں اتار دیتی تو وہ کھاد ہمیں نہیں ملنی تھی۔ گوادر کی worth جو ہے اس پر ایک ہزار ٹن کی capacity ہے۔ جب ایک ہزار ٹن کی capacity کی وجہ سے ہم لیٹ ہو گئے ہیں تو 400 سے پتا نہیں کہاں پہنچ جاتے؟ اچھائی کو بھی اگر برائی میں لیا جاتا ہے تو مجھے نہیں سمجھ آتی کہ پھر اچھائی کیا ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! دوسری بات میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ حکومت پاکستان نے بہت بڑا اور اچھا قدم اٹھایا کہ جب پاکستان میں کھاد کی قلت تھی حکومت پاکستان نے کھاد import کی اتنے اچھے اقدام کو بھی ہم negative لے کر جا رہے ہیں۔ بات صرف اتنی سی ہے کہ 15 ہزار ٹن کھاد پاکستان کی روزانہ کی پیداوار ہے، پرائیویٹ سیکٹر میں پندرہ ہزار ٹن پیداوار ہے اگر اس کو ہم bags میں convert کریں تو تین لاکھ bags بنتے ہیں۔ تین لاکھ bags جو ہماری production ہے پتا نہیں کہاں جا رہی ہے؟ اگر تین لاکھ ٹن روزانہ کے حساب سے calculate کیا جائے تو جس دن سے کھاد کا problem چل رہا ہے اس حساب سے اب تک پورا پاکستان کھاد و کھاد ہو جانا تھا لیکن اس کا مجھے نہیں پتا کہ وہ production کہاں ہے؟

جناب سپیکر: وہ آپ کو نہیں پتا کہ کارخانے چل رہے تھے کہ بند تھے؟

کرنل (ریٹائرڈ) نوید اقبال ساجد: جناب والا! بات یہ ہے کہ جو کارخانوں میں کھاد پڑی ہوئی ہے جو ڈیلروں کو کھاد آ رہی ہے وہی کھاد ہے جس کو اگر حکومت اپنی وساطت سے تقسیم کرواتی تو زیادہ بہتر تھا۔ دوسرا اس میں بڑا اہم point ہے جو bug ہے وہ یہ ہے کہ ہم نے ڈیلروں کے بارے میں بہت بات کی۔ یہاں پر جو production units ہیں ان کی بات نہیں کرتے جو کہ ڈیلروں کو اور کسان کو بھی blackmail کر رہے ہیں۔ انہوں نے یہ شرط لگا رکھی ہے کہ جب آپ ایک ہزار ٹن urea لیں گے تو اس کے ساتھ 400 bags D.A.P کا بھی لیں گے اور پونے دو سو bags آپ phosphorus کے بھی لیں گے۔ ابھی phosphorus کا season نہیں ہے phosphorus بکتی نہیں ہے، D.A.P، بکتی نہیں ہے جس وجہ سے جب ڈیلر بلیک میل ہوتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میری قیمت بڑھا دی جائے تو جس کھاد کی 660 میں بکنگ ہوتی ہے وہ اس وقت مارکیٹ میں 750 میں مل رہی ہے اور وہی کھاد 1800 روپے تک بکی ہے۔ اگر ہم اس چیز کو صرف پالیسی میں لے لیں کہ ہم ان کے اوپر بھی تو ban لگائیں کہ یوریا کے ٹائم پر یوریا دیں اس کے ساتھ یہ تو نہیں کہ باٹا کے ساتھ آپ سروس کی چپل بھی لے کر جائیں گے۔ جب اس طرح کی قدغن لگتی ہے تو definitely کسان suffer کرتا ہے اور یہاں پر سب سے مجبور انسان کسان ہی ہے جو نہ اپنی چیزوں کی قیمت لگا سکتا ہے،

جس طرح یہاں ایک صاحب نے فرمایا کہ اس میں اتنی طاقت بھی نہیں ہے کہ جو چیزیں وہ پیدا کرتا ہے اس کو اپنے حساب سے بیچ سکے۔اس کو بھی ساہو کار، بیوپاری لوٹ کر لے جاتے ہیں۔اس کے بعد بات کی گئی کہ کھاد کا بڑا اچھا نظام بنایا گیا اس کی تقسیم کو ہم نے بڑا appreciate کرنے کی کوشش کی۔میں گزارش یہ کرنا چاہتا ہوں کہ ڈسٹرکٹ رحیم یار خان میں تحصیل لیاقت پور ہے وہاں پر آج بھی سنٹر نہیں ہے۔اس تحصیل کا 6 لاکھ ایکڑ رقبہ under cultivation ہے، اگر چولستان کو ساتھ ملا لیا جائے تو 7 لاکھ ایکڑ رقبہ بنتا ہے۔اگر 7 لاکھ ایکڑ والی تحصیل ہمارے ڈیپارٹمنٹ کو نظر نہیں آتی ہے تو مجھے نہیں پتا کہ باقی تحصیلوں کا کیا حشر ہوا ہوگا؟ اس چیز کو ضرور مدنظر رکھا جائے کہ main growing area کی ضروریات کو پورا کیا جائے اور وہاں پر N.F.M.L کا عارضی point بنایا جائے تاکہ لوگوں کو کھاد مل سکے کیونکہ ابھی آگے اور بحران آنے والے ہیں کیونکہ کپاس کا سیزن شروع ہونے والا ہے۔

جناب سپیکر! دوسری بات water management کی ہے جس طرح پہلے میرے بھائی نے کہا، We understand کہ پانی کم ہے، پانی کم ہو تو ایک ایک گھونٹ سارے پی لیتے ہیں لیکن ہمارے ہاں اتنی غیر منصفانہ تقسیم ہے کہ اگر آپ south and Upper Punjab کی پانی کی تقسیم دیکھیں تو آپ کو پتا چل جائے گا۔Upper Punjab میں میٹھا پانی بھی ہے، South میں تو پانی میٹھا نہیں ہے۔زیر زمین پانی بھی کسی قابل نہیں ہے، پی سکتے ہیں اور نہ ہی فصلوں کو لگا سکتے ہیں۔اس کے لئے صرف اتنا کر لیا جائے کہ ایگریکلچر ڈیپارٹمنٹ اپنے point of view سے دیکھ لے کہ کس ایریا کو کس وقت پانی زیادہ دینا ہے کیونکہ جو wheat growing area ہے اس کو پانی کی زیادہ ضرورت ہے اور جس ایریے میں wheat کم ہے وہاں ضرورت کم ہے لہذا ہم نے اس کی management کو بہتر بنانا ہے تو اس کے لئے میں حکومت سے گزارش کروں گا کہ ایگریکلچر اور اریگیشن ڈیپارٹمنٹ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر کام کریں گے تو بہتر ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: ٹائم 15 منٹ بڑھا دیا جائے۔

کرنل (ر) نوید اقبال ساجد: جناب سپیکر! تیسری بات یہ ہے کہ رحیم یار خان کا ایریا ریتلا ہے جس میں پانی seeping کر جاتا ہے، let us say ایک موگے سے ڈیڑھ کیوسک پانی مل رہا ہے تو وہ

seeping کی وجہ سے پورا پانی نہیں پہنچتا تو جب ہم نے کھالوں کو پختہ کرنا ہے تو میں محکمہ سے یہ گزارش کروں گا کہ پورس لینڈ کو priority دیتے ہوئے اس کے کھالوں کو پکا کیا جائے تاکہ اس چیز سے بھی بچا جا سکے۔

جناب سپیکر! میرا آخری پوائنٹ یہ ہے کہ چولستان ایک بہت بڑا ایریا ہے جہاں پر لاکھوں ایکڑ اراضی ہے، آج شہروں کی زمین تنگ ہو گئی ہے، Upper Punjab میں زمینیں کم ہو گئی ہیں کیونکہ آبادیاں بڑھ گئی ہیں تو اگر ہم اگلے پانچ/سات سال میں چولستان کو آباد نہیں کریں گے تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہم بہت بڑے مجرم ہوں گے اور ایسے جرم کا ہمارے پاس شاید کوئی سد باب نہیں ہو گا لہذا میں وزیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ اس پر توجہ دیں اور اس کو آبادی کی طرف لے کر آئیں۔ بہت شکریہ

جناب سپیکر: کرنل شجاع خانزادہ صاحب!۔۔۔ نہیں ہیں۔ جی، سید حسن مرتضیٰ صاحب!

سید حسن مرتضیٰ: شکریہ۔ جناب سپیکر!

میں اپنے بچوں کو باتوں میں لگا لیتا ہوں
جب سرِ راہ کھلونوں کی دکاں آتی ہے

جناب سپیکر! آج آپ حسن گجر صاحب کی performance دیکھ رہے ہیں پچھلے دنوں میں نے ان کے بارے میں بات کی تھی اور میں نے صحیح کہا تھا کہ گجر اچھا perform کر سکتے ہیں لیکن ان کا غلط استعمال کیا جا رہا ہے۔

جناب سپیکر! میں وزیر صاحب کی توجہ چاہوں گا۔ کاشتکار کے ساتھ جو زیادتی اور ظلم ہو رہا ہے اس کی وجہ اس کی تقدیر لکھنے والے، اس کی تقدیر کا فیصلہ کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کا کاشتکاری کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ کاشتکار اس وقت تک خوشحال نہیں ہو سکتا جب تک اس کی تقدیروں کے فیصلے بیوروکریسی کرے گی۔ یہ ٹھنڈے کمروں میں بیٹھنے والوں پر کروڑوں روپے کے فنڈز خرچ ہوتے ہیں اور ان کی حالت یہ ہے کہ یہ اپنی کلاس کو بھی معاف نہیں کرتے۔ یہاں آپ دیکھیں کہ ڈی ایم جی والے پی سی ایس کو برداشت نہیں کرتے تو یہ ایک غریب کاشتکار کو کس طرح برداشت کر سکتے

ہیں۔ مجھے یہاں بتایا جائے کہ جب سے یہ fertilizer crisis and pedi crisis چل رہے ہیں کاشتکار کو خریدار نہیں ملتا، جس فصل کی قیمت گورنمنٹ نے 2 ہزار مقرر کی وہ 1300 / 1200 روپے میں بک رہی تھی، مجھے منسٹر صاحب یا سیکرٹری ایگریکلچر بتا سکتے ہیں کہ انہوں نے کتنے اضلاع کا دورہ کیا، انہوں نے کہاں کہاں جا کر کاشتکار کے مسائل سنے؟ یہ نہیں بتا سکیں گے۔ یہاں پر دہری پالیسی بنائی گئی ہے، کاشتکار کے لئے اور ہے اور سرمایہ دار کے لئے اور ہے۔ اگر سرمایہ دار کا کوئی sick unit or any industry نقصان میں چلی جائے تو وہ insurance claim کرتا ہے اور اگر وہ bank default کر جاتا ہے تو اسے کوئی کان سے پکڑ کر حوالات میں بند نہیں کرتا چاہے، اس کی ماچس فیکٹری ہی کیوں نہ ہو اور دوسری طرف وہ سفید پوش کاشتکار ہے جو کروڑوں روپے کی زمین mortgage کرواتا ہے اور اسے ہزاروں میں قرضہ دیا جاتا ہے اور اس کی فصل کا کوئی خریدار نہ ہو، اس کے پاس پیسا نہ ہو تو اسے ایک نائب تحصیل دار کان سے پکڑتا ہے اور جا کر حوالات میں بند کر دیتا ہے۔ جس وقت تک یہ روش نہیں بدلی جائے گی، جس وقت تک یہ ذہن نہیں بدلا جائے گا اس وقت تک ہمارا کاشتکار بہتر نہیں ہو سکتا۔ آپ دیکھیں، میرے پاس ثبوت موجود ہیں، تین / تین سال سے گنے کے کاشتکار کو پیسا نہیں ملا۔ وہ کین کمشنر کے پاس جاتا ہے تو وہ اس کی بات نہیں سنتا کیونکہ کوئی بھی حکومت آ جائے لیکن sugarcane industry ہمیشہ اقتدار میں رہتی ہے لیکن Cane Commissioner غریب کاشتکار کی نہیں سنتا۔ ہمارے وزیر زراعت نے کیا کیا ہے اور ہمارے محکمہ زراعت نے کیا کیا ہے؟ میں یہاں یہ تجویز دوں گا کہ اگر آپ کسان کی خوشحالی چاہتے ہیں تو اس کے C.P.R کو جو گنے کے عوض اس کو کاغذ کا ایک ٹکڑا پکڑا دیتے ہیں اس کو چیک کا درجہ دیا جائے۔ اگر اس کا وہ چیک dishonour ہو تو اس مل کے خلاف پرچہ بھی درج ہو اور اس سے زبردستی پیسے نکلوا کر دیئے جائیں۔

جناب سپیکر! اگر آپ D.C.O کے پاس شکایت کریں اور وہ مل مالک کے خلاف لکھے تو ایک ہزار روپے سے زیادہ جرمانہ نہیں ہوتا۔ اگر شوگر مل کے مالک کو ایک ہزار روپے جرمانہ ہو جائے تو اسے کیا نقصان ہے۔ ہمارے ہی پیسے سے وہ کاروبار کر رہا ہے اور بار بار وہ ہمارا پیسا استعمال کر کے اس پر mark up وصول کر کے سستے داموں گنا خریدتا ہے۔ آپ دیکھیں اس وقت 125 روپے میں گنا بک رہا ہے اور جب شروع ہوا تھا تو 90 روپے میں خرید رہے تھے۔ ان کو 90 روپے پر بھی منافع تھا اور آج

125 روپے میں بک رہا ہے تب بھی وہ منافع میں ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارا جو sugar cess کاٹا جاتا ہے میں دعوے کے ساتھ یہاں کہتا ہوں کہ وہ زمیندار پر خرچ نہیں ہوتا۔ اس سے زمیندار کے لئے سڑکیں نہیں بنتیں۔ وہ پیسا بھی ادھر لاہور میں آتا ہے اور یہاں سے اپنی مرضی کے مطابق لگایا جاتا ہے۔ میں وزیر صاحب سے کہتا ہوں کہ وہ یہاں اس کی distribution لا کر دکھادیں۔ میں مان جاؤں گا کہ اگر اس میں سے 30 فیصد بھی ہمارے علاقوں میں خرچ ہوا ہو۔

جناب سپیکر! اگر آپ بہتری چاہتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ پالیسی بناتے وقت غریب کاشتکار کے نمائندوں کو اس میں شامل کریں۔ اس میں امراء کو شامل نہ کریں۔ آپ دیکھیں گے کہ جب کوئی اپنے لئے پالیسی بنائے گا تو وہ کوئی آدمی بھی غلط نہیں بنا سکتا۔ ہمارے ساتھ تو یہ عجیب ظلم ہے کہ ہمارے خام مال کی قیمت بھی سرمایہ دار لگاتا ہے اور جب ہماری فصل تیار ہو جاتی ہے تو اس کی قیمت بھی سرمایہ دار لگاتا ہے۔

جناب سپیکر! اس کے بعد میں یہاں آپ کی وساطت سے وزیر زراعت سے گزارش کروں گا کہ اگر یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے دیہات آباد رہیں تو انھیں شہروں میں ہونے والی امیگریشن کو روکنا ہوگا۔ یہ ڈنڈوں سے نہیں ہوگا بلکہ انھیں چاہئے کہ ہمارے دیہاتوں میں لوگوں کو سہولیات دیں۔ لوگوں کے لئے اچھی تعلیم کا بندوبست کریں، اچھے ہسپتالوں کا بندوبست کریں، اچھی رہائش گاہوں کا بندوبست کریں اور ایسی پالیسی کی awareness کے لئے electronic media اور print media کے ذریعے ایسے پروگرام مرتب کریں کہ وہ شہروں کا رخ ہی نہ کریں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! بہت مہربانی بہت شکریہ

سید حسن مرتضیٰ: جناب سپیکر! آپ کی بڑی مہربانی کہ آپ نے وقت دیا۔ میں آپ کا بے حد مشکور ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ جی، میاں رفیق صاحب!

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! زراعت ایک بہت وسیع مضمون ہے۔ اس پر بہت بحث ہو سکتی ہے اور معزز ممبران نے اپنے اپنے انداز میں بحث کی ہے۔ آج کی بحث یوریا کھاد کی دستیابی، عدم دستیابی،

short supply اور manual operator supply پر confine تھی۔ میں ایک تجویز اس معزز ایوان کے سامنے رکھتا ہوں کہ کوئی کمیٹی مقرر کی جائے جو probe کرے کہ ہر season پر جس کھاد کی ضرورت ہوتی ہے وہ کھاد کیوں غائب ہو جاتی ہے، اس کی کیا وجوہات ہیں؟

جناب سپیکر: آپ تجویز دیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! supply کے حوالے سے discrimination اور disparity ٹھیک نہیں ہوتی۔ میں نے آج ہی ٹوبہ ٹیک سنگھ سے فیکس منگوائی ہے کہ وہاں ایک ایکٹر کے لئے دو bags لازمی چاہئیں لیکن وہاں پر جو supply ہوئی ہے وہ میں آپ کے گوش گزار کرتا ہوں۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں 169566 ایکٹر، گوجرہ میں 129286 ایکٹر اور کمالیہ میں 126805 ایکٹر رقبہ زیر کاشت ہے لیکن وہاں پر جو کھاد supply کی گئی ہے آپ حیران ہوں گے کہ discrimination اور disparity ایک ہی ضلع میں پیدا کی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ F.F.C, N.F.C, Daood, Angro, Pak American اور Pak Arab کی supply جو وہاں گئی ہے اس میں ٹوبہ ٹیک سنگھ تحصیل میں صرف 84770 bags تقسیم ہوئے ہیں جبکہ گوجرہ تحصیل میں 188530 bags تقسیم ہوئے اور کمالیہ میں 105700 bags تقسیم ہوئے ہیں۔ یہ تقسیم کا ایک واضح فرق ہے۔ یہ کام وہاں اس لئے ہوا ہے کہ گوجرہ میں (ق) لیگ والے بیٹھے ہیں اور کچھ دوست پیپلز پارٹی کے بھی بیٹھے ہیں۔ اسی طرح سے کمالیہ میں بھی (ق) لیگ کے ہیں اور وہاں بھی supply زیادہ ہے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ میں زیر کاشت رقبہ بھی زیادہ ہے لیکن ان کو یوریا کھاد کی supply آدھی ہے۔ یہ discrimination کیوں ہے؟ میرا سوال یہ ہے کہ۔۔۔

جناب سپیکر: ہم آپ سے تجویز مانگ رہے ہیں اور آپ سوال کر رہے ہیں۔

میاں محمد رفیق: جناب سپیکر! ترقی پذیر ملکوں میں جب تک پبلک سیکٹر اور پرائیویٹ سیکٹر ساتھ ساتھ نہیں چلیں گے اس وقت تک ملک ترقی نہیں کر سکتا۔

جناب سپیکر! میری تجویز یہ ہے کہ ہمیں دیکھنا ہو گا کہ ہمارے جو کارخانے کھاد پیدا کرتے ہیں تو ان کی supply جو چور دروازے سے black ہوتی ہے اس کو بھی روکا جائے۔ اس کے علاوہ ہمیں پبلک سیکٹر میں اور کارخانے لگانے چاہئیں۔

جناب سپیکر: بہت مہربانی۔ اب آپ تشریف رکھیں۔ جی، شیر علی صاحب!

جناب شیر علی خان: جناب سپیکر! ائیرپورٹ پر جو cold storages بن رہے ہیں ان میں اسلام آباد انٹرنیشنل ائیرپورٹ پر 110 ملین کا جو cold storage بن رہا ہے میں آپ کی وساطت سے وزیر صاحب کے علم میں یہ بات لانا چاہ رہا ہوں کہ اگر یہ پرانے ائیرپورٹ پر بن رہا ہے تو نیا ائیرپورٹ میرے حلقے میں ہے اس پر کام شروع ہے اس کے متعلق کہا گیا ہے کہ تین سال میں ائیرپورٹ مکمل ہو جائے گا اگر cold storage نئے ائیرپورٹ پر بنایا جائے تو بہتر ہو گا کیونکہ تین سال بعد یہ نہ ہو کہ اس کو اٹھا کر وہاں لے جانا پڑے۔ شکریہ

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔ ہاؤس کا وقت مزید 6 منٹ کے لئے بڑھایا جاتا ہے۔ اولکھ صاحب! آپ کے پاس wind up کرنے کے لئے 6 منٹ ہیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! یہاں پر کافی سوالات اٹھائے گئے ہیں۔ آپ مہربانی کریں اور مجھے تفصیل سے بات کرنے دیں۔ یہاں بہت اہم points discuss ہوئے ہیں۔ یہ مسئلے منٹوں سے حل نہیں ہوتے۔

جناب سپیکر: آپ جتنا مرضی ٹائم لے لیں۔ کیا آپ 6 منٹ سے زیادہ ٹائم لینا چاہتے ہیں؟

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! آپ ٹائم بڑھاتے رہے گا۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! یہاں پر چند points سامنے آئے ہیں۔ سب سے پہلے یہاں پر پنجاب سیڈ کارپوریشن کے بارے میں بات ہوئی ہے۔ گزشتہ سال 11 لاکھ من بیج procure کیا گیا تھا لیکن اس سال تمام تر shortage کے باوجود 13 لاکھ من گندم کا بیج procure کیا

گیا ہے۔ ہم نے سیڈ کارپوریشن کو targets دیئے ہیں۔ جتنے بھی ہمارے معاملات ہیں، موجودہ حکومت تمام چیزوں کو دیکھ رہی ہے، تمام محکموں کی کارکردگی کو بڑھایا جا رہا ہے، پہلے والا status اب ختم ہو رہا ہے۔ زراعت کوئی ایسا شعبہ نہیں ہے کہ اس کے چند دنوں میں فیصلے ہو جائیں۔ تمام معاملات long term ہیں۔۔۔

جناب سپیکر: تھوڑا سا خیال کریں کیونکہ یہی شعبہ ہے جس میں تین سے چھ مہینے کے اندر اندر results آ سکتے ہیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں بتاتا ہوں۔ یہاں پر P.A.M.C.O کی بات ہو رہی تھی کہ 05-2004 سے لے کر 09-2008 تک انہوں نے 10 کروڑ 35 لاکھ روپے کی رقم استعمال کی ہے اور ایک آنے کا کام نہیں ہوا۔ اب جونہی موجودہ حکومت برسر اقتدار آئی تو حکومت نے فیصلہ کیا کہ اس کا کوئی function ہونا چاہئے، کوئی کارکردگی ہونی چاہئے۔ P.A.M.C.O پنجاب ایگریکلچر مارکیٹنگ کمپنی کا مخفف ہے۔ اس کمپنی کو ٹارگٹ دیا گیا ہے کہ اتنے محدود وقت میں آپ نے اتنا کام کرنا ہے، ان کو پچاس ملین seed money دی گئی ہے۔ اس کے بعد وزیر اعلیٰ صاحب نے متعدد meeting کی ہیں جن میں یہ فیصلہ ہوا ہے کہ جو perishable crops ہیں جیسے سبزیات، پھل، mango اور citrus وغیرہ ہیں کیونکہ اس کی self life تھوڑی ہوتی ہے اور جلدی خراب ہو جاتے ہیں لہذا ان کو محفوظ کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی طریقہ وضع کیا جائے۔ یہ نہیں کہ اس کے لئے صرف کولڈ سٹوریج بنائے جا رہے ہیں۔ لاہور کا کولڈ سٹوریج چھ ماہ سے کم عرصے میں 79 کروڑ کی لاگت سے مکمل ہو چکا ہے۔ بے نظیر ایئرپورٹ اسلام آباد پر 11 کروڑ 90 لاکھ روپے سے زمین خرید لی گئی ہے، فیصل آباد ایئرپورٹ 11 کروڑ 40 لاکھ، شیخ زید ایئرپورٹ رحیم یار خان کولڈ سٹوریج کی تعمیر کے لئے 11 کروڑ 20 لاکھ، ملتان ایئرپورٹ پر 11 کروڑ 50 لاکھ روپے جس کا ٹوٹل تقریباً 46 کروڑ روپیہ بن جائے گا۔ اس کے لئے پیشگی رقم دے دی گئی ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب نے فوری طور فنڈز release کر دیئے ہیں۔ اس کے علاوہ صرف یہ نہیں کہ کولڈ سٹوریج بنائیں گے بلکہ اس سے دو ارب روپے کی export ہو گی۔ 31 ٹن بیف اور مٹن Gulf کو لاہور ایئرپورٹ سے export ہوا ہے۔ اس کے لئے

بڑی تیزی سے کام ہو رہا ہے۔ ہمارا پھل مینگو جو پنجاب 78 فیصد پیدا کر رہا ہے اور زیادہ تر ملتان کے علاقے میں ہے اس کا باقاعدہ process ہے، ان کی gradation ہے پھر packing ہے جس کے لئے P.A.M.C.O کو ٹارگٹ دیا گیا ہے۔ اس کے علاوہ اس کمپنی کو بھلوال میں ٹارگٹ دیا گیا ہے کیونکہ وہ citrus کا علاقہ ہے۔ یہ P.A.M.C.O کی تین چار ماہ کی کارکردگی ہے۔ اس کے بعد میں P.A.R.B کے حوالے سے عرض کروں گا کہ یہ 1997 کے ایکٹ کے تحت تشکیل پایا تھا لیکن گزشتہ پانچ چھ سال سے آج تک اس پر کوئی کام نہیں ہوا۔ اب اس کو جو پیسے دیئے گئے ہیں اس میں 186 کمپنیاں آئی تھیں۔ Competitive research کے لئے باقاعدہ ٹیکنیکل گروپ بنا دیئے گئے ہیں یعنی ریسرچ کے لئے ایک ارب روپے رکھے گئے ہیں جس پر تیزی سے کام ہو رہا ہے اس سے پہلے یہ بالکل dead تھا۔

جناب سپیکر: ہاؤس کا وقت مزید دس منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! سیڈ کارپوریشن پہلے بیس لاکھ ٹن بیج تیار کر رہا تھا۔ اب ہم نے اس کو ٹارگٹ دیا ہے۔ اس کی capacity بڑھانے کے لئے 13 سے 18 لاکھ من تک بیج تیار کریں گے، کپاس کا بیج ایک سے ڈیڑھ لاکھ من تیار کیا جائے گا، دھان کا بیج 17 ہزار من سے سوا لاکھ من تیار کیا جائے گا، hybrid مکئی بیج پانچ ہزار سے دس ہزار من، دالوں کے لئے پندرہ ہزار سے پچیس ہزار من، آلو سبزی کے لئے بیس سے تیس ہزار من تیار کیا جائے گا۔ اس کے بعد سیڈ پلانٹ کی پیداواری گنجائش کے لئے پچاس لاکھ سے بڑھا کر تین کروڑ روپے دیئے گئے ہیں کہ جتنے ان کے processing plant ہیں ان کی حالت خراب تھی جس کے حوالے سے ہم نے کہا کہ فوری طور پر سیڈ کی دگنی پیداوار ہونی چاہئے تاکہ کاشتکار کو سہولتیں میسر ہوں۔ بیجوں کے لئے چار فارم دیئے گئے ہیں۔ بنیادی فارم جو سیڈ کارپوریشن بنائے گی وہ نئی ورائٹی خود develop کریں گے کیونکہ انہیں ایک mandate دیا گیا ہے۔ اس کے لئے چائنا میں سیورلینڈ کمپنی سے B.T cotton بیج پر جو معاہدہ ہوا ہے وہ بھی سیڈ کارپوریشن نے کیا ہے۔ چار فارم جو دیئے گئے ہیں وہاں پر نئی ورائٹیاں تیار ہوں گی۔ pre bases seed تیار ہو گا اور کینولا بیج کا hybrid کا میگا پراجیکٹ شروع کیا جا رہا ہے،

hybrid مکئی کے لئے 79 ملین کا منصوبہ زیر منظوری ہے۔ سردیوں کے hybrid اور tunnel technology بیجوں کا ایک کروڑ مالیت کا منصوبہ شروع کیا گیا ہے۔ اس طریقے سے ڈویژنل سطح پر scientific stores کی تعمیر کے لئے 14 کروڑ روپے کی منظوری دی گئی ہے۔ سیڈ کارپوریشن کے شعبے میں اس سے پہلے کیا ہو رہا تھا لیکن اب وزیر اعلیٰ پنجاب کا تمام پہلوؤں پر concern ہے۔ میں خود کاشتکار ہوں اور اسی floor پر ہم نے مسلسل کاشتکاروں کے لئے آواز بلند کی ہے۔ آج اگر دیہاتوں میں غربت ہے تو یہی وجہ ہے کہ کاشتکار کو نظر انداز کیا گیا ہے کیونکہ اسے اپنی فصل کا صحیح معاوضہ نہیں ملتا۔ چند باتیں ایسی ہیں جن پر زمینی حقائق بیان کرنے پڑتے ہیں۔ یہ (ق) لیگ کا معاملہ ہے، (ن) لیگ کا ہے اور نہ ہی پیپلز پارٹی کا بلکہ یہ قومی معاملات ہیں اور زراعت ہمارا ایک اہم قومی شعبہ ہے جس کو سب نے مل کر آگے بڑھانا ہے اور کاشتکار کے تحفظ کے لئے کام کرنا ہے۔ اس سے بلا تفریق ایک دوسرے پر ہمیں تنقید نہیں کرنی چاہئے بلکہ جہاں خامیاں ہیں ان کو دور کرنا چاہئے۔ میں کہتا ہوں کہ کھاد پر ابھی کمیشن بنایا جا سکتا ہے۔ اگر پنجاب حکومت کی اس میں کوتاہی ہوئی تو وہ جوابدہ ہوگی۔ کھاد کا معاملہ سادہ سا ہے کیونکہ اس میں فیڈرل کا معاملہ ہے نہ صوبائی کا ہے بلکہ سب کا ہے۔ اس میں ایسے ہی بحث چھڑ جاتی ہے۔ ان اداروں کے درمیان سرخ فیتہ رکاوٹیں ڈالتا ہے جس کے اثرات حکومتوں پر پڑتے ہیں۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں ہے کہ تمام تر import فیڈرل گورنمنٹ کا ادارہ T.C.P کر رہا ہے یا N.F.C کر رہا ہے۔ جتنی بھی transportation ہے اس میں پنجاب حکومت کا کوئی دخل نہیں ہے۔ میں یوریا کھاد کی بات کر رہا ہوں کہ 48 لاکھ ٹن پیداوار ہے جس کا سب کو پتا ہے۔ ہم نے مسلسل 26 meetings اسلام آباد میں review کیں اور ہم نے واضح طور پر بتایا کہ 48 لاکھ ٹن کھاد تھوڑی ہے کیونکہ گندم کی کاشت زیادہ ہو رہی ہے۔ D.A.P. کیونکہ پاکستان میں تیار نہیں ہوتی، صرف 20 فیصد تیار ہوتی ہے جس کا ٹوٹل تقریباً 55 ہزار ٹن ماہانہ بنتا ہے اور 80 فیصد D.A.P کھاد باہر سے import کرتے ہیں جس کی وجہ سے اس کی قیمت اچانک 900 روپے سے بڑھ کر چار ہزار تک چلی گئی۔ اس میں فیڈرل گورنمنٹ نے 28۔ارب روپے کی subsidy دی اس کے باوجود بھی 3050 روپے فی بوری قیمت مقرر ہوئی۔ چونکہ مہنگی ہونے کی وجہ سے کاشتکار اس کو خرید نہیں سکتا تھا جس بناء پر اس کا 38 فیصد استعمال کم ہوا۔ کاشتکار نے پھر یوریا کا استعمال کرنا شروع کر دیا اور بار بار انہیں

بتایا کہ یوریا کھاد کا اپنا اثر ہے اور D.A.P کا اپنا ایک اثر ہے لیکن کاشتکار نے فاسفیٹ کھاد کی بجائے یوریا کھاد زیادہ استعمال کی۔ اس کی وجہ سے ہماری production کم ہوئی جس کی تفصیل میں نے پہلے آپ کو بتادی ہے کہ کس طریقے سے اس کا استعمال ہوا ہے؟ اس کے بعد جب یہ import ہو گئی تو جیسے ہمارے بھائی کرنل صاحب نے گوادر اور کراچی کی بات کی تو ہم نے priority پر کہا تھا کہ دو بر تھ لے لیں اس سے دس دن کا فرق پڑتا ہے۔ گوادر سے پھر جب یہاں پر transportation ہوتی ہے تو جب پر اتارتے ہیں پھر آگے ٹرالے آتے ہیں اس سے loading اور unloading کے اخراجات بڑھ جاتے ہیں۔ ابھی میں نے بتایا کہ کھاد فروخت کرنے کے یوٹیلٹی سٹورز کے کل points 94 ہیں اور points 28 این ایف سی کے تھے۔

جناب سپیکر! میں نے ساری تفصیل بتائی ہے کہ 3263 ڈیلر کا نیٹ ورک ہے لیکن اس وقت N.F.M.L کے 35 اور یوٹیلٹی سٹوروں کے points 94 ہیں جو کل points 129 بنتے ہیں۔ اب قائم کئے گئے points پر کون ہیں؟ وہ ادارہ بھی این ایف سی ہے جسے وفاقی حکومت کنٹرول کرتی ہے۔ کھاد کے جتنے کارخانے بھی ہیں انہیں انڈسٹریل ڈیپارٹمنٹ کنٹرول کرتا ہے اور پنجاب حکومت کا اس میں کوئی کنٹرول نہیں ہے، چاہے ایف ایف سی ہے جو 62 فیصد کھاد تیار کرتا ہے 19 فیصد کھاد اینگرو پیدا کر رہا ہے۔ اس کے علاوہ پاک امریکن، پاک عرب کھاد فیکٹری اور داؤد ہر کولیس کے کارخانے پاکستان کے اندر کھاد تیار کر رہے ہیں۔ اب گیس کی لوڈ شیڈنگ ہوئی تو سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ صاحب کی سربراہی میں ایک کمیٹی بنی جس میں سیکرٹری زراعت نے، میں نے اور وزیر اعلیٰ صاحب نے انہیں بار بار کہا کہ براہ مہربانی گیس کی لوڈ شیڈنگ کا شیڈول تبدیل کیا جائے لیکن ہماری بات کسی نے نہ سنی اور لوڈ شیڈنگ کا شیڈول تبدیل نہ ہونے کی وجہ سے کھاد فیکٹریوں کی پیداوار بند ہو گئی اور اگر یہ پیداوار ہوتی رہتی تو کوئی نہ کوئی کمی cover ہو سکتی تھی۔

جناب سپیکر! جب distribution آئی تو چند points محدود کر دیئے گئے بجائے ڈیلر نیٹ ورک جو میں نے بتائے کہ N.M.F.L کے points 35 ہیں۔ جس طرح میرے بھائی کہہ رہے تھے تو جب ship آیا تو کہیں انہوں نے زیادہ بھیج دیئے اور کہیں کم بھیج دیئے گئے۔ اس میں یہ mismanagement ہوئی ہے۔ جہاں تک پنجاب حکومت کے ملازمین کا تعلق ہے تو پنجاب

حکومت کے محکمہ زراعت کا کام کھاد فروخت کرنا نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس ایوان میں سب نے کہا کہ mismanagement ہوئی محکمہ زراعت نے mismanagement کی جس کا اخبارات میں بھی آیا ہے۔ بھئی محکمہ زراعت کا کام پیداوار بڑھانا ہے، کسان کو guide کرنا کہ کون سا بیج استعمال کرنا ہے، کس وقت کرنا ہے، کھاد کس وقت ڈالنی ہے، کون سی استعمال کرنی ہے اور پانی کب اور کس وقت دینا ہے؟ اس کے علاوہ pesticides کا کنٹرول محکمہ زراعت کا کام ہے۔ اب کھاد as such محکمہ زراعت کا کام نہیں تھا جہاں غلطیاں ہوئی ہیں میں نے ہر معزز ممبر کو کہا ہے اور میں نے پہلے عرض کیا ہے کہ میں قصور میں گیا ہوں، میں نے ساہیوال میں میٹنگ کی ہے، میں نے اوکاڑہ میں میٹنگ کی ہے اور بہاولپور، لودھراں بھی گیا ہوں اور ہر جگہ میں نے سوال کیا کہ پنجاب حکومت ایک آدمی کو بچانے کے لئے بدنام ہونے کو تیار نہیں ہے۔ اگر محکمہ زراعت کا کوئی افسر کرپشن میں ملوث ہوا تو اس کے لئے کوئی معافی نہیں ہے۔ یہ نہیں ہے کہ ایک بندے کو بچانے کے لئے پنجاب حکومت ساری بدنامی اپنے سر لے۔

اب صورتحال یہ تھی کہ جب shortage ہوتی ہے تو demand & supply کا واضح کلیہ ہے اور اس کو غلط ملط کرنے کی ضرورت نہیں ہے، demand اگر زیادہ ہے اور supply کم ہے تو مسئلہ پیدا ہونا ہے تو کیونکہ demand زیادہ تھی ایک کروڑ 40 لاکھ کی shortage تھی کس طرح پوری ہوتی؟ کرنل عباس صاحب نے جو tie up کی بات کی ہے تو tie up کس نے کیا؟ پنجاب حکومت نے نہیں کیا۔ ڈی اے پی کے ساتھ tie up کر دیا۔ ڈی اے پی کھاد کی قیمت 3000 ہزار سے 2900 روپے پر آ گئی پھر 2800 اور 2700 پر آ گئی۔ سبسڈی دی گئی تو ان کو پتا ہے جہاں calculation ہوئی ہے لیکن کھاد کمپنیوں نے یہ بہانہ بنایا کہ ہمیں ڈی اے پی میں خسارہ ہو گیا ہے۔ انہوں نے ڈی اے پی اور یوریا کو link کر دیا۔ یہ link پنجاب حکومت نے نہیں کیا بلکہ یہ اسلام آباد میں ہوا ہے۔ اب link کیا ہے تو ڈیلروں نے کہا ہے کہ ہم نے یوریا کھاد مہنگی فروخت کرنی ہے۔ میری گزارش ہے کہ پورے دس سال میں 1900 پرچے ہوئے ہیں لیکن ان چار ماہ میں 1313 پرچے ڈیلروں کے خلاف ہوئے ہیں اور انہیں اٹھا کر جیل میں پھینکا گیا ہے۔ اب بتائیں کہ تین چار ماہ میں 13/14 سو پرچے ڈیلروں کے خلاف کھاد کی بلیک مارکیٹنگ اور holding پر ہوتے ہیں تو اس سے زیادہ اتنے محدود عرصہ میں اور

کیا کیا جا سکتا تھا؟اب انہوں نے کیا کیا کہ ڈیلروں نے کھاد کمپنیوں سے کھاد اٹھانی بند کر دی۔ پنجاب حکومت کا کھاد کمپنیوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور کھاد فیکٹریاں پرائیویٹ ادارے ہیں۔اگر ان پر کسی کا کنٹرول ہے تو اسلام آباد میں انڈسٹریل ڈیپارٹمنٹ کا ہے اور وہاں پر Production Ministry اسے کنٹرول کرتی ہے اور اسے Industrial Ministry کنٹرول کرتی ہے۔اس کا پنجاب حکومت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور ان فیکٹریوں پر پنجاب حکومت کا کوئی چیک اینڈ کنٹرول نہیں ہے،اس کے علاوہ ڈیلرز ہیں تو ہماری پنجاب حکومت کے جو محکمہ زراعت پنجاب کے افسران تھے، کو اگر کوئی شکایت ملی ہے تو انہوں نے وہاں جا کر بلیک مارکیٹنگ کے ان پر پرچے درج کروائے ہیں۔۔۔

جناب سپیکر:اجلاس کا وقت مزید دس منٹ بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر زراعت(ملک احمد علی اولکھ):جناب سپیکر!یہ بڑا اہم issue ہے کیونکہ مسلسل تین ماہ سے کھاد کی یہ بحث چل رہی ہے۔چند اراکین اسمبلی اور صحافی صاحبان یہاں پر بیٹھے ہیں تو اسے غلط تو نہیں کہا جا سکتا جو facts ہیں وہ facts ہیں۔نہ تو وفاقی حکومت میں ہمارا حصہ ہے اور ہمیں ان پر تنقید بھی نہیں کرنی اور ہمیں کسی اور پر بھی تنقید نہیں کرنی۔جہاں ہماری پنجاب حکومت کا قصور ہو گا تو ہم اسے تسلیم کریں گے۔ہمارے محکمہ زراعت کے افسران کی جہاں غلطی ہوئی ہے ، میں نے اپنے تمام ممبران ساتھیوں کو کہا ہے کہ آپ ہمیں آگاہ کریں،اگر اس میں محکمہ زراعت کا کوئی افسر ملوث ہے تو فوراً کارروائی ہو گی۔ہم اسے بچانے کے لئے تیار نہیں ہیں لیکن بعد میں جب تحقیق ہوتی ہے تو حقائق کچھ اور نکلتے ہیں۔پہلے یہاں بتایا کہ store کا holding ہے تو وہاں پر میں خود گیا ہوں تو وہاں پر نہیں تھا۔ میرے بھائی حسن مرتضیٰ نے کہا ہے کہ وزیر موصوف فیکٹری پر نہیں گئے تو میں ان کے ضلع جھنگ میں گیا اور اخباری نمائندوں کی موجودگی میں پاسکو کے ڈی جی ذاکر حسین کو کہا کہ آپ لوگوں نے کیا لوٹ مار کی ہوئی ہے؟پھر میں چنیوٹ کی ایک فیکٹری میں گیا جہاں پر تین گھنٹے گزارے تو میں ان کے ضلع جھنگ کی بات کر رہا ہوں۔میں ٹوبہ ٹیک سنگھ بھی گیا ہوں لیکن بات یہ ہے کہ پاسکو کس کے ماتحت ہے،اس پر ہماری حکومت پنجاب کا چیک ہو سکتا ہے؟جب ان سے agreement کیا ہے کہ 1500روپے فی من سپر باسمتی کا کسان کو دینا تھا۔جب دینا تھا تو یہ کسان کو براہ راست چیک دیں

لیکن وہ اس مل والوں کو دے رہے ہیں جن سے انہوں نے تین ہزار روپے میں تیار چاول خرید نا تھا۔ اب 1500روپے جب آپ سپر باسمتی کے دے رہے ہیں تو اس کا چیک کسانوں کو دیں۔ ملوں کے اندر آ کر کسان دھان دیتا ہے اور پرچی کی بنیاد پر براہ راست چیک دیا جا سکتا ہے لیکن اب انہوں نے ایسا نہیں کیا تو یہ ان کی mismanagement ہے۔ پاسکو سے پنجاب حکومت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ ہم نے مسلسل میٹنگ کر کے ان سے کہا کہ خدارا! کسانوں کو بچائیں۔ واقعی لوٹ مار ہوئی ہے اور اس پر ہمیں بے حد دکھ ہے اس لئے دکھ ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب تو غریبوں اور دکھی لوگوں کے لئے کام کر رہے ہیں۔ انہوں نے غریب لوگوں کے لئے سستی روٹی فراہم کرنے کا پروگرام بنایا ہے۔ انہوں نے ذہین بچوں کے لئے 15کروڑ روپے کے انعامات رکھے ہیں، انہوں نے endowment fund قائم کیا ہے اور انہوں نے 30۔ارب روپے تعلیم کے لئے رکھے ہیں۔ یہ تو نہیں ہے کہ پنجاب حکومت کو اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں ہے۔ وزیر اعلیٰ پنجاب مسلسل کھاد کے حوالے سے خود میٹنگ لیتے رہے ہیں۔ ان کا کام نہیں تھا لیکن انہوں نے ہمارے سامنے وزیر اعظم سے بات کی۔ ابھی یہ خریف کی فصل ہے اور جب ہم نے خریف کی فصل کے موقع پر بتا دیا تھا کہ کھاد کی کمی ہے اور نظر یہ آ رہا تھا فصل بھی کم ہو گی کیونکہ گندم کا 17 ملین ایکڑ کا ٹارگٹ تھا تو انہوں نے ہمیں 16.9 ملین ایکڑ کا ٹارگٹ دیا تو پنجاب حکومت نے 17 ملین ایکڑ پر گندم کی کاشت کروائی تو یہ محکمہ زراعت کی معاونت سے ہی کی۔ ٹھیک ہے گندم کی قیمت 950روپے فی من مقرر ہوئی اور اس کے اچھے اثرات مرتب ہوئے اور یہ احسن فیصلہ ہوا جو کہ وزیر اعظم نے سب کی مشاورت سے کیا۔ 20 ملین ٹن گندم پیدا کرنے کا ٹارگٹ پنجاب حکومت نے قبول کیا تو اب جب گندم کی فصل کاشت کی ہے تو محکمہ زراعت کی کوشش سے مسلسل پروگرام بنا کر فیلڈ کے دورے ہوئے ہیں جہاں پر محکمہ زراعت کے لوگ گئے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ماشاء اللہ اس دفعہ گندم کی شاندار فصل ہے۔ میں جھنگ میں محکمہ زراعت کے فارم پر گیا وہاں پر 30 ایکڑ پر گندم کاشت ہوتی ہے لیکن اس دفعہ محکمہ زراعت کے اس فارم پر 104ایکڑ میں سے 102 ایکڑ پر گندم کاشت ہوئی ہے۔ جتنی بھی وہاں سرکاری زمین تھی تمام پر گندم کی کاشت کروائی وہاں پر ایک ہزار سے زائد نمائشی پلاٹ بنائے ہیں۔

کسانوں کی ٹریننگ ہوئی ہے باقاعدہ میڈیا کے ذریعے مہم چلائی گئی ہے۔ یہ ایسے ہی تو کاشت نہیں ہو گئی۔ ٹھیک ہے اس میں کاشتکار کا بڑا کردار ہے لیکن حکومت پنجاب نے بھی اس پر پوری توجہ دی ہے۔ اب توجہ دی ہے تو سب کو پتا تھا کہ وفاقی حکومت کے ادارے ہیں، وہاں پر ان کی ایجنسیاں ہیں، ان کی Provincial Ministry میں بھی لوگ بیٹھے ہیں اور ہم نے انہیں چھ ماہ پہلے بتایا کہ خریف میں اگر یہ بحران آیا تو ربیع میں بھی امکان ہے۔ ہم نے انہیں بتایا کہ ہمیں مارچ تک 22 لاکھ ٹن کھاد کی ضرورت ہے لیکن وہ نہیں آ سکی اور تاخیر سے آئی ہے تو یہ ایک حقیقت ہے۔ قصور کس کا ہے؟ ہم کسی کو blame نہیں کر رہے لیکن یہ تو نہیں ہے کہ حقائق کو حقائق نہ سمجھا جائے تو میری تمام پریس والوں سے اپیل ہے اور تمام اراکین اسمبلی سے اپیل ہے کہ جو حقائق ہیں اس کے مطابق اس کو سمجھا جائے۔ گندم تو کاشت ہو گئی ہے۔ گندم کے بعد citrus ہے لیکن الحمدللہ کہ اللہ تعالیٰ نے کرم کیا ہے اور بارشیں اچھی ہو گئی ہیں تو میں سمجھتا ہوں کہ اگر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے موسمی حالات ٹھیک رہے تو یہ ٹارگٹ achieve ہو گا۔ ہم کاشتکاروں سے معذرت خواہ ہیں، ہم کاشتکاروں سے معذرت خواہ ہیں لیکن اس میں ہمارا اتنا دخل نہیں ہے۔ اگر کاشتکار کی ہمدردی کی بات ہوئی ہے تو واقعی کاشتکار ملک کے لئے جتنا مخلص اور قربانی دینے والا طبقہ ہے اس کے علاوہ کوئی اور طبقہ نہیں ہے۔ وہ لائنوں میں دھکے کھائیں اور ہمیں کاشتکار کے لئے رات کو نیند نہیں آتی تھی کہ وہ غریب ایک تو ملک کے لئے غلہ اگا رہے ہیں دوسرا لائنوں میں کھڑے ہو کر کھاد لے رہے ہیں۔ پھر بدنظمی کیوں ہوئی؟ آپ خود بتائیں کہ ڈیلر کے 3263 پوائنٹ تھے اگر تھوڑی کھاد black تھی تو اس کو کنٹرول کیا جا سکتا تھا۔ اچانک بیٹھ کر یہ فیصلہ ہو گیا کہ نہیں N.F.C ہی کھاد تقسیم کرے گی۔ N.F.C کے پاس کوئی نیٹ ورک نہیں تھا بتایا جائے کہ یوٹیلٹی سٹور کے پاس کیا نیٹ ورک ہے؟ جب یہ فیصلہ کیا گیا اس وقت ہمیں اعتماد میں نہیں لیا گیا۔ اب یہ اگر کسی ایک بندے نے کیا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہم فیڈرل گورنمنٹ پر تنقید کر رہے ہیں لیکن جو فیصلہ کیا گیا ہے، آپ چیک کر لیں N.F.M.L کے 35 پوائنٹ کھلے ہیں اور پنجاب میں یوٹیلٹی سٹور کے 94 پوائنٹ بنائے گئے۔ 50 فیصد کھاد پرائیویٹ ڈیلر کے لئے آ رہی تھی اور آدھی fertilizer کی انڈسٹری کے لئے تھی۔ 5 لاکھ 79 ہزار ٹن کھاد import ہوئی ہے۔ اب اس میں ہمارے پنجاب کا حصہ 3 لاکھ 78 ہزار بنتا تھا، 65 فیصد کھاد دینا تھی لیکن

ہمارے ساتھ یہ ہوا کہ یہ کھاد ہمیں آخر میں دی گئی۔ شروع میں تین ماہ تک تو ہمیں صرف 7 فیصد، 20 فیصد، 30 فیصد اور 40 فیصد کھاد دی گئی۔ وہی وقت کھاد ڈالنے کا تھا سندھ کے مقابلے میں پنجاب کو حصہ کم دیا گیا۔ یہ محدود points تھے جو کل 138 پوائنٹ بنتے ہیں، جب آپ پورے پنجاب سے کھاد اٹھا کر 3 ہزار 263 ڈیلر کی بجائے 129 پوائنٹ پر لے آئیں گے تو وہاں ہزاروں لوگ جمع ہوں گے اور لائنیں لگیں گی وہاں پھر لوگوں کو تکلیف تو ہونی ہے۔ وہاں کھاد بیچنے کے لئے ایک آدمی N.F.C کا تھا، ایک آدمی یوٹیلٹی سٹور کا تھا۔ اب وہاں چھ ہزار آدمی کھڑے ہیں ایک آدمی کس طرح بیچ سکتا ہے؟ ہم نے بار بار کہا کہ براہ مہربانی points بڑھائیں تاکہ جو کھاد آئی ہے وہ تقسیم ہو سکے۔ ہمارے محکمے نے بہت کام کیا، چیف منسٹر نے کہا کہ سیکرٹری صاحب آپ وہاں جائیں۔ وہاں پر 35 ہزار ٹن کھاد زمین پر پڑی تھی اور N.F.C والوں نے ہاتھ کھڑے کر لئے اور کہا کہ ہم سے نہیں اٹھائی جاتی آپ خود اٹھائیں۔ وہ کھاد اٹھانی تو NFC والوں نے ہی تھی اور اٹھا کر ٹرانسپورٹ تک انہوں نے ہی پہنچانی تھی لیکن وہاں پر سیکرٹری زراعت گئے، ایڈیشنل سیکرٹری طاہر خورشید صاحب گئے اور وہاں پر 22 دن بیٹھے رہے۔ ایک دن میں ایک لاکھ 80 ہزار بیگ کھاد وہاں سے اٹھائی اور یہ کہہ دینا آسان ہے۔ انہوں نے پوری مستعدی سے کام کیا وہاں پر جتنی فیکٹریاں تھیں tracking کے لئے اپنے بندے بٹھائے۔ اس میں پھر 35 ہزار ٹن کھاد یہاں تقسیم کی گئی لیکن جو points تھے وہ یوٹیلٹی سٹور کے تھے وہ منشاء پروڈکشن کے لوگ ہیں۔ N.F.C اور یوٹیلٹی سٹور والے منشاء پروڈکشن کے ہیں اور انہی کا کنٹرول تھا۔ انہوں نے کھاد میں mismanagement کی اور بدنامی پنجاب حکومت کی ہوئی۔ ہمارے محکمہ زراعت کے لوگ صرف ان کی help کے لئے تھے، محکمہ پولیس ان کی help کے لئے تھا اور محکمہ مال ان کی help کے لئے تھا جبکہ رسیدیں وہ بناتے تھے اور کھاد بھی وہی فروخت کرتے تھے۔ یہ سب کچھ ہے اور یہ حقائق ہیں۔ وزیراعلیٰ پنجاب نے فوری طور پر کہا کہ ڈیلر کی مدد کرنی ہے اور ان کو فی بیگ کھاد پر تیس روپے دے دیئے تاکہ ڈیلر اپنی کھاد باہر سے منگوائے۔ ان حالات کی وجہ سے مسئلہ پیدا ہوا لیکن اب اس پر stress کم ہوا ہے ہم نے مرکزی حکومت کو تجاویز دی ہیں۔ انہوں نے جو پچاس فیصد کھاد اٹھائی تھی F.F.C کی کمپنی کو ہم نے واپس کر دی ہے۔ ایک لاکھ ٹن کھاد import کی جا رہی ہے ابھی تین لاکھ ٹن کھاد کی ضرورت ہے کیونکہ آگے ربیع کی فصل آ رہی ہے۔ یہ میں پہلے ہی

warning کر رہا ہوں کہ تین لاکھ ٹن کھاد فوری منگوائی جائے اور ایک لاکھ ٹن ماہانہ آنی چاہئے تاکہ ہماری زرعی فصل متاثر نہ ہو۔ یہ میری کھاد کے بارے میں گزارش تھی۔ تین ماہ میں 1313 پرچے ڈیلروں پر ہوئے ہیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: جناب سپیکر! یہ وہی پرانی باتیں ہیں۔ جو گزارشات اور سفارشات یہاں آئی ہیں اگر ان کو بھی کسی طریقے سے incorporate کر لیتے تو زیادہ بہتر تھا۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور (رانا ثناء اللہ خان): لغاری صاحب! آپ ذرا حوصلے سے بیٹھیں۔

جناب محمد محسن خان لغاری: حوصلہ ہے، حوصلہ ہے تو یہاں بیٹھے ہیں۔ یہ وہی باتیں repeat ہو رہی ہیں جو پہلے انہوں کی تھیں میں یہ عرض کر رہا ہوں کہ جو یہاں suggestions آئی ہیں ان کو بھی شامل کریں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): میں اسی طرف آ رہا ہوں seed corporation کی بات ہوئی ہے تو ہم اس کی capacity double کر رہے ہیں اور کریں گے آپ اس کو appreciate کریں، جو کام حکومت پنجاب کر رہی ہے، وزیر اعلیٰ پنجاب کر رہے ہیں انہیں appreciate کرنا چاہئے۔

جناب سپیکر: شاباش، شاباش، شاباش۔۔۔

جناب احمد خان بلوچ: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی۔

جناب احمد خان بلوچ: جناب سپیکر! مہربانی کریں ہم چار آدمی ہیں، ہم بالکل سمجھ گئے ہیں ہر چیز یا تو پورا ہاؤس ہوتا تو ان کو سمجھاتے خدا کے لئے چار آدمیوں کو سزا نہ دیں۔ ہم سمجھ گئے ہیں جو منسٹر صاحب کہنا چاہتے ہیں، ہم ان سے کھاد ہی نہیں مانگتے، پانی نہیں مانگتے، کچھ نہیں مانگتے آپ مہربانی کریں ہماری بات چھوڑیں۔ رانا صاحب ہاؤس سے باہر گئے تھے وہ کہتے ہیں کہ جب میں گیا تھا تو منسٹر صاحب کھڑے تھے اور جب میں واپس آیا ہوں تو پھر بھی منسٹر صاحب کھڑے ہیں۔ مہربانی کریں جناب! wind up کریں۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے، منسٹر صاحب! wind up کریں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! میں نے seed corporation کی بات کر دی، کھاد کی بات کر دی اور P.A.M.C.O کی بھی بات کر دی۔ ابھی محسن خان لغاری نے ایس ایس پی کھاد کی بات کی تھی۔ میں نے پہلے عرض کیا تھا کہ پاکستان میں فاسفورس کھاد کے rocks نہیں ہیں، ہمیں 80 فیصد کھاد باہر سے import کرنی پڑ رہی ہے۔ کراچی میں صرف 55 ہزار ٹن ماہانہ production ہوئی ہے۔ اب جو ایس ایس پی کھاد کی بات کی ہے وہ محدود ہے، اتنی یہاں پیدا نہیں ہو سکتی یہ import سے ہی پوری ہونی ہے۔ یہاں flood water کی بات کی ابھی میرے بھائی نے کہا کہ flood watering ہوتی ہے، پانی ضائع ہوتا ہے۔ sprinkle اور drip کے لئے بھاری رقوم رکھی گئی ہیں، 36 ہزار سے لے کر 50 ہزار روپے تک فی drip پر گورنمنٹ subsidy دے رہی ہے کافی تعداد میں کام ہو رہا ہے لیکن چونکہ یہ مہنگے پڑتے ہیں اس لئے کسان اس پر نہیں آ رہا ہے۔ اس پر ابھی کافی کام ہو رہا ہے، bed planters ہے اس میں پانی کی بچت ہوتی ہے۔ sprinkle اور drip پر بڑے وسیع پیمانے پر کام ہو رہا ہے۔ چائنا کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہوا ہے انشاء اللہ تعالیٰ صورتحال بہتر ہو گی۔ میرے بھائی نے ٹیسٹ لیبارٹری کے بارے میں سوال کیا تھا تو ہر ضلع میں ٹیسٹ لیبارٹری بنائی جا رہی ہے۔ یہاں پر ہمارے محکمے کے لوگ بیٹھے ہیں اس کو ہم ensure کریں گے اور میں یہاں پر اعلان کرتا ہوں کہ وہاں کی زمین کو ٹیسٹ کرنے کے لئے محکمہ پابند ہو گا۔ وہاں پر زمین کے بارے میں کسانوں کو محکمے کے لوگ بتائیں گے کہ یہ زمین کتنی alkaline ہے، sodic ہے یا اس کی کیا صورتحال ہے، PH level کیا ہے تاکہ اس کے مطابق کھادوں کا استعمال ہو سکے۔ ہم اس کو activate کریں گے۔ laser level کے لئے بڑی سکیم شروع کر رہے ہیں جس طرح green tractor scheme شروع کی اسی طرح انشاء اللہ تعالیٰ laser level کا کام بڑی تیزی سے ہو رہا ہے اور بہت کامیابی کے ساتھ انشاء اللہ تعالیٰ یہ چلتا رہے گا۔ اس کے علاوہ زرعی آلات کے لئے 86 کروڑ کا پراجیکٹ ہے، margin land کے لئے 79 کروڑ روپے اور انسانی وسائل کے لئے 30 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں۔ Field Assistant کی بات ہوئی ہے، زراعت پر بات ہوئی ہے۔ میں مانتا

ہوں کہ ہمارا extension wing کمزور ہے۔اس wing میں Field assistant ہیں،انسپکٹر ہیں یاان کے اوپر لوگ ہیں ان کی کارکردگی اتنی بہتر نہیں ہے جتنی ہونی چاہئے۔ ہم اس کو improve کریں گے جو کام نہیں کریں گے ان کو ہم باہر نکالیں گے کیونکہ جو کام کر رہے ہیں ان کو سہولت ملنی چاہئے اور جو کام نہیں کریں گے ان کے خلاف کارروائی ہو گی۔

جناب سپیکر!اس میں 2۔ارب روپے کا منصوبہ گریٹر تھل کینال کے لئے رکھا ہے۔اصلاح آبپاشی کی بات ہوئی ہے اس کے لئے دو چیزیں ہیں۔water courses کے لئے 2۔ارب روپے کے پراجیکٹ ہیں ان کو ہم انشاء اللہ تعالیٰ اور بڑھائیں گے۔یہاں مرمت کی بات کی ہے پہلے جو کچھ ہوتا رہا ہے اس میں repair user کرتے رہے ہیں،وہ user repair کرتے ہیں لیکن ہم اس کو دوبارہ reconsider کر سکتے ہیں کہ آیا حکومت پنجاب اس میں کوئی کام کر سکتی ہے یا نہیں کر سکتی۔

جناب سپیکر!میں اس ایوان کو یقین دلاتا ہوں کہ محکمہ زراعت کے لوگ دن رات کام کر رہے ہیں۔ہمارے جتنے بھی افسران ہیں وہ روزانہ رات کے بارہ ایک بجے تک بیٹھتے ہیں۔اس کے لئے legislation کی بات ہوئی ہے۔ایگریکلچر مارکیٹنگ میں ہم نے وہاں پر legislation کی ہوئی ہے وہ cabinet meeting میں پیش ہونی ہے۔تمام صوبوں میں اصلاحات نافذ ہو رہی ہیں۔آپ ان چھ ماہ کا اور پچھلے آٹھ ،دس سالوں کا موازنہ نہ کریں۔انشاء اللہ تعالیٰ اگر اللہ تعالیٰ نے ٹائم دیا تو دو سالوں میں زراعت میں بھرپور انقلاب آئے گا۔

جناب سپیکر:ٹائم ختم ہو رہا ہے۔ذرا جلدی کریں۔

وزیر زراعت(ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر!آخری بات کر کے میں اپنی بات ختم کروں گا۔

جناب محمد محسن خان لغاری:جناب سپیکر!اسلامی بنکنگ کے متعلق میں نے ان سے پوچھا تھا۔

جناب سپیکر:ٹائم دو منٹ اور بڑھایا جاتا ہے۔

وزیر زراعت(ملک احمد علی اولکھ):جناب سپیکر!انہوں نے بنکنگ کی بات کی ہے اس دفعہ پنجاب بنک کو چیف منسٹر صاحب نے کہا ہے کہ زرعی بنک کی طرح قرضہ دیا جائے اور اس میں 20 کروڑ روپیہ چیف منسٹر صاحب نے دیا ہے جو انہوں نے پنجاب گورنمنٹ سے interest دینا تھا۔ ہم

کروڑوں روپے دے رہے ہیں، کہنے سے پہلے دے دیتے ہیں، اسلامی بنکنگ rates کو study کر لیتے ہیں۔ اس کے بعد اگر قابل عمل ہو گا ضرور اس پر عمل کیا جائے گا۔ باقی یہاں پر میں یہ التجا کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی، آپ لاء منسٹر صاحب کو دیں۔

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! اس میں یہی میری التجا ہے کہ اراکین اسمبلی تجاویز دیں میں ان سے on the floor of the House وعدہ کرتا ہوں۔ ہم بالکل شفاف طریقے سے کام کر رہے ہیں چیف منسٹر کی خواہش ہے کہ زراعت میں انقلاب آئے۔ آپ اس بات کو مد نظر رکھیں کہ ابھی دو crops آئی ہیں، چاول کی آپ production دیکھ لیں کہ چاول اس دفعہ 48 لاکھ ایکڑ پر کاشت ہوا تو پیداوار اس کی پنجاب میں 38 لاکھ ٹن ہوئی ہے۔ پچھلی دفعہ پیداوار ہوئی تھی 32 لاکھ ٹن۔ فرق دیکھ لیں۔ جہاں تک گندم کی بات ہے تو گندم میں کبھی پاکستان کی تاریخ میں ایسا نہیں ہوا پہلی دفعہ 17 ملین ایکڑ پر گندم کاشت ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: بہت اچھے۔ شاباش!

وزیر زراعت (ملک احمد علی اولکھ): جناب سپیکر! پہلی دفعہ پاکستان کی تاریخ میں 20 ملین کا ٹارگٹ رکھا ہے اور یہ ٹارگٹ انشاء اللہ achieve ہو گا تو جو حکومت کے اچھے اقدام ہیں فراخ دلی سے ان کی حمایت کرنی چاہئے۔ جہاں تک دیہات میں بیٹھے ہوئے لوگ ہیں ان کے لئے، خواتین کے لئے مرغیاں پالنے، گائے بھینسیں رکھنے کے لئے جو rural community کے لوگ ہیں ان کی خوشحالی کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ بڑے بڑے پراجیکٹ آرہے ہیں۔ چولستان میں slaughter house قائم کئے جا رہے ہیں۔ وہاں پر گوشت export کرنے کے لئے بڑے processing plants لگائے جا رہے ہیں۔ ان کی breeding کی جا رہی ہے، free vaccination کی جا رہی ہے اور foot and mouth کی بیماریوں کے لئے باہر سے ویکسین امپورٹ کی جا رہی ہے۔ آپ دیکھیں گے کہ چونکہ اس میں تھوڑا سا ٹائم لگتا ہے آپ صرف ایک seed دیکھ لیں B.T cotton پر آج تک کسی نے کام نہیں کیا، دس سال گزر گئے ہیں۔ آج B.T cotton پر ماشاء اللہ، الحمد للہ ہم بہت آ گے

جا چکے ہیں اور اس سے کھاد کی بچت ہوتی ہے، پانی کی بچت ہوتی ہے، اس gene میں toxin ہوتا ہے تو اس سے sugarcane کی نئی variety آئی ہے۔

جناب سپیکر: جی، بہت شکریہ آپ کی بڑی مہربانی۔ آپ نے بہت اچھا wind up کیا ہے۔ آج کے اجلاس کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ لہذا اب اجلاس کل منگل مورخہ 17۔فروری 2009 صبح 10 بجے تک ملتوی کیا جاتا ہے۔